چپکے سے اتر مجھ میں

از فروا خالد

قسط 1

پورے ملک میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی. نیوز چینلز سے لے کر سوشل میڈیا پر ایک ہی نیوز آگ کی طرح پھیل چکی تھی کہ ملک کا نامور بزنس مین نوشیر وان خانزادہ جو بزنس کی دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا، اندر ہی اندر سیاست دانوں اور مافیا کو اپنے ہاتھوں پر نچاتا تھا. اُس کو دو لوگوں کے قتل کیس میں گرفتار کر لیا گیا ہے.

نوشیر وان خانزادہ کے خاندان سمیت کوئی بھی اِس بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا اور قتل سے بھی زیادہ سب لوگوں کے لیے بے یقینی کی بات نوشیر وان خانزادہ کی گرفتاری تھی. ایسا کون پیدا ہو گیا تھا اِس دنیا میں، جس نے نوشیر وان جیسے طاقتور انسان سے ٹکر لی تھی جس سے ٹکرانے والا ہمیشہ خود ہی چکنا چور ہوا تھا.

پولیس کی بکتر بند گاڑیاں کورٹ کے سامنے جا کر رکی تھیں. وہاں پر لوگوں کا سمندر پہلے سے ہی اُمڈ آیا تھا. جہاں نوشیر واں خانزادہ بہت سے لوگوں کے لیے بُرا تھا وہیں وہ کچھ لوگوں کے لیے فرشتہ صفت انسان سے کم نہیں تھا. جو آج اُس کی خاطر بغیر کسی ڈر و خوف کے وہاں پہنچ چکے تھے.

گاڑی کا دروازہ کھلتے ہی نوشیر وان خانزادہ اپنے مخصوص مغرور انداز میں باہر نکلا تھا. دونوں ہاتھ ہتھکڑیوں میں جکڑے ہونے کے باوجود چہرے پر کسی قسم کا کوئی ملال، کوئی شرمندگی نہیں تھی. کوئی ڈر و خوف نہیں تھا. اسے دیکھنے کے لیے ایک وجود بہت ہی بے تابی سے منتظر تھا مگر نوشیر واں خانزادہ کی وہی شان و شوکت، وہی اکڑ سے بھرپور مغرور انداز اُسے اندر تک جلا کر راکھ کر گیا تھا.

لوگوں کے ہجوم کو چیرتے اپنے گارڈز اور پولیس والوں کے درمیان نہایت ہی شاہانہ چال چلتے نوشیرواں خانزادہ اندر کی طرف بڑھ رہا تھا. جب اچانک کسی کے سامنے آجانے کی وجہ سے اُسے اپنے قدم روکنے پڑے تھے.

"تمہارا یہ غرور خاک میں ملادوں گی میں. یاد رکھنا جس طرح تم نے میرے باپ اور بھائی کو مجھ سے چھین کر مجھے برباد کیا ہے. میں تمہیں بھی ایسے ہی برباد کر دوں گی."

نوشیروان خانزادہ نے ایک گہری نظر کالی چادر میں لپٹے اُس نازک وجود پر ڈالی تھی. جو اپنی جرات سے کہیں زیادہ بڑی بات بول رہی تھی.

اتنی سیریس سچویشن میں بھی عرزش کی بات پر نوشیروان کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ کھیل گئی تھی. جو وہاں موجود بہت سے کیمروں کی آنکھ میں کیپچر ہوئی تھی کیونکہ نوشیرواں خانزادہ کی مسکراہٹ ہمیشہ سے ایسی ہی انمول رہی تھی. بہت کم لوگوں کو ہی دیکھنا نصیب ہوتی تھی.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

"یاسر! نیوز پیپر دیکھا آج کا؟" فیصل یاسر کے کیبن کی طرف آتے پر تجسس انداز میں بولا.
"نہیں، کیوں کیا ہوا؟ آج ایسی کیا انوکھی چیز چھپ گئی." یاسر نے فیصل کے انداز پر فائل سے سر اُٹھاتے سوالیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھا. جس کے جواب میں فیصل نے ہاتھ میں پکڑا نیوز پیپر اُس کی طرف بڑھادیا.
"انوکھی تو نہیں مگر بہت بڑی نیوز ہے. ایک بار تو اِسے پڑھو، ہوش اُڑ جائیں گے تمہارے." فیصل کی بات سنتے اُس نے فوراً نیوز پیپر کھول کر اپنے سامنے کیا. مگر جیسے ہی فرنٹ پیج پر موجود خبر پر نظر پڑی یاسر نے بے یقینی سے فیصل کی طرف دیکھا.

"واٹ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ابھی ایک ہفتہ پہلے تو یہ کمپنی پورے عروج پر تھی. اب اچانک اِن کا دیوالیہ کیسے نکل گیا." یاسر کی حیرانی کی کوئی حد نہیں تھی. جبکہ اُس کی بات سنتے فیصل معنی خیزی سے مسکرایا تھا.

"ایک ہفتہ پہلے کس کے ساتھ میٹنگ ہوئی تھی اِس کمپنی کی." فیصل نے سوالیہ انداز میں یاسر کی طرف دیکھا.

"ہمارے باس مطلب نوشیر وان خانزادہ سے." یاسر نے نا سمجھی سے بولا.

"اُس کمپنی کے اونر نے نوشیر وان سر کو کوئی چیلنج کیا تھا جس کا جواب دیا ہے سر نے." فیصل نے اُس کی معلومات میں اضافہ کیا مگر یاسر کی حیرت کسی صورت کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی.

"لیکن یہ کیسا چیلنج تھا کہ اتنی بڑی کمپنی کا ایک ہی ہفتے میں دیوالیہ نکال کر رکھ دیا. مجھے تو یقین نہیں آرہا تمہاری بات پر." یاسر نے اپنے سامنے رکھی فائل بند کرتے سیٹ کے ساتھ ٹیک لگاتے کہا. ڈر تو اُسے پہلے ہی اپنے باس سے بہت لگتا تھا. جس سے بمشکل اُس کی ایک دو ملاقاتیں ہی ہوئی تھیں. وہ نوشیر وان خانزادہ کی شاندار اور چھا جانے والی متاثر کن پرسنیلٹی سے بہت مرعوب ہوا تھا مگر ابھی فیصل کی بات سن کر اُس کے خوف میں مزید اضافہ ہو چکا تھا. جب کہ اُس کی بات پر فیصل کا قہقہہ برآمد ہوا.

"نئے ہو تم ابھی یہاں. شاید ٹھیک سے جانتے نہیں ہو نوشیر وان خانزادہ کو. دیکھنے میں جتنی رُعب دار پرسنیلٹی ہے. اندر سے اُس سے بھی کہیں زیادہ سخت، غصیلے اور اکھڑ ہیں. اُن کی آنکھوں میں موجود سرد پن اور دہشت انسان کو اندر تک سہمنے پر مجبور کر دیتی ہے. کہنے کو وہ یہاں کے سب سے بڑے اور کامیاب ترین بزنس مین ہیں مگر حقیقت میں کسی ولن سے کم نہیں ہیں. اُن سے ٹکرانے کی کوشش کرنے والا دوبارہ کسی چیز کے قابل نہیں رہتا. ملک کے بڑے سے بڑے عہدے دار نوشیر وان خانزادہ کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں. کیسی

میں جرات نہیں کہ اُن کا مقابلہ کر سکے. نامور سیاست دانوں سے لے کر مافیا کے سر غنہ تک رسائی رکھتے ہیں سر." فیصل کی باتیں سنتے یاسر کا رنگ ذرد پڑا تھا.

"مگر بہت سی اچھائیاں بھی اپنے اندر رکھتے ہیں سر. جنہیں اُنہوں نے باقی چیزوں کے پیچھے چھپا رکھا ہے. نوشیر واں خانزادہ کی سب سے اچھی بات کہ وہ کبھی کسی بے قصور کو کچھ نہیں کہتے. لیکن قصوروار ان سے بچ نہیں سکتا. جیسے کے یہ نیوز بتا رہی ہے."فیصل کی آخری بات سنتے یاسر کی سانسیں کچھ بحال ہوئی تھیں.

اِس سے پہلے کہ وہ کوئی اور بات کرتے آفس میں موجود تمام لوگ ایکٹیو ہوئے تھے کیونکہ اُنہیں ابھی خبر ملی تھی کہ نوشیر وان خانزادہ آفس میں داخل ہو چکا ہے اور اُس کا رُخ اِسی فلور کی طرف ہی ہے.

فیصل بھی جلدی سے اپنی ٹیبل کی طرف بڑھا تھا. جب دو منٹ بعد نوشیر وان خانزادہ وہاں داخل ہوا تھا. اُس کے ارد گرد اُس کے گارڈز اور کچھ خاص لوگ موجود تھے. نوشیر واں خانزادہ کو سامنے دیکھ کر باقی سب کے ساتھ ساتھ یاسر کے ہاتھوں میں بھی کپکپاہٹ شروع ہو چکی تھی.

نوشیر وان خانزادہ اِس وقت بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس، مضبوط مردانہ کلائی میں بیش قیمت ریسٹ واچ باندھے اندر کی طرف بڑھ رہا تھا. اُس کے مضبوط قدموں کی دھمک وہاں موجود ہر شخص کو سہمنے پر مجبور کر رہی تھی.

بہت ہی نفاست سے بال بنائے، خوبرو چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی. ساحر آنکھیں جن میں ہمیشہ کی طرح اِس وقت بھی نفرت، غصہ اور سرد پن چھایا ہوا تھا. جیسے کسی کو بھی اِن کی تپش سے بھسم کر دے گا. مغرور کھڑی ناک جس کے نیچے سگریٹ زدہ اُس کے سُرخی مائل ہونٹ ایک دوسرے میں سختی سے پیوست تھے.

نوشیر وان کو دیکھ کر وہاں موجود تمام لوگ اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر اُسے سلام کر رہے تھے. جب نوشیر وان وہی سختی لیے یاسر کی ٹیبل سے دو ٹیبل چھوڑ کر تیسری ٹیبل کے پاس کھڑے مینیجر کی طرف بڑھا تھا اور اگلے ہی لمحے نوشیر واں کے پڑنے والے جاندار گھونسے سے وہ شخص زمین بوس ہوا تھا.

"شدید نفرت ہے مجھے دھوکے باز لوگوں سے. میرا ہی نمک کھا کر، میرے ہی خلاف جا کر میری کمپنی کی معلومات لیک کرنے کی کوشش کی ہے تم نے. اُس کا جو صلہ میں تمہیں دینے والا ہوں. وہ ساری زندگی یاد رکھو گے تم." نوشیر وان نے اُسے گریبان سے پکڑ کر اُوپر اُٹھایا تھا.

"سر! پلیز مجھے معاف کر دیں. مجھ سے غلطی ہو گئی. آئندہ ایسا کبھی نہیں ہو گا."اس نے گڑگڑاتے ہوئے ابھی بات مکمل کی ہی تھی جب نوشیر وان کے پڑنے والے اگلے گھونسے پر وہ دوبارہ اُٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا.

اُسے ایک زور دار ٹھوکر رسید کرتے اپنے آدمیوں کو اُسے اُٹھا کر لے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ وہاں سے پلٹ گیا تھا. جہاں آفس میں موجود تمام لوگوں کی آنکھوں میں نوشیر وان خانزادہ کا خوف ہلکورے لے رہا تھا وہیں وہاں موجود صنفِ نازک اُس کی مردانہ وجاہت سے بھرپور شخصیت کے سحر میں خود کو جکڑتے محسوس کر رہی تھیں مگر ہمیشہ کی طرح وہ سنگدل شخص ان تمام حسیناؤں کو یکسر نظر انداز کرتا اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا تھا.

آٹھ منزلہ یہ شاندار عمارت جو ملک بھر میں خانزادہ گروپ آف انڈسٹریز کے نام سے مشہور تھی. جہاں بہت سے لوگ جاب کرنے کے خواب دیکھتے تھے مگر چند خوش نصیب لوگوں کا ہی یہ خواب پورا ہو پاتا تھا کیونکہ نوشیر واں خانزادہ جیسے انسان کے معیار پر پورا اُترنا بہت مشکل کام تھا.

□□□□□□□□□□□□□

"نایاب! اگر اگلے پانچ منٹ میں تم باہر نا آئی تو میں نے تمہارے آفس آ جانا ہے. پھر مجھے یہ مت کہنا میں نے تمہاری بات نہیں مانی." عرزش کو آدھے گھنٹے سے اوپر ہو چکا تھا، اُس کے آفس کے باہر کھڑے ہو کر انتظار کرتے ہوئے مگر نایاب تھی کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی. آخر کار تنگ آکر عرزش نے اُس کا نمبر ملایا تھا.

"نہیں نہیں پلیز اندر مت آنا. نوشیر وان سر آئے ہوئے ہیں. ایسا نہ ہو کچھ گڑبڑ ہو جائے اور پلیز دس منٹ اور ویٹ کر لو. سر کے نکلتے ہی میں آ جاؤں گی. اُن کے ہوتے ہوئے آفس سے نکلنا بہت مشکل ہے." نایاب کی گھبرائی ہوئی ملتجی آواز پر عرزش نے گہرا سانس بھرتے فون بند کر دیا تھا.

"ڈر تو ایسے رہی ہے جیسے باس نہ ہو کوئی جن بھوت ہو." عرزش اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے نایاب کا انتظار کرتے موبائل پر مصروف ہو گئی تھی. بار بار نایاب کے لیے اُٹھتی اُس کی نظر، سامنے موجود عالیشان عمارت سے پورے پروٹوکول کے ساتھ نکلتے ایک نہایت ہی خوبرو شخص پر پڑی تھی. جس کے ہر ہر انداز سے غرور اور سرد پن چھلک رہا تھا.

اس پر ایک نظر ڈال کر عرزش واپس اپنے موبائل پر مصروف ہو چکی تھی. اچانک ہاتھوں میں گن اُٹھائے دو گارڈز اس کی طرف بڑھے تھے.

"کیا ہوا ہے بھئی اور یہ گن تو نیچے کریں. گولی نکل سکتی ہے اس میں سے." دو ہٹے کٹے گارڈز کو ہاتھوں میں گن تانے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر عرزش کا موبائل ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا مگر اگلے ہی لمحے سنبھلتے ہوئے وہ اُن لوگوں کو گھورتے ہوئے بولی.

"آپ کو ابھی اور اِسی وقت اپنی گاڑی یہاں سے ہٹانی ہو گی کیونکہ غلط پارک کرنے کی وجہ سے آپ کی گاڑی ہمارے باس کی گاڑی کا راستہ روکے کھڑی ہے." اُن لوگوں کی عجلت میں کہی بات پر عرزش کا دماغ گھوما تھا.

"اوہیلو! گاڑی غلط پارک میں نے نہیں، تمہارے اُس باس نے کی ہے. اِس لیے میں اپنی گاڑی کسی صورت یہاں سے نہیں ہٹاؤں گی. "عرزش نے کچھ فاصلے پر موجود گاڑی کی طرف اشارہ کرتے غصے سے کہا تھا.

"آپ جانتی بھی ہیں آپ کس کو انکار کر رہی ہیں. وہ نوشیر وان خانزادہ ہیں اِس جگہ کے مالک. چند سیکنڈز کے اندر آپ کی گاڑی اُٹھوا کر ایسی جگہ پھنکوائیں گے کہ اِسے ڈھونڈتی رہ جائیں گی. اس لیے آرام سے ہٹ جائیں آگے سے. "گارڈز کے دھمکی آمیز انداز پر عرزش کا دل چاہا تھا اُن کا منہ توڑ دے. ایک تو غلطی بھی اپنی اُوپر سے دھمکی بھی اُسے دی جا رہی تھی.

"میں تم لوگوں کی اِن دھمکیوں سے ڈرنے والی نہیں ہوں اور نہ ہی تمہارے باس سے. تم لوگوں کو ایک لڑکی سے لڑنے بھیج کر خود کہاں چھپا بیٹھا ہے. "عرزش اُن کی کسی بھی بات کا اثر لیے بغیر کچھ فاصلے پر کھڑی کالے شیشوں والی گاڑی کی طرف بڑھی تھی اور غصے بھرے انداز میں اُس کی کھڑکی بجاتے شیشے نیچے کرنے کا اشارہ کیا تھا جبکہ گارڈز اُسے روکتے رہ گئے تھے. اُن کا بس چلتا تو ابھی اِس چھٹانک بھر کی لڑکی کو اُٹھا کر یہاں سے غائب کر دیتے مگر نوشیر واں کی طرف سے اُنہیں کسی بھی عورت سے بدتمیزی کرنے کی اجازت بالکل نہیں تھی.

گاڑی کی پچھلی سیٹ پر براجمان نوشیر وان فون پر مصروف تھا مگر اتنے بُرے طریقے سے شیشہ بجائے جانے پر ماتھے پر تیوری چڑھائے اُس نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا تھا.

سامنے کھڑی دوشیزہ پر نظر پڑتے ہی سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں نوشیر واں خانزادہ کی نگاہیں ساکت ہوئیں.
عرزش کی سیاہ گھنیری پلکوں سے گھری حسین آنکھوں نے ایک پل کے لیے اُس کی توجہ اپنی جانب کھینچی تھی مگر اگلے ہی لمحے سنبھلتے ہوئے نوشیر وان اپنے ڈسٹرب کئے جانے پر چہرے پر سخت تاثرات سجائے عرزش کی طرف متوجہ ہوا تھا.

"واٹ نان سینس از دس." نوشیر وان موبائل کان سے ہٹاتے اُسے گھورتے ہوئے بولا.

"نان سینس میں نہیں آپ ہیں مسٹر. ایک تو غلطی بھی خود کی اور اُوپر سے اپنے اِن غنڈوں کو دھمکانے کے لیے بھی بھیج دیا. آپ..." اِس سے پہلے کے وہ مزید کوئی سخت الفاظ بولتی نایاب نے جلدی سے آگے بڑھتے عرزش کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے پیچھے کھینچا تھا کیونکہ وہ اپنے باس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھی اور اِس وقت بھی وہ غصے سے بدلتے اُس کے تاثرات دیکھ چکی تھی.

"آئم ریلی سوری سر! یہ میری کزن ہے. آپ پلیز اِس کی باتوں کا بُرا مت مانیے گا. دراصل اِس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے. کبھی بھی کہیں بھی کچھ بھی بول دیتی ہے. پلیز آپ اِس کی بات کا بُرا مت منایئے گا. اِس کی طرف سے میں معافی مانگتی ہوں آپ سے." نایاب عرزش کو دور دھکیلتے اُس کے ہاتھ سے چابی لے کر گارڈ کو دے چکی تھی اور بہت ہی شائستگی سے نوشیر واں کو جواب دیا تھا. جس پر نوشیر وان نے ایک نظر عرزش پر ڈالتے ڈرائیور کو گاڑی آگے بڑھانے کا حکم دیا تھا. یہ لڑکی اُسے کہیں سے بھی پاگل نہیں لگ رہی تھی مگر اُس کے پاس اتنا ٹائم نہیں تھا کہ کسی کے بارے میں سوچتا. اِس لیے فوراً اُن کی طرف سے سر جھٹکتے وہ واپس اپنے فون کی طرف متوجہ ہوا تھا.

"نایاب! تم ایک بہت ہی ایڈیٹ لڑکی ہو. مجھ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اب تمہیں." عرزش نوشیر واں خانزادہ کی گاڑی کو وہاں سے نکلتا دیکھ کر نایاب کو گھورتے نروٹھے پن سے کہتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی.

"عرزش! میری بات تو سنو." نایاب اُس کے تیور دیکھ کر جلدی سے اُس کے پیچھے لپکی تھی، کہیں غصے میں وہ اُسے یہیں چھوڑ کر ہی نا چلی جائے. عرزش کو گاڑی سٹارٹ کرتا دیکھ کر نایاب فوراً گاڑی میں جا بیٹھی تھی.

"عرزش!تم جانتی نہیں ہو. میں نے تمہیں کتنی بڑی مصیبت میں پھنسنے سے بچایا ہے. نوشیروان خانزادہ سے اُلجھنے کا مطلب اپنی بربادی کو آواز دینا ہے. تم جانتی نہیں ہو اُنہیں، کتنے غصے والے ہیں. "نایاب کی بات پر عرزش مزید تپی تھی.

"مجھے ایسے فضول لوگوں کے بارے میں جاننے کی ضرورت ہے بھی نہیں اور نہ ہی میں ڈرتی ہوں اِن جیسے امیر زادوں سے. اِن کا دماغ ٹھکانے پر لگانا اچھے سے آتا ہے مجھے. "عرزش کا موڈ اچھا خاصہ خراب ہو چکا تھا.

"اور تم ایک پاگل کے ساتھ گاڑی میں کیوں بیٹھی ہو. "عرزش نے بات کرتے ہوئے ایک تیز نظر نایاب پر بھی ڈالی تھی. جس پر نایاب کے چہرے پر شرارت بھری مسکراہٹ بکھری تھی.

"اچھا نا آئم سوری. چھوڑو اِن سب باتوں کو اور اپنا موڈ ٹھیک کرو. "نایاب کی بات پر عرزش ایک بار پھر اُسے گھور کر رہ گئی تھی.
کافی دیر بعد بہت مشکل سے نایاب اُس کا موڈ ٹھیک کرنے میں کامیاب ہوئی تھی.

□□□□□□□□□□□

وہ سر جھکائے اپنے ایک کیس کی فائل ریڈ کر رہی تھی جب اُس کے آفس کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی.

"یس کم اِن. "اُس کی دھیمی مترنم سی آواز کانوں سے ٹکراتے ہی باہر کھڑے شخص نے فوراً قدم اندر بڑھائے تھے.

اندر داخل ہوتے ہی زیاد کی نظر اُس کے جھکے سر پر پڑی تھی. رائل بلیو رنگ کے سادہ سے سوٹ میں اپنے شولڈر کٹ بالوں کو کیچر میں مقید کیے وہ پورے انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھی. اُس کی گلابیاں چھلکاتی شفاف رنگت ہمیشہ کی طرح زیاد شیر ازی کو اپنی جانب متوجہ کر رہی تھی مگر وہ جانتا تھا یہی گلابی رنگت ابھی چند سیکنڈز بعد اُسے دیکھ کر لہور نگ ہونے والی تھی.

یشفہ اپنے کام میں اتنی مصروف تھی، وہ بھول چکی تھی کہ اُس کے علاوہ بھی کوئی شخص اِس کمرے میں موجود ہے. کافی دیر بعد خود پر مسلسل نظروں کی تپش محسوس کرتے یشفہ نے کسی احساس کے زیرِ اثر چہرہ اُوپر اُٹھایا تھا. اپنے سامنے زیاد شیر ازی کو کھڑا دیکھ کر یشفہ کے چہرے کا زاویہ بدلہ تھا.

"تم! تمہاری ہمت کیسے ہوئی، میرے آفس میں قدم رکھنے کی. ابھی اور اِسی وقت نکلو یہاں سے. "وہ فائل ٹیبل پر پٹختی غصے سے اپنی کرسی سے اُٹھی تھی.

"اوہو ہر بات چیخ چلا کر کرنا ضروری ہے کیا. کوئی بات آرام سے بھی کی جاسکتی ہے اور میں تو آج اتنی خوشی کے موقع پر تمہارا منہ میٹھا کروانے آیا ہوں. "زیاد اپنی مخصوص دل جلانے والی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے ایک گلاب جامن یشفہ کی طرف بڑھاتے بولا.

مگر یشفہ کے لیے یہ مٹھائی کسی زہر سے کم نہیں تھی. اس وقت سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اُس کا دل چاہا تھا، کاش کہ اُسے ایک قتل واجب ہوتا تو وہ زیاد شیر ازی کو شوٹ کرنے میں ایک منٹ نہ لگاتی.

"میں نے کہا ابھی اور اِسی وقت نکلو میرے آفس سے. "یشفہ اُس کا بڑھا ہوا ہاتھ پیچھے کی طرف جھٹکتی نخوت سے بولی.

"یار وکیل صاحب! اپنی ہار کا اتنا بھی کیا غصہ کہ بندہ اخلاقیات ہی بھول جائے. جھوٹے منہ ہی مبارک باد دے دیتیں. آفٹر آل تمہارا یہ ہونہار اور قابل سینئیر اتنا بڑا کیس جیتا ہے." زیاد اتنی جلدی ٹلنے کے موڈ میں بالکل نہیں لگ رہا تھا یشفہ کا تپا تپا سا چہرہ اُسے ہمیشہ کی طرح بہت مزا دے رہا تھا.

"تم چیٹنگ کر کے جیتے ہو یہ کیس. میرے کلائنٹس سے چھپ چھپ کر مل کر تم نے انہیں بلیک میل کیا ہے مگر کب تک ایسا ہی چلتا رہے گا زیاد شیرازی. تم دیکھنا بہت جلد میں تمہیں اتنی بُری شکست سے دوچار کروں گی کہ تمہارا اب تک ایک کیس بھی نہ ہارنے والا یہ بے داغ ریکارڈ ختم ہو کر رہ جائے گا." یشفہ کی بات پر زیاد نے اتنی زور سے قہقہہ لگایا تھا کہ جیسے یشفہ نے اُسے کوئی جوک سنایا ہو.

"اِسے میں چیلنج سمجھوں یا ایک خوبصورت سی لڑکی کی معصوم سی خواہش؟ اور ہاں اِس کیس کی حقیقت تم اچھے سے جانتی ہو شاید دل سے یہ بھی مانتی ہو گی کہ میں نے تمہارے کلائنٹس کو بلیک میل بالکل نہیں کیا بلکہ دونوں فریقین کے درمیان صلح صفائی سے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی ہے. جس میں بہت ہی اچھے سے کامیاب رہا ہوں." زیاد کی وضاحت پر بھی یشفہ کے تاثرات میں کوئی بدلاؤ نہیں آیا تھا.

"اوہ ریئلی! میں اچھے سے جانتی ہوں، تم ایک کرپٹ وکیل ہو. جس کے لیے پیسہ اور نام ہی امپورٹنٹ ہے. یہ ساری باتیں کسی اور کے آگے جا کر کہو جو یقین بھی کریں." یشفہ اُس کی بات پر دل ہی دل میں متفق ہونے کے باوجود بھی اپنی ہار کا غصہ نکالتے باہر کی طرف بڑھی تھی. جب راستے میں ہی زیاد نے ہاتھ بڑھا کر اُس کو روکتے اپنی جانب کھینچا تھا.

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟" زیاد کے جھٹکا دینے سے یشفہ اُس کے مقابل بہت قریب آ کر رکی تھی.

"میں تمہارے آفس تم سے بات کرنے آیا ہوں. اِس کی دیواروں سے نہیں. "زیاد کو یشفہ کا مسلسل نظر انداز کرتا رویہ اب غصہ دلا رہا تھا. ایسا نہیں تھا کہ پہلے یشفہ کا رویہ اُس سے ٹھیک تھا. ہمیشہ سے دونوں کے درمیان ایسی ہی لڑائیاں اور اختلاف رہے تھے مگر آج زیاد کو اُس کا انداز بُرا لگنے کی وجہ کچھ اور تھی.

"لیکن مجھے مزید تمہاری کوئی بھی فضول بات نہیں سننی. "زیاد کے اتنے قریب کھڑے ہونے کی وجہ سے یشفہ جزبز ہوتی بدلحاظی سے بولی.

"چوہدری فیاض کا کیس چھوڑ دو. اِس سے پیچھے ہٹ جاؤ. وہ اچھے لوگ نہیں ہیں. اُن کے ساتھ یا اُن کے خلاف کام کرنا کسی صورت بھی خطرے سے خالی نہیں ہے. اگر اِس دلدل میں پھنس گئیں تو پھر نکلنا بہت مشکل ہو جائے گا تمہارے لیے. "زیاد کی نہایت ہی سنجیدگی سے تنبیہ کرنے پر اب کی بار یشفہ نے مذاق اُڑاتی نظروں سے اُس کی طرف دیکھا تھا.

"ویری امیزنگ مسٹر زیاد شیرازی. کتنے اچھے سے منی پولیٹ کرتے ہو تم دوسروں کو مگر مجھے باقی لوگوں کی طرح سمجھنے کی کوشش مت کرو. جو اتنی آسانی سے تمہاری باتوں میں آجاؤں گی. میں اچھے سے جانتی ہوں تم میری فکر کا صرف ناٹک کر رہے ہو. حقیقت یہ ہے کہ تم کسی کو خود سے زیادہ کامیاب ہوتا دیکھ نہیں سکتے اور میں ایک کمزور لڑکی تو بالکل بھی نہیں ہوں. "یشفہ اس کی بات کو اپنے انداز میں لیتی اُسے مزید طیش دلا گئی تھی.

جس کے جواب میں زیاد نے اپنی گرفت میں موجود اُس کا ہاتھ موڑ کر کمر کے پیچھے لے جاتے اُسے ہلکے سے جھٹکے سے اپنے قریب کیا تھا.

"تم جیسی خود سر لڑکیوں کو عقل تب ہی آتی ہے جب وہ اپنا بہت زیادہ نقصان کر چکی ہوتی ہیں. ابھی بھی ٹائم ہے سنبھل جاؤ، مجھ سے آگے نکلنے کے طریقے اور بھی بہت ہیں." اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باور کرواتا اُسے آزاد کرتا وہاں سے نکل گیا تھا.

اس کی بات یشفہ کو ایک پل کے لیے ٹھیک بھی لگی تھی مگر جلد ہی اندر کی ضد اور انا نے اُسے اِس بارے میں مزید سوچنے نہیں دیا تھا.

"جاہل انسان! کاش کہ کوئی کیس اِس کو جیل میں ڈالنے کا ہو مزا آجائے." یشفہ اپنا رُخ ہوتا ہاتھ مسلتی کھلے دروازے کو گھور کر رہ گئی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

"مامایہ بھائی اور بابا کہاں ہیں؟ آئے کیوں نہیں ابھی تک؟" عرزش ڈائننگ ٹیبل پر صرف مسرت بیگم کو بیٹھا دیکھ حیرانگی سے بولی کیونکہ ہمیشہ سے وہ سب گھر والے رات کا کھانا مل کر ہی کھاتے تھے. اِس لیے آج اُن کی غیر موجودگی اُسے کافی عجیب لگی تھی.

"تمہارے بابا کی کال آئی تھی. اچانک کوئی بہت ضروری کام آگیا ہے. جس کی وجہ سے اُن لوگوں کو لاہور جانا پڑ گیا. صہیب اور ریاض بھائی بھی ساتھ ہی گئے ہیں اُن کے." مسرت بیگم کے بتانے پر عرزش کچھ نہیں بولی تھی. وہ اپنے پاپا اور بھائی کے بہت قریب تھی. آج اُن کے بغیر کھانا کھانا اُس کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا. جس بات کو مسرت بیگم نے بھی نوٹ کر لیا تھا اور اب وہ اُس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اُس کا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی تھیں.

عرزش کا تعلق ایک متوسط سفید پوش گھرانے سے تھا. اُس کے پاپا سہیل امجد نے کچھ عرصے پہلے اپنا سارا سرمایہ لگا کر ایک چھوٹا سا کاروبار شروع کیا تھا. جو اُن کی مسلسل محنت اور لگن کی وجہ سے آج کافی ترقی اختیار کر گیا تھا. جس میں اب اُن کے اکلوتے بڑے بھائی ریاض امجد بھی اپنا کچھ سرمایہ لگا کر تیس پرسنٹ شیئرز کے مالک بن چکے تھے. دونوں بھائی اپنے بچوں کے ساتھ مل کر بہت اچھے سے اپنا کاروبار مزید بڑھانے کی کوششوں میں تھے.

سہیل امجد اور مسرت بیگم کی دو ہی اولادیں تھیں. بڑا بیٹا دانیال اور اُس کے بعد عرزش. جس میں سہیل صاحب اور دانیال کی جان بستی تھی اور یہی حال عرزش کا بھی تھا. اُن دونوں کے بغیر ایک پل رہنا عرزش کے لیے محال تھا. دانیال اُس کا بھائی کم دوست زیادہ تھا. جس سے اپنی ہر بات شیئر کرنا عرزش پر فرض تھا. وہ اُسے کچھ بھی بتائے بغیر نہیں رہ سکتی تھی.

سہیل امجد اور مسرت بیگم کے لے اپنی اولاد کا یہ پیار ہی زندگی کا سکون تھا. وہ لوگ اپنی زندگی سے بہت ہی خوش اور مطمئن تھے.

سہیل امجد کے بھائی ریاض امجد کا ایک ہی بیٹا تھا صہیب. جو اکلوتے پن کی وجہ سے ملنے والے بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے تھوڑا بگڑا ہوا تھا. بچپن میں ہی ریاض امجد کی ضد پر عرزش کو صہیب کے ساتھ منسوب کر دیا گیا تھا۔ بڑے ہو کر دانیال اور عرزش کو جیسے ہی اِس بات کا پتا چلا تھا. عرزش تو اپنے والدین کی رضامندی سمجھتے خاموش ہو گئی تھی مگر دانیال نے اِس کے خلاف کافی احتجاج کیا تھا. جس کے جواب میں سہیل صاحب نے اُس وقت تو اُسے مصلحتاً ڈانٹ کر چپ کروا دیا تھا. مگر وہ خود بھی اندر سے اِس بات کے حق میں نہیں تھے. وہ اپنی سمجھدار، پڑھی لکھی قابل بیٹی کو اپنے بگڑے کام چور بھتیجے کے ساتھ بیاہنے کے حق میں بالکل نہیں تھے.

وہ مناسب وقت کے انتظار میں تھے. وہ نہیں جانتے تھے کہ قسمت اُن کے ساتھ کچھ اور ہی کھیل کھیلنے والی تھی.

□□□□□□□□□□□□

"اسلام وعلیکم !بیوٹی فل لیڈی اینڈ مائی ہینڈسم بوائے۔ "یشفہ چہکتے ہوئے انداز میں اُن دونوں کو سلام کرتی اندر داخل ہوئی تھی مگر آگے سے ویسی ہی گرم جوشی والا جواب نہ پا کر وہ سمجھ گئی تھی کہ اُس کے لیٹ ہو جانے کی وجہ سے یہاں کا ماحول فی الحال گرم ہے.

"ہاشم صاحب !میں اپنے کمرے میں آرام کرنے جا رہی ہوں. کوئی بھی مجھے ڈسٹرب نہ کرے۔ "فردوس بیگم صوفے سے اُٹھتی ہوئی بولیں. یشفہ اُن کا اشارہ اچھے سے سمجھ رہی تھی. اُن دونوں کے نروٹھے انداز پر اُسے ٹوٹ کر پیار آیا تھا. یہی دونوں تو تھے اُس کی کل کائنات، اِن دونوں کے بغیر وہ اِس دنیا میں کچھ نہیں تھی.

"دادی جان !پلیز ایک منٹ بیٹھیں نا میری بات تو سنیں. ایک بہت ضروری کام آگیا تھا اِس وجہ سے میں تھوڑی سی لیٹ ہو گئی. "یشفہ اُن کے دونوں جھریوں ذدہ ہاتھ اپنی گرفت میں لیتے بولی.

"یہ تھوڑی سی دیر ہے، ٹائم دیکھا ہے تم نے۔ کیا ہو رہا ہے. تم اچھے سے جانتی ہو ملک کے حالات کو. مگر تمہارے ایڈونچر ختم ہی نہیں ہوتے. "فردوس بیگم کی بات پر یشفہ منہ نیچے کیے بہت ہی معصوم صورت بنائے ہولے سے سوری کر رہی تھی.

جبکہ اُس کی نوٹنکی پر ہاشم صاحب مسکرا کر رہ گئے تھے.

"پلیز آج لاسٹ ٹائم معاف کر دیں۔ آئندہ ایسا بالکل بھی نہیں ہو گا. "یشفہ لجاجت سے کہتی اُنہیں واپس بٹھا چکی تھی.

یشفہ ابھی بہت چھوٹی سی تھی، جب ایک حادثے میں اُس کے ماں باپ کی ڈیتھ ہوگئی تھی. جس کے بعد اُسے اُس کے دادادادی نے ہی پالا تھا. وہ دونوں شاید اپنے اکلوتے جوان بیٹے بہو کی موت کے غم سے شاید کبھی نا نکل پاتے اگر یشفہ کا معصوم ننھاوجود نہ ہوتا اُن کے پاس.

یشفہ کی چھوٹی چھوٹی شرارتیں اُن دونوں کو زندگی کی طرف واپس لے آئی تھیں. اُنہوں نے ماں باپ سے بڑھ کر یشفہ کو پیار اور شفقت سے نوازا تھا اور یشفہ بھی اُن دونوں کے دم پر ہی سب کچھ تھی. وہ دونوں ہی اُس کی کُل کائنات تھے. وہ دونوں اُس کے لیے ماں باپ، بہن بھائی اور دوست سب کچھ تھے. جن سے بلا جھجک وہ اپنے دل کی ہر بات، ہر خواہش شئیر کرتی تھی.

اِس وقت بھی یہی ہو رہا تھا. وہ اُن دونوں کو اپنے سب سے بڑے دشمن زیاد شیرازی کے بارے میں بتا رہی تھی.

یشفہ کو بچپن سے ہی وکیل بننے کا بہت شوق تھا. جس کو دیکھتے ہاشم صاحب اور فردوس بیگم نے بھی اُسے پوری طرح سے سپورٹ کیا تھا. جس کے بعد اپنی بے انتہا محنت اور لگن سے یشفہ کچھ ٹائم پریکٹس کے بعد ہائی کورٹ میں بطور ایک نڈر وکیل اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوگئی تھی.

جہاں اُس کی ملاقات زیاد شیرازی سے ہوئی تھی. اُن کا پہلا ٹکراؤ ہی کافی بُرے انداز میں ہوا تھا. کیونکہ زیاد نے، یشفہ کا پہلا کیس اس کے لڑنے سے پہلے ہی ختم کروادیا تھا. نجانے اُس نے ایسا کیا کیا تھا کہ یشفہ کے کلائنٹس اپنا کیس واپس لینے کے لیے تیار ہوگئے تھے. اُس دن سے لے کر آج تک اُن دونوں کی آپس میں نہیں بن پائی تھی. دونوں کی باتیں ہمیشہ لڑائی سے شروع ہو کر لڑائی پر ہی ختم ہوتی تھیں.

زیاد ایک بہت ہی کامیاب وکیل تھا. جو اب تک کوئی کیس نہیں ہارا تھا. یشفہ اِسی چکر میں کتنے کیس اُس کے مقابلے میں لڑ چکی تھی. مگر ہر بار زیاد اُسے ایک نئے طریقے سے ہرادیتا تھا کہ یشفہ کچھ سمجھ ہی نہیں پاتی تھی. یشفہ بھی باقی

سب کی طرح اندر ہی اندر زیاد کی قابلیت کو مانتی ضرور تھی مگر زبان سے اِس بات کا اقرار کرنا اُس کی طرف سے ناممکن عمل ہی تھا.

ہاشم صاحب اور فردوس بیگم نہ ہی کبھی زیاد شیرازی سے ملے تھے نہ بائے فیس اُسے دیکھا ہوا تھا. مگر یشفہ کی باتیں سن کر وہ اُس سے ملنے کے خواہشمند ضرور تھے. کیونکہ وہ اُنہیں کافی انٹرسٹنگ پرسنیلٹی لگا تھا.

□□□□□□□□□□□□

نوشیروان خانزادہ اپنے عالی شان آفس کے بڑے سے کمرے میں براجمان کرسی کی بیک سے سر ٹکائے آنکھیں موندے سگریٹ پینے میں مصروف تھا. سامنے ہی ٹیبل پر اُس نے اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا رکھی تھیں. اُس کا ایک پیر اضطراری انداز میں مسلسل ہل رہا تھا. پاس پڑی ایش ٹرے مکمل طور پر سگریٹوں سے بھر چکی تھی.

وہ اِسی پوزیشن میں مزید نجانے کتنی دیر بیٹھا رہتا جب موبائل کی آواز پر اُس کا دھیان بھٹکا تھا.

سکرین پر جگمگاتا نمبر دیکھ کر نوشیروان نے ایک گہری سانس ہوا میں خارج کی تھی. وہ اِس وقت کسی سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا. مگر اِس ہستی کو وہ شاید کبھی بھی نظرانداز نہیں کر سکتا تھا.

"جانتی ہوں بہت بڑی شخصیت بن چکے ہو تم. ہمارے لیے ذرا فرصت نہیں ہے تمہارے پاس. مگر آج صرف یہ پوچھنے کے لیے فون کیا ہے کہ ہمارے گناہوں کی سزا کب ختم ہو گی. کیا میں اپنے جیتے جی تمہاری شکل دیکھ پاؤں گی یا یوں ہی دل میں تمہیں ایک نظر دیکھنے کی تڑپ لیے اِس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گی. "سلام دعا کے بعد نصرت بیگم کی شکوے بھری آواز نوشیروان کے کانوں سے ٹکرائی تھی. جسے سن کر نوشیروان تلخی سے مسکرایا تھا.

"یہ بھی بہت اچھا ہے. خود کو ہر بات سے بری الذمہ کرتے ساری بات دوسرے کے کندھوں پر ڈال دی جائے." نوشیروان کی سرد آواز مزید سرد ہوئی تھی. شاید نصرت بیگم اُسے غلط ٹائم پر چھیڑ بیٹھی تھیں.

"نوشیروان میں نے کب کہا تم غلط ہو مگر جو وقت گزر چکا ہے. اُس کی تلخی کو اِس طرح دل سے لگائے رکھنا بھی ٹھیک نہیں ہے." نصرت بیگم نے ایک بار پھر اپنی سی کوشش کرتے اس کے اندر کی نفرت کو ختم کرنے کی ٹھانی تھی.

"تو آپ چاہتی ہیں میں وہ سب کچھ بھول جاؤں. معاف کر دوں سب کچھ. اپنی خوشیوں کا قتل بخش دوں؟" نوشیروان کے چہرے پر اذیت رقم ہوئی تھی.

"ہاں اگر یہ سب تمہاری آنے والی زندگی کے لیے بہتر ہے تو بھول جاؤ سب." نصرت بیگم نے اپنے لفظوں پر زور دیتے کہا تھا.

"تو پھر سن لیں آپ کہ ایسا کبھی بھی ممکن نہیں ہو گا. نہ میں وہ سب بھولوں گا اور نہ ہی کبھی کسی کو معاف کروں گا اور پلیز آپ نے اگر یہی بات کرنے کے لیے مجھے کال کی ہے تو میرے خیال میں آپ اپنا اور میرا ٹائم ہی ضائع کریں گی." نوشیروان واپس خود پر خول چڑھاتے اپنے مخصوص ہٹ دھرم لہجے میں بولا.

جبکہ اُس کے سخت الفاظ پر نصرت بیگم کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے تھے.

"کب ملنے آ رہے ہو اپنی اِس بوڑھی دادی سے. مجھے بس اتنا بتا دو. پھر تمہارا ٹائم ضائع نہیں کروں گی." نصرت بیگم کی بات پر نوشیروان نے ایک اور سگریٹ سلگایا تھا.

"اگر وہ دو ہستیاں خانزادہ مینشن میں موجود ہیں تو شاید کبھی نہیں. ابھی مجھے ایک بہت ضروری کام ہے میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں. اوکے خدا حافظ. "نوشیر وان اُن کی مزید کوئی بھی بات سنے بغیر عجلت میں کہتا فون رکھ چکا تھا.

نوشیر وان کا موڈ پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو چکا تھا. ہاتھ میں پکڑا سلگتا سگریٹ مٹھی میں مسلتے اس کی جلن محسوس کر کے اُس نے اپنی اندر لگی آگ کو کم کرنا چاہا تھا.

مگر اگلے ہی لمحے کرسی پر پڑا کوٹ اُٹھاتے وہ آفس سے باہر نکل گیا تھا.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

جاری ہے---

چپکے سے اتر مجھ میں

فرواخالد

قسط2

نوشیر وان اِس وقت اپنے اندر اتنی بے چینی محسوس کر رہا تھا کہ وہ بنا گارڈز اور ڈرائیور کے خود ہی گاڑی لے کر نکل آیا تھا. وہ جتنا اپنے ماضی سے بھاگنا چاہتا تھا. اُن سب باتوں سے دور رہنا چاہتا تھا ہر بار اُس کو سب کچھ واپس یاد دلا دیا جاتا تھا. ابھی بھی دادی جان سے بات کرنے کے بعد اُس کا موڈ سخت بگڑ چکا تھا جو اتنی جلدی ٹھیک ہونے والا بالکل بھی نہیں تھا.

کافی دیر گاڑی بے وجہ سڑکوں پر دوڑاتے ہوئے آخر کار نوشیر وان نے بنا ارد گرد کا جائزہ لیے سڑک کے کنارے پارک کر دی تھی. گاڑی کی سیٹ سے سر لکائے آنکھیں موندے اُسے چند منٹ ہی گزرے تھے جب ایک کھکھلاتی، زندگی سے بھرپور نسوانی ہنسی نوشیر وان کے کانوں سے ٹکراتے نوشیر وان کو بہت ہی خوشگوار احساس بخش گئی تھی.

پٹ سے آنکھیں کھولتے نوشیر وان نے ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں اِس آواز کی سمت کا تعین کرنا چاہا تھا جب گاڑی سے چند قدم کے فاصلے پر ہی ایک گول گپوں والی ریڑھی کے پاس اُسے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر وہ لڑکی زور و شور سے ہنستی نظر آئی تھی. ہنسنے کی وجہ سے اُس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ چکے تھے مگر اُس کی ہنسی رُکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی. اُس لڑکی کو یک ٹک دیکھتے نجانے کب نوشیر وان کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی تھی.
اُس کی معصوم بے ریا ہنسی اُس کے بھولے سے چہرے پر بہت خوبصورت لگ رہی تھی.

نوشیر وان کی یادداشت بہت تیز تھی. اِس لیے وہ پہچان گیا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جو اُس دن پارکنگ میں اُس سے لڑنے آئی تھی. آج بھی وہ اپنی اُسی دوست کے ساتھ موجود تھی.

نوشیر وان کو یہ منظر اِس وقت دنیا کا سب سے خوبصورت اور سکون بخش منظر لگا تھا. اُس کا دل چاہا تھا کہ یہ لڑکی ایسے ہی ہنستی جائے اور وہ اپنا ہر کام اپنی ہر بے چینی بھلائے اُسے ایسے ہی یک ٹک دیکھتا جائے.

عرزش نایاب کو زبردستی گول گپے کھلا رہی تھی. جس کے جواب میں نایاب کی بگڑتی شکل دیکھ کر عرزش سے اپنی ہنسی پر قابو پانا بہت مشکل ہو رہا تھا اور اب تو ہنس ہنس کر اُس کی پسلیوں میں درد ہو رہا تھا.
اِس بات سے انجان کہ وہ شخص جس میں غرور اور اکڑ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی. اپنی کروڑوں کی میٹنگ بھلائے صرف اُس کی معصوم بے ریا ہنسی دیکھنے کی خاطر کب سے وہاں بیٹھا ہوا تھا.
نوشیروان تب تک اُسے یوں ہی بیٹھا دیکھتا رہا تھا جب تک کہ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے رخصت نہیں ہو گئی تھیں. اُس کی نگاہوں سے او جھل ہوتے ہی نوشیروان اپنے حواسوں میں لوٹا تھا.

اور زندگی میں پہلی بار اُسے خود پر ہی حیرت ہوئی تھی. اِس کیفیت کے زیرِ اثر نجانے اُس کے کتنے ہی دن گزر جاتے تھے مگر آج اِس لڑکی نے چند لمحوں میں ہی اُس کا سارا اضطراب ساری بے چینی دور کر دی تھی.
کچھ لمحے پہلے کا منظر یاد کرتے ابھی بھی نوشیروان کے لب مسکرا رہے تھے. جب اچانک فون کی آواز پر ایک دم اُس کا سارا فسوں ٹوٹا تھا. خان کی کال دیکھ نوشیروان نے یس کا بٹن پریس کرتے فون کان سے لگایا تھا.
"ہاں خان! میں بالکل ٹھیک ہوں. نہیں تمہیں میرے پیچھے آنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود آ رہا ہوں. "فون بند کر کے نوشیروان نے عرزش کی چھوڑی گئی جگہ کو گھورتے ایک گہرا سانس ہوا میں خارج کیا تھا اور گاڑی سٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی تھی.

□□□□□□□□□□□□

"بس بہت ہو گیا بابا. آپ تایا جان کو آج ہی انکار کریں عرزش کے رشتے کے لیے. وہ صہیب کسی صورت میری بہن کے قابل نہیں ہے. " دانیال غصے کے باوجود بھی آواز کو دھیما رکھے گویا ہوا تھا.
"دانیال! تم میری بات کیوں نہیں سمجھتے، رشتے اِس طرح ختم نہیں ہوتے. میں بعد میں کسی دن آرام سے بھائی صاحب سے بات کروں گا. تم اِس معاملے میں کچھ نہیں بولو گے. " سہیل صاحب کی بات پر دانیال نے ایک پُر شکوہ نظر اُن پر ڈالی تھی.

"آخر ہوا کیا ہے؟ کچھ مجھے بھی تو پتا چلے. جب سے آپ دونوں آئے ہیں، آپس میں ہی اُلجھ رہے ہیں. ایسا کیا ہو گیا ہے وہاں دانیال، جو تم اتنے غصے میں ہو." کب سے خاموشی سے بیٹھی اُن کی بحث سنتی مسرت بیگم آخر بیچ میں بول ہی پڑی تھیں.

"ماما! وہ صہیب صرف نکما ہی نہیں بلکہ ایک نمبر کا آوارہ مزاج اور بُری صحبت کا مالک ہے. وہ نشہ کرتا ہے. کل رات جب ہم سب میٹنگ میں مصروف تھے تو وہ اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ایک کلب میں شراب پیتے ہوئے پکڑا گیا تھا. میٹنگ کے بعد اُسے حوالات سے چھڑوا کر لائیں ہیں ہم اور بابا کو پتا نہیں اب بھی اُس میں کونسی اچھائی نظر آرہی ہے کہ یہ رشتہ ختم ہی نہیں کر رہے. ماما اب آپ ہی سمجھائیں کچھ پاپا کو. میری بات تو یہ سیریس ہی نہیں لے رہے." دانیال اپنی بات ختم کرتا وہاں سے نکل گیا تھا. اُس کو پہلے ہی صہیب ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا مگر کل والی حرکت کے بعد تو دانیال ایک پل کے لیے بھی عرزش کے ساتھ اُس کا حوالہ برداشت نہیں کر سکتا تھا.

"بات تو دانیال کی بالکل ٹھیک ہے. صہیب کسی صورت بھی ہماری عرزش کے قابل نہیں ہے اور بجائے اپنی حرکتیں سدھارنے کے وہ دن بہ دن مزید بگڑتا جا رہا ہے." مسرت بیگم فکرمندی سے سہیل صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں. وہ اچھے سے جانتی تھیں کہ سہیل صاحب اپنے بڑے بھائی سے کتنا پیار کرتے ہیں. وہ کسی صورت اُن سے تعلقات خراب نہیں کرنا چاہتے تھے مگر اب سوال اُن کی جان سے عزیز بیٹی کا تھا. جس کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتے تھے.

"میں نے کب کہا ہے کہ دانیال غلط کہہ رہا ہے مگر جس طرح کے جذباتی پن کا وہ مظاہرہ کر رہا ہے وہ بالکل غلط ہے. کل بھی اس نے بھائی صاحب اور صہیب کو بہت کچھ سنایا تھا. وہ تو اپنی غلطی کی وجہ سے صہیب بہت شرمندہ تھا ورنہ ضرور اِن دونوں کی وہاں لڑائی ہو جاتی تھی. میں کسی صورت بھی بھائی صاحب سے اپنے تعلقات خراب نہیں کرنا چاہتا. اِس لیے مناسب موقع کی تلاش میں ہوں تاکہ تحمل سے اُنہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں اور تم سب کو پریشان ہونے کی ضرورت بالکل نہیں ہے. میں اپنے جیتے جی تو کبھی بھی عرزش کو اِس اندھے کنویں میں نہیں جھونکوں گا."

سہیل صاحب پر سوچ انداز میں بولتے ہوئے مسرت بیگم کو بہت حد تک مطمئن کر گئے تھے.

□□□□□□□□□□□□

"میم! چوہدری فیاض کے خلاف جو لوگ ابھی کیس لڑ رہے ہیں. ایک سال پہلے زیاد شیرازی اُن کے خلاف ہوا ایک کیس جیت چکے ہیں. میں اُس بارے میں زیادہ تو نہیں جانتی لیکن بس اتنا جانتی ہوں کہ اگر اُس کیس کی فائل ہمارے ہاتھ لگ جائے تو ہمیں بہت فائدہ ہو سکتا ہے." یشفہ کی اسسٹنٹ فریحہ اُسے اپنی اکھٹی کی گئی معلومات سے آگاہ کرتے بولی.

"فائدہ تو تب ہو گا نا جب وہ فائل ہمارے ہاتھ لگے گی اور تمہیں کیا لگتا ہے وہ فضول انسان مجھے وہ فائل دے گا، کبھی بھی نہیں." فریحہ کی بات سن کر ایک بار تو یشفہ کی آنکھیں چمکی تھیں مگر زیاد کا سوچتے وہ جل بھن کر رہ گئی تھی.

"مگر میم! کوشش کرنے میں کیا حرج ہے اور جس طرح زیاد سر خود کہتے ہیں اچھے کام کرنے کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کرنا بھی غلط نہیں ہے تو کیوں نا اُن کی بات اُنہی پر پلٹی جائے؟" فریحہ کی بات پر یشفہ نے نا سمجھی سے اُس کی طرف دیکھا تھا مگر جیسے ہی اُسے فریحہ کی بات سمجھ آئی اُس نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا.

"نہیں یہ غلط ہے. ہم ایسا نہیں کریں گے." یشفہ کے صاف انکار پر فریحہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی.

"میم! ہمارے پاس ٹائم بہت کم ہے اور ابھی تک کوئی اہم ثبوت ہمارے ہاتھ نہیں لگا." فریحہ اپنا ایک آخری تیر پھینکتی وہاں سے نکل گئی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا تیر بالکل نشانے پر لگا ہے. یشفہ نا چاہتے ہوئے بھی اِس بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی.

"بات تو فریحہ ٹھیک کہہ رہی ہے. وقت بہت کم ہے ہمارے پاس مگر کیا یہ کرنا مناسب ہو گا اگر میں پکڑی گئی تو اُس شخص نے تو طعنے دے دے کر مار دینا ہے مجھے اور کیا پتا سب کے سامنے بدنام بھی کر دے. اُس سے کسی بات کی توقع بھی کی جا سکتی ہے." یشفہ ایک الگ ہی کشمکش میں اُلجھ چکی تھی. کافی دیر کی غور و فکر کے بعد وہ فیصلہ کرتی ہوئی اپنے آفس سے نکل آئی تھی.

□□□□□□□□□□□

"واہ بھئی یہ معجزہ کیسے ہو گیا؟ میری پرنسز کچن میں کیا کر رہی ہے؟؟ آج کس بات کی سزا دینے کا ارادہ ہے تمہارا، اپنے ہاتھ کا کھانا کھلا کر۔" دانیال کچن میں داخل ہوتا ہمیشہ کی طرح عرزش کی ٹانگ کھینچتے ہوئے بولا کیونکہ عرزش کو کھانا بنانا بالکل نہیں آتا تھا۔ جب بھی اُسے ٹائم ملتا تھا۔ وہ کوشش ضرور کرتی تھی کُکنگ کرنے کی مگر ہمیشہ کچھ عجیب سی چیز ہی بن جاتی تھی۔ جس پر دانیال اُس کا خوب ریکارڈ لگاتا تھا۔

"فکر مت کریں، میں آپ کے لیے کچھ نہیں بنا رہی۔ ماما بنا رہی تھیں بریانی۔ ابھی ان کی کال آئی ہے تو مجھے چیچ ہلانے کے لیے کہہ کر گئی ہیں۔" دانیال کے مذاق اُڑانے پر عرزش منہ بسورتے ہوئے بولی۔ جس پر ہمیشہ کی طرح دانیال کو بے حد پیار آیا تھا۔

"اچھا ویسے یہ اہتمام ہو کس خوشی میں رہا ہے؟ کہیں تم اِس سال میں اب اپنی تیسری بار برتھ ڈے سیلیبریٹ تو نہیں کروا رہیں؟" دانیال نے ایک بار پھر اُسے چھیڑا تھا کیونکہ اُسے اپنی برتھ ڈے منانا بہت پسند تھا۔ وہ اسلامی مہینے کے مطابق بھی اپنی سالگرہ مناتی تھی اور دانیال سے ڈھیروں گفٹ وصول کرتی تھی۔

"بھائی! اب میں اتنی بھوکی بھی نہیں ہوں اور یہ اہتمام میری برتھ ڈے کے لیے نہیں ہے۔ تایا ابا کی فیملی آج رات ڈنر پر آ رہی ہے۔ اُسی سلسلے میں یہ اہتمام ہو رہا ہے۔" عرزش کی بات پر پاس پڑی سلاد کی طرف جاتا دانیال کا ہاتھ ساکت ہوا تھا۔

"کیوں وہ لوگ کس خوشی میں آ رہے ہیں؟" دانیال کے ماتھے پر شکنیں نمایاں تھیں مگر اپنے لہجے کو کافی حد تک نارمل رکھتے اُس نے پوچھا تھا۔

"کچھ پتا نہیں، پاپا کو ہی کال آئی تھی اُن کی۔" دانیال کو صہیب کا سوچتے ہی بلاوجہ کا غصہ آ رہا تھا۔ وہ جتنا اپنی بہن کو اُس سے دور رکھنا چاہتا تھا اُتنا ہی اُس کے سامنے کے مزید مواقع بن جاتے تھے۔

"اوکے تم اِس کو چھوڑو اور تیار ہو جاؤ۔ تمہیں باہر لے کر جانا ہے۔ تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے۔" عرزش کو اپنے تایا ابو کی فیملی بالکل بھی پسند نہیں تھی۔ اُسے وہ سب بہت ہی بناوٹی لگتے تھے۔ اِس لیے باہر جانے کا سن کر وہ بہت خوش تھی۔

"مگر بھائی ماما نہیں جانے دیں گی اور شاید پاپا کو بھی بُرا لگے۔" ماما پاپا کا سوچتے عرزش کا سارا جوش واپس بیٹھ گیا تھا۔
"تم اُن کی فکر مت کرو۔ اُنہیں میں منالوں گا۔ تم بس جلدی سے جا کر تیار ہو جاؤ۔" دانیال کی بات پر عرزش چولہے کی آنچ ہلکی کرتی، جلدی سے اپنے روم کی طرف بھاگی تھی جبکہ دانیال بھی مسرت بیگم سے بات کرنے اُن کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔
دانیال کا آج کہیں بھی جانے کا کوئی پروگرام نہیں تھا مگر وہ اس صہیب کا سایہ بھی اپنی بہن پر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے دانیال نے اُسے اپنے ساتھ باہر لے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

یشفہ کو ساتھ کام کرتے اتنا تو معلوم ہو چکا تھا کہ زیاد اپنے کیس کی کوئی بھی فائل اپنے آفس میں نہیں رکھتا تھا۔ اِس لیے وہ اُس کے آفس کی تلاشی لینے کے بجائے سیدھا اُس کے فلیٹ پر پہنچی تھی۔
زیاد اِس وقت فلیٹ پر موجود نہیں تھا۔ جس میں اُس کے لیے فائدے کے ساتھ ساتھ نقصان بھی یہ تھا کہ دروازہ لاک تھا اور اب اُسے کھڑکی کے راستے اندر جانا تھا۔
یشفہ کے پاس زیادہ ٹائم نہیں تھا۔ زیاد کسی وقت بھی آسکتا تھا۔ اِس لیے اپنا دوپٹہ کمر پر باندھتے وہ پائپ کا سہارا لے کر اُوپر چڑھتی دوسری منزل پر موجود کھڑکی کی طرف بڑھی تھی۔ بہت ہی مشکل سے کھڑکی کے آگے بنے شیڈ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر سیدھا ہوتے یشفہ کا سانس بُری طرح پھول چکا تھا۔

"اُف میرے خدا یہ چوری کرنا بھی کتنا مشکل کام ہے۔" یشفہ نے شیڈ کے اوپر چڑھتے کھڑکی کو ہلکا سا جھٹکا دیا تھا۔ جو ایک دو جھٹکوں کے بعد کھلتی چلی گئی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی یشفہ سامنے رکھے صوفے پر ڈھے سی گئی تھی۔ ہر طرف بالکل اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ایک دو منٹ کے آرام کے بعد وہ ٹارچ آن کرتی وہاں سے اُٹھی تھی اور پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں گھمانے لگی تا کہ اپنی بکھری سانسیں بحال کر سکے۔
جب اُس کی نظر کچھ فاصلے پر رکھے روم فریج پر پڑی۔ فریج کھول کر پانی کی بوتل نکال کر جتنے ریلیکس انداز میں وہ

پانی پی کر سانسیں نارمل کرتے یشفہ نے بوتل واپس اندر رکھی اور فائل کی تلاش میں سامنے لگی دیوار گیر الماری کی طرف بڑھی.

ایک ایک کر کے ساری درازیں کھول کر فائل تلاش کرتے اُسے پندرہ منٹ ہو چکے تھے مگر فائل تھی کہ ملنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی.

"اِس شخص کا کوئی کام سیدھا ہے بھی؟ پتا نہیں فائل کہاں چھپا کر رکھی ہے؟" یشفہ ساتھ ساتھ زیاد کو بھی کوس رہی تھی. جب اچانک اُس کی نظر ایک لاکر پر پڑی تھی.

"کہیں اُس نے ساری فائل اِس لاکر میں تو نہیں رکھی ہوئیں اگر ایسا ہوا تو میری ساری محنت بے کار جائے گی."

یشفہ ابھی لاکر کو ہی گھور رہی تھی جب اُسے باہر دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی.

"اوہ نو، زیاد تو آگیا ہے اب میں کدھر جاؤں؟" دروازہ لاک کرنے اور قدموں کی آواز پر یشفہ ایک دم گھبرا گئی تھی اور چھپنے کے لیے بوکھلاہٹ میں پاس پڑے بیڈ کے نیچے جا گھسی تھی. کچھ سیکنڈز بعد اندر داخل ہوتے زیاد نے کمرے کی لائٹ آن کی. یشفہ اپنے یہاں آنے کے فیصلے پر جی بھر کر پچھتا رہی تھی. وہ کیوں فریحہ کے اسٹوپڈ سے مشورے میں آکر یہاں تک پہنچ گئی اگر زیاد کی اُس پر نظر پڑ گئی تو کتنی شرمندگی ہو گی اور وہ اُس کے ہوتے ہوئے یہاں سے نکلے گی کیسے.

یشفہ ابھی یہی سوچتے زیاد کے پیروں کی حرکت دیکھ رہی تھی. جب اچانک اُسے اپنے ہاتھ پر کوئی چیز چلتی محسوس ہوئی. اک پل کے لیے اُسے اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی. اس نے فوراً ہاتھ جھٹکا مگر جیسے ہی یشفہ کی نظر ہاتھ سے گرتے کاکروچ پر پڑی ایک زوردار چیخ اُس کے منہ سے برآمد ہوئی تھی.

نسوانی چیخ کی آواز پر واش روم کی طرف بڑھتا زیاد حیرت سے پلٹا تھا. بیڈ کے نیچے سے یشفہ چیخیں مار کر نکلتی زیاد کے قریب آکر اُس کا بازو دبوچ چکی تھی. زیاد بے یقینی سے خاموش کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا.

"وہ وہاں کاکروچ تھا، پلیز چیک کرو." یشفہ کی آواز ہلکی سی کانپ رہی تھی جبکہ زیاد کو اُس کی حالت دیکھ کر غصے کے ساتھ ساتھ ہنسی بھی آ رہی تھی. وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا. آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے. یشفہ اُس کے گھر میں اُس کے بیڈ کے نیچے کیا کر رہی ہے؟

وہ زیاد کے بازو کو جکڑے اپنا چہرہ چھپائے کھڑی تھی. جیسے کاکروچ نہیں کوئی جن بھوت دیکھ لیا ہو. زیاد سمجھ گیا تھا کہ وہ اِس وقت کچھ زیادہ ہی ڈر گئی ہے ورنہ اِس طرح اُس کے قریب کبھی نہ آتی.

"محترمہ! کاکروچ کا وہاں ہونا تو پھر بھی قابلِ قبول ہے مگر آپ میرے بیڈ کے نیچے کیا کر رہی تھیں؟" یشفہ جو ابھی تک کاکروچ کے خوف کے زیرِ اثر تھی. زیاد کی سنجیدہ آواز پر یک دم ہوش میں آئی تھی. اپنی پوزیشن اور زیاد کی خشمگیں نظروں کو دیکھتے اُس کا دل چاہا تھا، اپنا سر پیٹ لے. زیاد کا بازو چھوڑتی وہ فوراً پیچھے ہٹی تھی.
بچپن سے وہ کاکروچ سے بہت زیادہ ڈرتی تھی. یہ اُس کا سب سے بڑا فوبیا تھا. باقی ہر معاملے میں بہادر ونڈر یشفہ کاکروچ دیکھ کر بچی بن جاتی تھی اور آج بھی یہی ہوا تھا. وہ نا صرف پکڑی گئی تھی بلکہ اپنے سب سے بڑے دشمن کے سامنے اپنی کمزوری بھی ظاہر کر گئی تھی.

زیاد کے گھورنے پر یشفہ شرمندہ سی نظریں جھکائے خاموش کھڑی تھی.

"کیا ہوا؟ ہر وقت چھری سے بھی تیز چلنے والی زبان آج بند کیسے ہو گئی؟؟ اب اپنے یہاں ہونے میں بھی میری کوئی غلطی نکال لو." زیاد نے سینے پر بازو لپیٹتے اُس پر گہرا طنز کیا تھا.

"مجھے شمشیر علی والے کیس کی فائل چاہیے تھی. جانتی تھی تم آرام سے تو دو گے نہیں، اِس لیے یہاں سے لینے آ گئی." یشفہ بھی کہاں پیچھے رہنے والی تھی. چہرے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے ڈھٹائی سے بولی. وہ جانتی تھی وہ جتنا شرمندہ ہو گی یہ شخص اُسے اُتنا زیادہ تنگ کرے گا.

"مگر یہ غلط ہے. میں نے تمہیں رنگے ہاتھوں پکڑا ہے. چوری کا کیس کر سکتا ہوں تم پر. کیا پتا تم نے میری کچھ قیمتی چیز چرا لی ہو." زیاد اُس کے چہرے پر بکھری ڈراک براؤن بالوں کی لٹوں کو نظروں کی گرفت میں لیتے ہوئے بولا.

"یہاں ایسا کچھ نہیں ہے جو میں چرانا چاہوں اور ایک نہیں جتنے مرضی کیس کرنے ہیں کرو مجھ پر. مگر ابھی جانے دو مجھے یہاں سے. "اُسے اپنے سامنے بالکل دیوار بنے کھڑا دیکھ کر یشفہ چڑتے ہوئے بولی کیونکہ زیاد کی نظریں اُسے بہت غصہ دلا رہی تھیں.

"اگر میں کہوں کہ تم میری سب سے قیمتی چیز چرا چکی ہو تو؟ "زیاد مخمور لہجے میں کہتا مزید اس کے دو قدم قریب ہوا تھا.

"تو میں کہوں گی کہ مجھ سے فلرٹ کرنے کی کوشش کی ضرورت بالکل بھی نہیں ہے. "یشفہ بنا اُس کے انداز سے گھبرائے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی. جس کے جواب میں زیاد کا ایک زوردار قہقہہ برآمد ہوا تھا.

" صحیح کہا، تم جیسی سر پھری لڑکی سے کوئی پاگل ہی فلرٹ کرے گا. "زیاد نے مسکراتے ہوئے اُس کا مذاق اڑایا تھا.

"میرا راستہ چھوڑو. مجھے جانا ہے. "یشفہ بہت مشکل سے ضبط کرتی بولی اگر وہ اِس وقت اُس کے گھر میں تنہا نہ کھڑی ہوتی تو ضرور اِس بات کا کرارا سا جواب دیتی.

" تمہیں میں نے کہا تھا اِس کیس کو چھوڑ دو. بہت خطرناک لوگ ہیں یہ. چوہدری فیاض اچھا آدمی بالکل بھی نہیں ہے. اُس کو سپورٹ کر کے نقصان اُٹھاؤ گی. "زیاد ایک دم سنجیدہ ہوتے بولا.

" تمہیں میں نے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہہ رہی ہوں. میرے معاملات میں پڑنے کی ضرورت بالکل نہیں ہے. میں اچھے سے جانتی ہوں کیا میرے لیے ٹھیک ہے اور کیا غلط اور اِس طرح تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے گھر آ کر میں نے جو حرکت کی ہے. اُس کے لیے آئم رئیلی سوری. میں نے تمہاری کوئی چیز نہیں چرائی تم دیکھ سکتے ہو. "یشفہ سرد لہجے میں زیاد کو خاموش کرواتی باہر کی طرف بڑھی تھی.

"میری بات مان لو. ایسا نہ ہو بعد میں اِس بات پر پچھتانا پڑے." زیاد اُسے کسی طرح بھی باز رکھنا چاہتا تھا. اِس لیے ایک بار پھر اُس کے راستے میں آتے ہوئے بولا.

"نہ آج تک میں اپنے کسی فیصلے پر پچھتائی ہوں نہ آگے ایسا کبھی ہو گا. اِس لیے تمہیں میرے لیے پریشان ہونے کی ضرورت بالکل نہیں ہے. میرا راستہ چھوڑو." یشفہ نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا تھا اور دروازے کی طرف بڑھنا چاہا تھا جب زیاد نے ایک بار پھر اُسے روک دیا تھا.

"یہاں سے نہیں، جس راستے سے آئی ہو وہیں سے جاؤ." زیاد کی بات پر یشفہ نے اُسے گھورا تھا.

"تم پاگل ہو گیا؟ یہاں سے کیسے جا سکتی ہوں میں." یشفہ کو اُس سے اِس بات کی امید بالکل نہیں تھی.

"جیسے آئی تھیں ویسے ہی جاؤ۔ یہاں سوسائٹی میں میری بہت عزت ہے۔ اتنی رات میں ایک لڑکی کو میرے گھر سے نکلتے دیکھ لیا کسی نے تو میرا نام خراب ہو سکتا ہے." زیاد آنکھوں میں شرارت لیے اُسے چھیڑتے ہوئے بولا جبکہ اُس کی بات یشفہ کو مزید تپا گئی تھی.

"تم !میری سوچ سے بھی زیادہ فضول انسان ہو." یشفہ اُس کو ایک طرف دھکیلتی ہوئی جلدی سے باہر نکل گئی تھی. زیاد ہنستے ہوئے دروازہ اَن لاک کرنے اُس کے پیچھے ہی آ گیا تھا.

بچپن میں ہی زیاد کی والدہ کی ڈیتھ ہو چکی تھی. جس کے کچھ عرصے بعد اُس کے والد نے دوسری شادی کر لی تھی. اس کے بابا اس سے بہت پیار کرتے تھے. پہلے پہل تو وہ ان کے ساتھ ہی رہتا تھا مگر بعد میں جیسے ہی اس نے محسوس کیا کہ اُس کی سوتیلی ماں کو اُس کا وہاں رہنا پسند نہیں تو اپنے بابا کے بہت زیادہ اسرار کے باوجود بھی وہ الگ رہنے لگا تھا. پہلے ہاسٹل میں اور پھر پڑھائی ختم ہونے کے بعد اُس نے اپنا فلیٹ لے لیا تھا. تب سے وہ یہاں اکیلا ہی رہتا تھا.

شروع سے تنہا ہونے کی وجہ سے اُسے اب اکیلا رہنا اچھا لگتا تھا. اُس کے دوست بھی بہت کم تھے اور وہ لوگوں سے بہت کم ہی گھلتا ملتا تھا مگر جب سے اُس کی ملاقات یشفہ سے ہوئی تھی. اُس کے مزاج میں تھوڑا بدلاؤ آیا تھا.

اُسے یشفہ کو تنگ کرنے اُسے چڑانے اور خاص کر اُس سے باتیں کرنے میں بہت مزا آتا تھا. ایک سال ہو چکا تھا اُنہیں ایک ساتھ کام کرتے ہوئے. اُن کے درمیان دوستی تو بالکل بھی نہیں تھی۔ ہاں مگر یشفہ کی طرف سے رکھی گئی دشمنی ضرور موجود تھی. اس معصوم سی دشمنی کو اب زیاد بھی نبھا رہا تھا.
زیاد نہیں جانتا تھا کہ ایسا کیا ہے اُس کے اور یشفہ کے بیچ کہ اُسے یشفہ کی فکر ہوتی تھی. وہ یشفہ کے بارے میں اُس کے نام سے زیادہ کچھ نہیں جانتا تھا اور نہ کبھی جاننے کی کوشش کی تھی. جب سے اُسے پتا چلا تھا کہ یشفہ چوہدری فیاض کے کیس پر کام کر رہی ہے. اُس کی فکر مزید بڑھ گئی تھی. زیاد جانتا تھا چوہدری فیاض ٹھیک انسان بالکل نہیں ہے اور نہ ہی وہ شخص، جس کے خلاف یشفہ کیس لڑ رہی ہے مگر یشفہ اپنی خودسری میں اُس کی کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتی تھی.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

"پاپا! دیکھ لی آپ نے اپنے اُن سمجھدار اور فرمانبردار بھتیجے اور بھتیجی کی حرکت. وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہم لوگوں نے ڈنر پر آنا ہے. اِس لیے جان بوجھ کر مجھے نیچا دکھانے کے لیے کیا ہے یہ سب اُنہوں نے. "صہیب کا گھر واپس آکر بھی کسی صورت غصہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا.

وہ آج ریاض صاحب کے مجبور کرنے پر اُن کے ساتھ وہاں جا کر اپنی اُس دن والی حرکت کے لیے معافی مانگنے پر راضی ہوا تھا مگر ہمیشہ کی طرح اِس بار بھی دانیال اُسے نیچا دکھانے میں کامیاب ہو گیا تھا. جو بات صہیب کو مزید طیش دلا گئی تھی.

"شمیم! سمجھاؤ اپنے اِس بے وقوف بیٹے کو. اِس وقت ہمیں اُن کی ہر بات بنا ماتھے پر کوئی شکن لائے برداشت کرنی ہے. اِس وقت اُن کا پلڑا بہت بھاری ہے. جب تک صہیب اور عرزش کی شادی نہیں ہو جاتی، ہمیں اُن کے سامنے ایسے ہی رہنا ہوگا لیکن صہیب کی یہ فضول حرکتیں ضرور کچھ گڑبڑ کروائیں گی. جتنا میں اِسے سہیل اور دانیال کے سامنے اچھا بننے کو کہتا ہوں. یہ پھر کوئی ایسی حرکت کر دیتا ہے کہ دانیال ہم سے مزید بدظن ہو جاتا ہے. اُس دن

لاہور میں اِس کی حرکت پر جو شرمندگی اُن دونوں کے سامنے مجھے اُٹھانی پڑی، میں ہی جانتا ہوں مگر میرے اِن صاحب زادے کو تو پرواہ ہی نہیں ہے۔" ریاض صاحب صہیب سے اچھے خاصے نالاں نظر آرہے تھے۔

"ویسے میرا بیٹا اتنا بھی غلط نہیں ہے۔ کیا ہوا اِس عمر میں ہو جاتی ہیں ایسی حرکتیں لیکن آپ تو چاہتے ہیں میرا بیٹا اُن کا غلام بن کر رہے۔ اب اس معمولی سی لڑکی کی خاطر میرا بیٹا ایسا تو بالکل نہیں کر سکتا۔" شمیم بیگم عرزش کے ذکر پر نخوت سے سر جھٹکتی ہوئی بولیں۔ اپنے بیٹے کو بگاڑنے اور ہر غلط چیز کی شے دینے میں اُنہی کا ہاتھ تھا۔

"تم دونوں میری بات کیوں نہیں سمجھ رہے۔ میں نے ایسا کب کہا ہے کہ یہ اُن کا غلام بن کر رہے یا ہمیشہ کے لیے اُن کی ہر بات پر سر جھکائے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جب تک عرزش سے اِس کی شادی نہیں ہو جاتی، یہ تھوڑا سنبھل کر رہے اور اِس شادی کا مقصد تم دونوں بھی اچھے سے جانتے ہو۔ صرف عرزش کو بہو بنانا نہیں ہے بلکہ سہیل کے بزنس میں ففٹی پرسنٹ کی پارٹنرشپ حاصل کرنی ہے۔ جو کہ عرزش کے حصے کے طور پر ہمیں ملے گا۔ اُس کے بعد تم لوگ جو مرضی کرنا ہوا کر لینا مگر اِس وقت میری بات مانو، فائدے میں رہو گے کیونکہ میں بھی اب آفس میں مزید اپنے چھوٹے بھائی کے آڈرز فالو نہیں کر سکتا۔ جس طرح سب کے سامنے وہ اپنی ملکیت کا رُعب جماتا ہے۔ یہ سب اب میری برداشت سے باہر ہوتا جارہا ہے۔" ریاض صاحب کی آنکھوں میں بھی اپنے بھائی کے لیے بے پناہ نفرت واضح تھی۔

اُن کی بات سن کر وہ دونوں ماں بیٹا بھی مسکرائے تھے۔

"ایک بار یہ لڑکی میرے قبضے میں آجائے پھر بتاؤں گا میں اِسے اور اِس کے اُس بدتمیز بھائی کو۔" صہیب دل ہی دل میں آنے والے وقت کی پلاننگ کرتا خوش ہوا تھا۔

دانیال اور صہیب بظاہر تو فرسٹ کزنز تھے مگر بچپن سے لے کر اب تک اُن دونوں کے درمیان ایک اَن دیکھی جنگ چل رہی تھی جس کا آغاز شمیم بیگم کی طرف سے ہوا تھا

صہیب کی شادی اپنی بہن کی بیٹی سے کرنا چاہتی تھیں. اِس وجہ سے ریاض صاحب کے فیصلے سے وہ بالکل بھی خوش نہیں تھیں۔ وہ صہیب کو اپنے چچا کی فیملی سے بہت زیادہ بد ظن کر چکی تھیں.

مگر وہ نہیں جانتی تھیں کہ کہ اُن کی لگائی گئی یہ نفرت کی چنگاری کتنی بڑی تباہی لانے والی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

جاری ہے۔۔۔

چپکے سے اتر مجھ میں

از فروا خالد

قسط 3

"عرزش تھوڑا سا تو میک اپ کر لیتی. اتنی شاندار پارٹی ہے اتنے بڑے بڑے لوگ آئے ہوں گے. وہاں سب نے یہ سمجھنا ہے کہ میں اپنے ساتھ اپنی ماسی کو لے آئی ہوں. "نایاب کے بار بار ایک ہی بات کرنے پر اب عرزش بھی تپ چکی تھی.

"تم ایک کام کرو، گاڑی یہی روک دو. مجھے تمہارے ساتھ تمہاری اُس فضول پارٹی میں بالکل بھی نہیں جانا. ابھی اور اِسی وقت روکو گاڑی. "عرزش کو اچانک غصے میں آتا دیکھ کر نایاب گھبرا گئی تھی کیونکہ اگر عرزش کا موڈ خراب ہو جاتا تو نایاب کا اِس پارٹی میں جانے کا خواب، خواب ہی رہ جاتا.

نایاب کے آفس کی طرف سے ایک بہت بڑی کامیابی ملنے پر پارٹی کا اہتمام کیا گیا تھا. جس میں اسٹاف ممبرز کے ساتھ ساتھ تمام بزنس کلائنٹس کو بھی مدعو کیا گیا تھا. اِس کے علاوہ بھی بہت اہم شخصیات کی شرکت کے چانسز تھے اور نایاب اتنی شاندار پارٹی مس کرنے کے حق میں بالکل بھی نہیں تھی مگر ہمیشہ کی طرح اِس بار بھی اُسے پارٹی میں اکیلے جانے کی اجازت نہیں مل رہی تھی. اُس نے بہت مشکل سے عرزش کو ساتھ لے جانے کا کہتے اجازت حاصل کی تھی اور پھر پورے ایک دن کی محنت اُسے عرزش کو منانے میں لگی تھی.

آج وہ خود پارلر سے تیار ہوئی تھی اور عرزش کو بھی پارلر سے تیار ہونے پر اصرار کیا تھا مگر عرزش کو میک اپ بالکل بھی پسند نہیں تھا. اِس لیے اُس نے صاف انکار کر دیا تھا. اب جیسے ہی نایاب نے اُسے پک کیا تھا، عرزش کو سیاہ رنگ کی سادہ سی کلیوں والی فراک میں اپنے خوبصورت لمبے بالوں کا آگے سے نفیس سا ہیر سٹائل بنا کر چٹیا میں مقید کیے دیکھ کر نایاب نے اپنا ماتھا پیٹ لیا تھا. میک اپ کے نام پر عرزش نے ہلکے گلابی رنگ کا لپ گلوس لگا رکھا تھا. جو تقریباً نہ ہونے کے برابر ہی تھا.

"تم نے سنا نہیں، میں نے کہا گاڑی روکو. اپنے آفس والوں کے سامنے کبھی میں تمہیں پاگل، کبھی ماسی نظر آتی ہوں نا. اب تو نہیں جاؤں گی میں وہاں."

عرزش کو اچانک نایاب کی پچھلی حرکت بھی یاد آئی تھی۔

"اوہو میرا وہ مطلب بالکل نہیں تھا۔ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ ماسیاں ایسی ہوتی ہیں بھلا۔ پلیز ناراض مت ہو آئم سوری نا۔" نایاب کی پریشان رونی صورت دیکھ کر عرزش کو دل ہی دل میں بہت ہنسی آرہی تھی۔ جواب اُس کی منتوں پر اتر آئی تھی۔

"اچھا اچھا چل رہی ہوں ساتھ اب رونا نہیں ورنہ یہ جو آنکھوں میں تم نے کاجل کے ٹرک الٹائے ہیں، انہوں نے بہہ کر تمہیں بھوتنی بنا دینا ہے۔ جاؤ معاف کیا۔ کیا یاد کرو گی تم بھی، کس سخی دوست سے پالا پڑا ہے۔" عرزش کے ہنسنے پر نایاب اُسے گھور بھی نہ سکی تھی کہ کہیں پھر وہ ارادہ نہ بدل لے۔ وہ دونوں ایسی ہی تھیں ایک دوسرے کا ساتھ بھی دینے والیں اور ایک دوسرے کو زچ کرنے میں بھی پیچھے نہیں رہتی تھیں۔

نایاب نے گاڑی شہر کے سب سے بڑے ہوٹل کے سامنے روکی تھی۔ جہاں پہلے ہی بیش قیمت گاڑیوں کی لائنیں لگی ہوئی تھیں۔ نوشیروان خانزادہ کو پارٹیز کا زیادہ شوق نہیں تھا مگر جب بھی وہ پارٹیز کرتا تھا تو باقی سب کو پیچھے چھوڑ دیتا تھا۔ اُس کی ہر چیز ہی ہمیشہ شاندار ہوتی تھی بالکل اُس کی طرح۔

"نایاب یہ پارٹی ہی ہے نا۔ کہیں ہم غلطی سے کسی کے ولیمے میں تو نہیں گھس آئیں۔" عرزش آنکھیں پھاڑے اتنی خوبصورت اور اعلیٰ پیمانے کی سجاوٹ اور انتظامات دیکھ رہی تھی۔ جسے دیکھ کر کہا جا سکتا تھا کہ اِس سب پر لاکھوں کا نہیں بلکہ کروڑوں کا خرچ آیا ہے۔

"عرزش! یہ پینڈوؤں والی حرکتیں مت کرو۔ انسانوں کی طرح آگے دیکھ کر چلو۔ پہلے ہی تمہارا یہ حلیہ ہمیں سب کی نظروں میں مشکوک کر رہا ہے۔" نایاب کی بات پر عرزش نے فوراً نظریں موڑ لیں تھیں۔

عرزش کو لگ رہا تھا واقعی نایاب ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ یہاں اتنے سٹائلش لوگوں کے درمیان ماسی ہی لگ رہی تھی۔ نایاب بھی تقریباً اُن لوگوں جیسے حلیے میں تھی۔ بس ایک فرق تھا کہ نایاب کے کپڑے پورے تھے اور اُس نے دوپٹہ بھی ایک کندھے پر لے رکھا تھا ورنہ یہاں جس حلیے میں سب عورتیں گھوم رہی تھیں کہیں سے نہیں لگ رہا تھا، یہ ایک اسلامی ریاست ہے۔

عرزش نے میک اپ اور جیولری سے لدی پھندی اِن تمام عورتوں کے لباس دیکھ کر جھرجھری سی لی تھی۔

نایاب کو اپنی کولیگز کے ساتھ باتوں میں مصروف دیکھ کر عرزش قدرے الگ تھلگ کونے میں پڑے ایک ٹیبل کی طرف بڑھ گئی تھی. اُس نے اپنا بڑا سادوپٹہ اچھے سے سر پر اوڑھ لیا تھا اور وہاں بیٹھ کر ہر آتے جاتے بندے کا جائزہ لینے لگی تھی.

جب اچانک سب لوگوں میں ہلچل سی مچی تھی اور سب انٹرنس کی طرف متوجہ ہوئے تھے. جہاں سے چند منٹوں بعد بلیک تھری پیس میں ملبوس نوشیروان خانزادہ کی انٹری ہوئی تھی. اپنی مخصوص مغرور چال، وجیہہ شخصیت کی رعنائیاں بکھیرتا وہ گارڈز کے درمیان چلتا اندر داخل ہو رہا تھا.

وہاں موجود عورتیں کیا مرد بھی نوشیروان کے قدموں میں بچھے جا رہے تھے. ایسا لگ رہا تھا نوشیروان اِس پارٹی کا ہوسٹ نہیں بلکہ چیف گیسٹ ہو.

وہاں موجود نام نہاد ماڈرن عورتیں اپنی ذات کا وقار بھلائے نوشیروان خانزادہ کے نام اور پیسے کے پیچھے پاگل ہوتیں اُس کے گلے کا ہار بننے کی کوشش کر رہی تھیں.

عرزش توبہ استغفار کرتی اُس منظر سے نظریں پھیرتی اپنے موبائل پر مصروف ہو گئی تھی.

نوشیروان لوگوں سے ملنے میں مصروف تھا جب اچانک پرسنل فون بجنے پر ایکسکیوز کرتا وہ وہاں سے ہٹا تھا.

"تمہارے یہ ضروری کام آخر کب ختم ہوں گے؟ تمہارے بہانے روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں." نوشیروان اپنے اکلوتے فرینڈ زیاد شیرازی سے شکوہ کرتے ہوئے بولا. شاید اُس کی زندگی میں اُس کے خاص آدمی خان کے علاوہ یہ ایک ہی واحد ہستی تھی. جس سے وہ اتنی بے تکلفی سے بات کرتا تھا ورنہ زیاد اور خان کے علاوہ کوئی اُس کے اتنے قریب نہیں تھا.

زیاد سے بات کرتے اچانک نوشیروان کی نظر کچھ فاصلے پر موجود ٹیبل پر پڑی تھی.

اُس دن والی لڑکی کو وہاں بیٹھا دیکھ کر نوشیروان کی نظریں واپس پلٹنا بھول گئی تھیں.

سیاہ پاؤں تک آتے فراک میں نماز کے سٹائل میں دوپٹہ لیے، میک اپ سے پاک چہرے پر معصومیت اور پاکیزگی سجائے وہ نازک سی لڑکی نوشیروان کو اِس دنیا کا حصہ نہیں لگی تھی. ایسا لگتا تھا وہ راستہ بھٹک کر غلطی سے وہاں آنکلی ہو. اِس لڑکی کو آج وہ تیسری بار دیکھ رہا تھا مگر ہر بار وہ اُسے مختلف رُوپ میں ہی نظر آئی تھی. کبھی غصہ کرتے، کبھی ہر چیز سے بیگانہ ہو کر ہنستے ہوئے اور آج گم صم سا ہو کر ایک جگہ سمٹے ہوئے.

نوشیروان فون کان سے لگائے کتنے ہی لمحے یک ٹک اُسے دیکھے گیا تھا.
زیاد نے کافی دیر نوشیروان کو بلابلا کر آخرکار تھک ہار کر فون بند کر دیا تھا. نوشیروان ایک ٹرانس کی کیفیت میں اُس کی طرف بڑھ رہا تھا. وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیوں اِس سادہ سی، عام سی لڑکی میں اتنی کشش محسوس کر رہا ہے. یہ کیسی مقناطیسی کشش تھی جو اُس جیسے مضبوط اعصاب کے مالک شخص کو اپنا آپ بھلا دیتی تھی.
بہت سی نگاہوں نے نوشیروان کو عرزش کی طرف بڑھتے دیکھا تھا. جس طرح وہ عرزش کو دیکھ رہا تھا. یہ بات دیکھنے والوں کے لئے معمولی بالکل بھی نہیں تھی. جب اُسی وقت نوشیروان کے خاص آدمی خان کو کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا تھا. وہاں موجود میڈیا کی نظر نوشیروان کی چھوٹی سے چھوٹی حرکت پر تھی اور نوشیروان کو اِس طرح کسی لڑکی کو بے خود ہو کر دیکھتے ہوئے اُن کو اپنی خواہش کے مطابق چیز مل چکی تھی.
"سر! سب ٹھیک ہے؟" خان کو نوشیروان اِس وقت اپنے حواسوں میں نہیں لگا تھا. اُس کی نظریں ابھی بھی عرزش پر تھیں. خان نے پہلے کبھی نوشیروان کو اِس طرح بے خود ہوتے نہیں دیکھا تھا.
"یہ ہماری ایک آفس ورکر نایاب کی فرینڈ ہے۔ اُسی کے ساتھ اِس پارٹی میں آئی ہے مگر سر آپ کے اِس طرح سے اُس کو دیکھنے کی وجہ سے سب کیمرے آپ دونوں پر فوکس ہو چکے ہیں." خان نہایت ہی احترام سے نوشیروان کو اِرد گرد سے آگاہ کرتے ہوئے بولا تھا. جس پر نوشیروان فوراً حواسوں میں لوٹا تھا. وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اچانک اُسے کیا ہوا ہے. وہ کیوں بھول گیا کہ وہ کوئی عام شخص نہیں بلکہ نوشیروان خانزادہ ہے.
"اِن کیمروں میں سے کسی میں بھی اِس لڑکی کی کوئی تصویر نہیں ہونی چاہیے اگر اِس لڑکی کی ایک بھی تصویر وائرل ہوئی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا." نوشیروان اردگرد فوکسڈ تمام کیمروں کو گھورتا ایک آخری نظر عرزش پر ڈالتا وہاں سے نکل گیا تھا. جبکہ عرزش ابھی تک اِن سب باتوں سے بے خبر اپنے موبائل پر مصروف تھی.
نوشیروان نے ہوٹل کے کمرے میں آ کر اپنا کوٹ اُتار کر صوفے پر پٹخا تھا اور غصے سے اپنے پیشانی مسلنے لگا. اُسے خود پر بے انتہا غصہ آ رہا تھا. ہمیشہ خود پر مکمل کنٹرول رکھنے والا نوشیروان خانزادہ اِس طرح ایک معمولی سی لڑکی کو دیکھ کر کیوں بہک جاتا تھا. کیوں وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول نہیں رکھ پاتا تھا جبکہ وہ اِس لڑکی کو جانتا تک نہیں تھا.

نوشیر وان کے آرڈر پر ویٹر شراب کی بوتل ٹیبل پر رکھ کر جاچکا تھا. جس کو کھول کر بنا گلاس میں انڈیلنے کا تکلف کیے نوشیر وان منہ سے لگا چکا تھا. وہ اپنے اندر کی گھٹن اور اضطراب کم کرنا چاہتا تھا جو گزرتے ہر لمحے کے ساتھ مسلسل بڑھ رہا تھا.

وہ جب بھی زیادہ بے چین اور غصے میں ہوتا تھا تو اپنے ذہن کو پر سکون کرنے کے لیے شراب کا استعمال کرتا تھا. ورنہ عام دنوں میں وہ اِس سے دور ہی رہتا تھا.

"نہیں، میری زندگی میں کسی بھی عورت کی کوئی جگہ نہیں ہے. نفرت کرتا ہوں میں عورت ذات سے شدید نفرت. "شراب کی خالی بوتل کو دیوار پر مارتے نوشیر وان اپنے اندر لگی آگ کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے چلایا تھا.

اُس نے اپنی زندگی میں حسین سے حسین تر لڑکی دیکھی تھی مگر عرزش وہ پہلی لڑکی تھی جس کو دیکھ کر وہ اِس طرح بے خود ہوا تھا. اُس کے وجود کی پاکیزگی میں ایک انجانی سی کشش تھی جس طرف نوشیر وان نے خود کو کھنچتے محسوس کیا تھا. وہ اپنی زندگی میں کسی کو بھی اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہتا تھا. چاہے وہ کوئی چیز ہو یا انسان اور وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ اُس کے قدم کس طرف بڑھ رہے ہیں. اِس لیے وہ اپنا کوئی بہت بڑا نقصان ہونے سے پہلے ہی خود کو روک لینا چاہتا تھا.

خود کو اپنی حرکت پر سرزنش کرتے کافی دیر کی مسلسل کوششوں کے بعد وہ شاید وقتی طور پر ہی صحیح مگر اپنے دل و دماغ سے عرزش کا عکس ختم کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا.

□□□□□□□□□□□

"سر! پلیز یہ کیا کر رہے ہیں آپ، چھوڑیں میرا ہاتھ. پلیز!! میں ایک بہت ہی عزت دار لڑکی ہوں. "صہیب سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش میں وہ لڑکی روتے ہوئے بولی. صہیب اُسے پہلے بھی ایک دو بار اپنے آفس میں بلا چکا تھا مگر آج تو اُس نے حد ہی کر دی تھی.

"یار اِس میں اتنا گھبرانے کی کیا بات ہے. ہاتھ پکڑنے سے عزت کم تھوڑی ہو جائے گی. "صہیب اُس لڑکی کے گال پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اُسے اپنے حصار میں لیتے بولا جبکہ وہ لڑکی مسلسل روتی گڑگڑاتی ہوئی خود کو آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی مگر صہیب پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا. اس نے مزید شیر ہوتے ہوئے ایک نازیبا حرکت کی تھی

جب اچانک دروازہ کھلا تھا.

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" صہیب دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے والی ہستیوں کو دیکھ کر ہوائیاں اُڑتے چہرے کے ساتھ پیچھے ہٹا تھا مگر اندر داخل ہونے والے سہیل صاحب اور دانیال کے ساتھ ساتھ آفس کا مینیجر بھی سب کچھ دیکھ چکا تھا.

"گھٹیا انسان! شرم نہیں آتی تمھیں ایسی بیچ حرکت کرتے ہوئے؟" دانیال نے کسی بھی بات کی پرواہ کیے بغیر صہیب کو گریبان سے پکڑتے ایک زوردار مکا رسید کیا تھا اور پھر پے در پے گھونسوں اور مکوں کی برسات کر دی تھی. آفس کا پورا اسٹاف وہاں جمع ہو چکا تھا. جب سہیل اور ریاض صاحب نے بہت مشکل سے دانیال کو صہیب سے جدا کیا تھا.

"بابا جیسا آپ لوگ سمجھ رہے ہیں، ویسا کچھ نہیں ہے. "صہیب نے ریاض صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے جھوٹی صفائی دینی چاہی تھی. جس کے جواب میں اُنہوں نے بھی ایک تھپڑ اُس کے گال پر دے مارا تھا.

"بند کرو اپنی بکواس اور دفع ہو جاؤ یہاں سے. شرم آرہی ہے مجھے تمہیں اپنا بیٹا کہتے ہوئے. "ریاض صاحب نے رُخ موڑتے ہوئے اُسے وہاں سے نکل جانے کا اشارہ کیا تھا.

صہیب دانیال کو خونخوار نظروں سے دیکھتا باہر نکل گیا تھا. جس نے اُس کے مطابق چھوٹی سی بات کا اتنا بڑا بتنگڑ بنا کر رکھ دیا تھا اور اُسے سب لوگوں کے سامنے ذلیل کر دیا تھا.

"بھائی صاحب! یہ جو کچھ بھی ہوا ہے. بہت غلط تھا. "سہیل صاحب بڑے بھائی کو مختصر الفاظ میں بہت کچھ باور کرواتے وہاں سے نکل گئے تھے.

□□□□□□□□□□□□

"چوہدری صاحب! آپ بالکل بھی فکر مت کریں. انشاءللہ جیت ہمارا مقدر ضرور بنے گی اور آپ کی زمینوں پر کیے گئے تمام ناجائز قبضے بھی ختم ہو جائیں گے." یشفہ اپنے کلائنٹ چوہدری فیاض کو اطمینان دلاتی ہوئی بولی۔

"جانتا ہوں وکیل صاحبہ! آپ کی ذہانت کے بہت قصے سن رکھے ہیں۔ پورا بھروسہ ہے آپ کی قابلیت پر تبھی تو اپنا اتنا اہم کیس آپ کو سونپا ہے." چوہدری فیاض یشفہ کے حسین چہرے پر اپنی نگاہیں گاڑتے ہوئے بولا. جنہیں محسوس کرتے یشفہ ایک پل کے لیے گڑبڑائی تھی.

اتنی اِن سیکیورٹی اُسے رات کے پہر تن تنہا زیاد کے ساتھ اُس کے گھر میں کھڑے ہوئے محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی اِس وقت دن دہاڑے اپنے ہی آفس میں بیٹھے چوہدری فیاض کی نظروں سے محسوس ہو رہی تھی.

"جی بہت شکریہ." یشفہ مختصراً اتنا ہی بول پائی تھی. وہ چاہتی تھی یہ شخص اب جلد از جلد یہاں سے اُٹھ جائے مگر وہ کافی فرصت میں لگ رہا تھا.

"کیا میں آپ کے بارے میں کچھ جان سکتا ہوں." چوہدری فیاض اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے بولتا یشفہ کو تپنے پر مجبور کر گیا تھا.

اِس سے پہلے کہ وہ اُسے کچھ بولتی، اُس کے آفس کے دروازے پر ایک مخصوص طرح کی دستک ہوئی تھی یشفہ اچھے سے جانتی تھی یہ کون ہے۔ اِس لیے فوراً سے پہلے اُسے اندر آنے کا حکم دیا تھا. آج پہلی بار یشفہ کو زیاد کی اپنے آفس میں آمد بہت اچھی لگی تھی.

جبکہ چوہدری فیاض اُسے سامنے دیکھ کر اچھا خاصہ بدمزہ ہوا تھا.

"اوہ یہاں تو بڑے بڑے لوگ موجود ہیں. کہیں میں غلط ٹائم پر تو نہیں آگیا." چوہدری فیاض کو یشفہ کے آفس میں بیٹھا دیکھ کر اندر سے زیاد کو بھی آگ لگی تھی مگر وہ اپنے تاثرات چھپا کر دبے الفاظ میں یشفہ پر طنز کر گیا تھا.

جس کو چوہدری فیاض تو نہیں مگر یشفہ اچھے سے سمجھ گئی تھی.

"اوہ! لیکن کوئی بات نہیں آپ اپنی بات جاری رکھیں." زیاد کے چوہدری فیاض کو زچ کرنے والے انداز پر یشفہ کو اندر ہی اندر بہت مزا آرہا تھا.

"نہیں ایسی بھی کوئی خاص بات نہیں تھی. اوکے وکیل صاحبہ اب میں چلتا ہوں. کیس کے بارے میں جب بھی میری ضرورت پڑے بتا دیجئے گا۔ میں حاضر ہو جاؤں گا." چوہدری فیاض زیاد کو ایک گھوری سے نوازتا باہر نکل گیا تھا.

"اِس شخص کے ساتھ زیادہ فری ہونے کی ضرورت بالکل بھی نہیں ہے." اُس کے جاتے ہی زیاد یشفہ کی طرف متوجہ ہوا تھا.

"میں اچھے سے جانتی ہوں، کس کے ساتھ کیا بات کرنی ہے." یشفہ بنا اُس کے رعب میں آئے بولی.

"ہاں جی! وہ تو بہت اچھی طرح سے نظر آرہا تھا. خیر چھوڑو اُسے. میں یہ فائل دینے آیا تھا یہاں."

زیاد نے ہاتھ میں پکڑی فائل یشفہ کی طرف بڑھائی تھی.

"کونسی فائل ہے یہ؟" یشفہ نے بنا فائل تھامے سوالیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھا تھا.

"وہی فائل جس کی تلاش میں کل رات ایک چورنی میرے فلیٹ میں گھس آئی تھی." زیاد فائل یشفہ کے سامنے ٹیبل پر پٹختے ہوئے واپس پلٹا تھا.

"تھینکس." یشفہ کا کہا جملہ جیسے ہی زیاد کے کانوں سے ٹکرایا وہ اُنہی قدموں پر واپس پلٹا تھا.

"تم نے مجھ سے کچھ کہا؟" زیاد نے اپنی جانب اشارہ کر کے پوچھا.

"تمہارے علاوہ یہاں کوئی اور بھی موجود ہے کیا؟"

زیاد کی ایکٹنگ پر یشفہ تپ کر بولی.

"نہیں یہاں تو کوئی اور موجود نہیں ہے مگر جہاں تک مجھے لگتا ہے تمہاری طبیعت ضرور گڑبڑ ہے. کل رات سوری ابھی تھینک یو. یہ الفاظ تمہارے منہ سے سننا میری سمجھ سے بالاتر ہیں." زیاد نے ایک بار پھر اُس کا ریکارڈ لگایا تھا.

"مسٹر زیاد شیرازی! ہر ایک کو اپنی طرح سمجھ رکھا ہے کیا؟ تم سے تو کئی زیادہ مینرز ہیں مجھ۔۔ آؤچ۔" یشفہ اسکی طرف دیکھتی ہوئی اُس سے بات کرتے قریب سے گزری تھی. جب بے دھیانی میں اُس کا پیر کارپٹ میں اُلجھ

گیا تھا۔اِس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی۔زیاد نے ہاتھ بڑھا کر اُس کے گرد اپنے بازو کا حصار قائم کر کے اسے گرنے سے بچایا تھا۔
یشفہ نے بھی جلدی سے اُس کی شرٹ کو تھام لیا تھا۔یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ دونوں سمجھ ہی نہیں پائے تھے۔
یشفہ کو اپنے حصار میں لیے زیاد ہلکا سا اُس کے اوپر جھکا ہوا تھا یشفہ نے گھبرا کر نظریں اٹھائی تھیں مگر زیاد سے نظریں ملتے ہی یشفہ کا دل بُری طرح دھڑکا تھا۔
"آر یو اوکے ؟" زیاد کے پوچھنے پر یشفہ ہوش میں آتی فوراً اُس کے حصار سے باہر نکلی تھی اور اثبات میں سر ہلایا۔
"پلیز سنبھل کر ورنہ یہ چھوٹی چھوٹی ٹھوکریں اچھے بھلے بندے کو بھی دربدر کر دیتی ہیں۔" زیاد اُس کے گھبرائے ہوئے انداز کا مذاق اڑاتا آفس سے نکل گیا تھا۔
"اُف !ہمیشہ فضول ہی بولتا ہے یہ پاگل وکیل۔دربدر ہوں میرے دشمن، میں کیوں ہوں بھلا۔" یشفہ زیاد کی اُوٹ پٹانگ باتوں پر اُسے کوستی اپنی کرسی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

" سہیل !میں جانتا ہوں صہیب نے کل جو حرکت کی وہ کسی صورت بھی معاف کئے جانے کے قابل نہیں ہے مگر وہ اپنی حرکت پر دل سے شرمندہ اور نادم ہے۔سچے دل سے معافی مانگنا چاہتا ہے تم لوگوں سے۔" ریاض صاحب، دانیال اور سہیل کے سامنے بیٹھے بہت ہی عاجزی سے بولے۔صہیب اُن کے ساتھ ہی سر جھکائے بیٹھا تھا۔دانیال نے ایک نظر صہیب پر ڈالی تھی۔جو اُسے نادم تو کہیں سے بھی نہیں لگا تھا۔
"تایا جان !کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ صہیب کو اپنی غلطی کا احساس ہے کیونکہ مجھے تو ایسا کچھ نہیں لگ رہا۔" دانیال کے طنز پر صہیب مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔اُس کا دل چاہا تھا ابھی اور اِسی وقت دانیال کو شوٹ کر دے مگر اِس وقت نا چاہتے ہوئے بھی اُسے خاموش رہنا پڑا تھا۔

وہ دانیال سے بعد میں اپنے تمام حساب بے باق کرنے کا ارادہ رکھتا تھا کیونکہ جس طرح کل دانیال نے اُسے پیٹا تھا. صہیب وہ سب کسی صورت نہیں بھول سکتا تھا.

"نہیں دانیال بیٹا ایسا نہیں ہے. صہیب واقعی میں بہت شرمندہ ہے." ریاض صاحب نے دانیال کو نرمی سے جواب دیتے صہیب کو معافی مانگنے کا اشارہ کیا تھا.

"بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں. میں نے کل جو حرکت کی وہ نہایت ہی غلط اور اخلاق سے گری ہوئی حرکت تھی. پلیز اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دیں آپ لوگ." صہیب نے کس دل سے یہ الفاظ کہے تھے یہ وہی جانتا تھا.

"بیٹا مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور آپ نے کھلے دل سے معافی مانگی مگر بھائی صاحب میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک باپ کی حیثیت سے آپ میری بات کو سمجھیں گے." سہیل صاحب کی بات پر ریاض صاحب کو خطرے کی گھنٹی بجتی محسوس ہوئی تھی.

"کیسا فیصلہ میں سمجھا نہیں." ریاض صاحب ہونٹوں پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے گویا ہوئے.

"میں صہیب اور عرزش کی اُن کے بچپن میں طے کی گئی نسبت ختم کرنا چاہتا ہوں." سہیل صاحب نے اُن دونوں باپ بیٹے کے سر پر بم پھوڑا تھا.

"سہیل! یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں نے کہا تو ہے صہیب اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہے اور معافی بھی مانگ چکا ہے. آپ لوگوں کو بھی کھلے دل سے اسے معاف کر دینا چاہیے." ریاض صاحب نے معاملے کو سنبھالنا چاہا تھا.

"تایا ابا! کس نے کہا کہ ہم نے صہیب کو معاف نہیں کیا. صہیب کے معافی مانگنے پر ہم نے اُسے کھلے دل سے معاف کر دیا ہے مگر وہ کیا ہے کہ اعتبار اگر ایک بار اُٹھ جائے تو واپس بہت مشکل سے آتا ہے. اس لیے معذرت کے ساتھ مگر صہیب پر سے اِس وقت ہمارا اعتبار اُٹھ چکا ہے." دانیال کی بات پر صہیب نے ہونٹ بھینچتے بہت مشکل سے اپنے غصے پر قابو پایا تھا.

"اوکے جیسی آپ لوگوں کی مرضی مگر میں جانتا ہوں. میرا بیٹا بہت جلد آپ لوگوں کا اعتبار دوبارہ جیت لے گا." ریاض صاحب کے پاس فی الحال اِس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا. اِس لیے وہ مسکراتے ہوئے بولے جس کے جواب میں دانیال اور سہیل صاحب بھی مسکرا دیے تھے.

"آپ فکر مت کریں بابا. اب میں ایسی کوئی نوبت ہی نہیں آنے دوں گا. بہت ہنسی آرہی ہے نا آپ کے اِس بھتیجے کو. اِس کو ہنسنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا میں. "صہیب دل میں سوچتا اُن کے مسکراتے چہرے دیکھ کر تلخی سے مسکرایا تھا.

"آئم ریئلی سوری تایا ابا مگر ہماری ابھی ایک بہت ضروری میٹنگ ہے. ہمیں اُس کے لیے نکلنا ہو گا. آپ لوگ پلیز چائے پی کر جایئے گا، چلیں بابا. "دانیال گھڑی پر ٹائم دیکھتا ہوا جلدی سے اٹھا تھا. اس کے یاد دلانے پر سہیل صاحب بھی اُٹھ گئے تھے.

"نہیں چائے کی کوئی ضرورت نہیں ہے. ہم لوگ بھی اب نکلتے ہیں. "ریاض صاحب صہیب کو اُٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اُن لوگوں سے پہلے ہی وہاں سے نکل آئے تھے.

"دیکھ لیا بابا آپ نے اپنے چھوٹے بھائی کی جی حضوری کرنے کا نتیجہ. کیسے ایک ایک بات منہ پر ماری ہے اُنہوں نے ہمارے. "صہیب گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے نفرت سے بولا تھا.

"بکواس بند کرو تم اپنی. یہ سب کچھ تمہاری ہی گھٹیا حرکت کی وجہ سے ہوا ہے. کہا تھا میں نے تم سے، جب تک عرزش سے شادی نہیں ہو جاتی تمہاری اپنی حرکتوں پر قابو پانے کی کوشش کرو مگر تم نے تو حد ہی کر دی اِس بار گھٹیا پن کی. عرزش کے حصے میں ملنے والے شیئرز کے بجائے مجھے تو اب اِس بات کی فکر لگ گئی ہے کہ کہیں سہیل مجھے اپنے بزنس سے ہی الگ نہ کر دے. "ریاض صاحب نے اُس کو کوستے ہوئے اپنا رونا رویا تھا.

"فکر مت کریں بابا. میں نے سب بگاڑا ہے اب میں ہی سب ٹھیک بھی کروں گا. عرزش سے شادی بھی ہو گی میری اور چچا جان کا بزنس حاصل کرنے کی آپ کی خواہش بھی ضرور پوری ہو گی. آپ بس دیکھتے جائیں میں کرتا کیا ہوں. "صہیب کی بات پر ریاض صاحب نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا تھا.

"کیا مطلب، ایسا کیا کرنے والے ہو تم؟"ریاض صاحب کے مشکوک انداز پر صہیب نے بنا اُن کی کسی بات کا جواب دیے مسکراتے ہوئے موبائل پر کوئی میسج ٹائپ کیا تھا.

□□□□□□□□□□□□□□

"عرزش! بیٹا ذرا فون دیکھو کس کا آرہا ہے؟" ڈرائنگ روم میں مسلسل بجتے فون کی آواز سنتے ہوئے کچن میں سے مسرت بیگم نے عرزش کو آواز لگائی تھی.

"جی ماما آرہی ہوں. یہ پتا نہیں کون ہے جو نان سٹاپ شروع ہو چکا ہے." عرزش جلدی جلدی سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھی تھی.

"جی سہیل امجد کے گھر سے بول رہی ہوں. آپ کون؟" کال اٹینڈ کرتے ہی آگے سے پوچھے جانے والے سوال پر عرزش جلدی سے بولی.

"میں جناح ہاسپٹل سے بات کر رہا ہوں. سہیل امجد اور دانیال نامی شخص پر کچھ نامعلوم افراد نے فائرنگ کر دی ہے۔ شدید زخمی حالت میں اُنہیں ہاسپٹل لایا گیا ہے. اُن کے موبائل سے یہ نمبر ملا ہے. آپ لوگ فوراً سے پہلے یہاں پہنچیں." دوسری طرف سے جو بات کہی گئی تھی، عرزش کی دنیا ہلانے کے لیے کافی تھی.

"عرزش! بیٹا کیا ہوا کس کی کال ہے؟" مسرت بیگم نے کچن سے باہر آتے ہوئے عرزش کو آواز لگائی تھی. جس پر بت بنی کھڑی عرزش ہوش میں آتے اُن کی طرف پلٹی تھی.

"ماما! بابا اور بھائی پر کسی نے فائرنگ کر دی ہے. وہ۔۔ وہ ہاسپٹل میں ہیں." عرزش نے روتے بلکتے اپنی بات پوری کی تھی. جسے سنتے ہی مسرت بیگم کی حالت بھی اُس سے کچھ کم نہ تھی.

وہ دونوں بہت مشکل سے ایک دوسرے کو سنبھالتی ہوئیں جس حالت میں ہسپتال پہنچی تھیں یہ وہی جانتی تھیں. مگر آگے سے ایک دردناک قیامت اُن کی منتظر تھی. ڈاکٹرز کے مطابق زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دانیال موقع پر ہی دم توڑ چکا تھا جبکہ سہیل صاحب کی حالت بھی بہت ہی تشویشناک تھی اور وہ عرزش کو آئی سی یو میں ملنے کے لیے بلا رہے تھے.

اُن کی حالت کے پیشِ نظر عرزش کو اُن کے پاس بھیج دیا گیا تھا.

"بابا! کچھ نہیں ہو گا آپ کو. پلیز بابا میں آپ لوگوں کے بغیر زندہ نہیں رہ پاؤں گی. مجھے جینا نہیں آتا آپ لوگوں کے بغیر." سہیل صاحب کی حالت دیکھ کر عرزش چاہ کر بھی خود پر کنٹرول نہیں رکھ پائی تھی اور بلک بلک کر رونے لگی تھی. ابھی وہ اپنے جان سے عزیز بھائی کو کھونے کا صدمہ قبول نہیں کر پائی تھی کہ اپنے بابا کی اتنی

تشویشناک حالت دیکھ کر وہ پاگل ہو اُٹھی تھی. اچانک یہ سب کیا ہو گیا تھا. اُن کے ہنستے بستے گھر کو کس کی نظر لگ گئی تھی. اُنہوں نے کسی کا بھلا کیا بگاڑا تھا جو اتنا بڑا ظلم ہو گیا تھا اُن پر.

"عرزش... بیٹا میری بات سنو." عرزش کو اِس طرح روتا دیکھ کر وہ بہت دقتوں کے بعد بول پائے تھے. وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اُن کی پاس وقت بہت کم ہے۔ اِس لیے وہ عرزش کو اپنی بات سمجھانا چاہتے تھے. اُسے دشمنوں کی پہچان کروانا چاہتے تھے. وہ کہیں نا کہیں اتنا تو سمجھ چکے تھے کہ اُن پر یہ حملہ کس نے کروایا ہے. جس سے اب عرزش کی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا تھا اور ایک ہی ایسا شخص تھا جو شاید عرزش کو پروٹیکٹ کر سکتا تھا مگر اِس وقت اُن کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے عرزش کو اپنی بات سمجھائیں.

"بابا! کس نے کیا ہے آپ لوگوں کے ساتھ یہ سب؟ آپ پلیز مجھے اُس کا نام بتا دیں، میں چھوڑوں گی نہیں اُسے." عرزش اُن کا ہاتھ تھامتی ہچکیوں کے درمیان بولی.

سہیل صاحب بولنا چاہ رہے تھے مگر اُن کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے.

اُنہوں نے نفی میں سر ہلاتے عرزش کو ایسا کچھ بھی کرنے سے باز رکھنا چاہا تھا مگر عرزش گہرے صدمے کہ زیرِ اثر نہیں سمجھ پا رہی تھی.

"نوشیروان خانزادہ کے پاس جاؤ. وہ تمہاری مدد..."

بہت مشکل سے ٹوٹ ٹوٹ کر الفاظ سہیل صاحب کے منہ سے نکلے تھے. جن میں سے عرزش صرف نوشیروان خانزادہ ہی سمجھ پائی تھی اور وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ اُس کے باپ اور بھائی کی اِس حالت کا ذمہ دار وہ شخص ہے.

چپکے سے اتر مجھ میں

از فروا خالد

قسط 4

قیامت آنا کسے کہتے ہیں، یہ چند پل عرزش کو اچھے سے سمجھا گئے تھے. پچھلے دو دن سے عرزش سکتے میں تھی. وہ نہیں جانتی تھی کہ کون آ رہا ہے کون جا رہا ہے. سارے انتظامات کس نے سنبھالے. اپنے باپ اور جوان بھائی کے جنازے اُٹھتے دیکھ کر عرزش کے آنسو بھی خشک ہو چکے تھے. نایاب کتنی بار اُس کے گلے لگ کر اُسے کو رُلانے کی کوشش کر چکی تھی مگر عرزش ویسے ہی بت بنی بیٹھی تھی.

مسرت بیگم کی حالت عرزش سے بھی زیادہ خراب تھی. دانیال کے بعد سہیل صاحب کے بارے میں بھی بُری خبر سن کر وہ بے ہوش ہو کر وہیں گر گئی تھیں اور ابھی تک ہوش میں نہیں آئی تھیں.

کفن دفن کے اور گھر کے سارے انتظامات ریاض صاحب اور اُن کی فیملی ہی دیکھ رہی تھی. پولیس بھی دو بار آ چکی تھی اور ریاض صاحب سے مل کر ہر بار خاموشی سے واپس لوٹ گئی تھی. وہ لوگ عرزش سے ملنا چاہتے تھے کیونکہ آخری بار سہیل صاحب کی بات اُسی سے ہوئی تھی مگر عرزش کی حالت کے پیش نظر ریاض صاحب اُن لوگوں کو ٹال ہی رہے تھے.

"عرزش میری جان ہوش میں آؤ اگر تم اِس طرح ہمت ہار جاؤ گی تو آنٹی کو کون سنبھالے گا. اُن کو اِس وقت سب سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے. "نایاب نے عرزش کو جھنجھوڑتے ہوئے اپنا آخری حربہ آزمایا تھا. مسرت بیگم کا خیال آتے ہی عرزش کے بے جان وجود میں حرکت ہوئی تھی.

"ماما کہاں ہیں؟ کیسی ہیں وہ؟؟ مجھے ابھی ملنا ہے اُن سے. "عرزش بھاگتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھی تھی جب اس نے سامنے ریاض صاحب کو پولیس انسپکٹر کے پاس کھڑا دیکھا تھا.

"دیکھئے انسپکٹر صاحب! میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں. میرے بھائی کی کسی کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تھی اور میری بھتیجی کی حالت بیان دینے والی بالکل بھی نہیں ہے. نہ ہی وہ اِس بارے میں کچھ جانتی ہے. "ریاض صاحب کی بات جیسے ہی عرزش کے کانوں میں پڑی. وہ نایاب سے اپنا ہاتھ چھڑواتی آگے بڑھی تھی.

"نہیں تایاابا میں جانتی ہوں میرے بابا اور بھائی کا قاتل کون ہے." گھر ابھی بھی مہمانوں سے بھرا پڑا تھا. عرزش کی بات پر سب لوگوں نے اُس کی طرف دیکھا اور اُسی لمحے اندر داخل ہوتے صہیب کے چہرے پر عرزش کی بات سن کر ایک سایہ سا لہرایا تھا.

"بیٹا کیا مطلب، کیا بتایا تھا آپ کو سہیل نے؟ کیا وہ جانتا تھا اُن لوگوں کے بارے میں؟" ریاض صاحب کو بھی عرزش سے اِس بات کی اُمید بالکل نہیں تھی.

"جی اُنہوں نے ہی بتایا مجھے. نوشیر وان خانزادہ نے مارا ہے اُنہیں اور اب مجھے بھی اُس شخص سے اپنی جان کا خطرہ ہے." عرزش کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پر انسپکٹر سمیت وہاں موجود تمام افراد کو اُس کی ذہنی حالت پر شبہ ہوا تھا. وہیں صہیب نے بھی اپنی رکی ہوئی سانسیں بحال کرتے ہوئے حیرت سے عرزش کی طرف دیکھا تھا.

"آپ نے ٹھیک کہا تھا ریاض صاحب. آپ کی بھتیجی کافی گہرے صدمے میں ہیں. مجھے لگتا ہے ہمیں بعد میں آنا چاہیے." انسپکٹر صاحب نے طنزیہ انداز میں عرزش کی طرف دیکھتے وہاں سے نکلنا چاہا تھا.

"میں اپنے مکمل ہوش و حواس میں ہوں انسپکٹر صاحب. میرے بابا نے اپنے آخری لمحات میں میرے پوچھنے پر اُسی شخص کا نام لیا تھا. میں سچ کہہ رہی ہوں، آپ پلیز میری بات کا یقین کریں اور جب بابا اور بھائی پر حملہ ہوا تب وہ لوگ نوشیر وان خانزادہ سے ہی میٹنگ کر کے واپس آ رہے تھے." عرزش روتے ہوئے آنسوؤں کے درمیان بولی تھی. جس کے جواب میں پولیس والوں نے اُس کی طرف ایسے دیکھا تھا جیسے وہ کوئی پاگل ہو.
وہ لوگ نوشیر وان خانزادہ کا نام بھی اپنی زبان پر لانے کی جرات نہیں کر پا رہے تھے. اُس پر پرچا کاٹنا تو بہت دور کی بات تھی. وہ عرزش کی کسی بھی بات پر کان دھرے بنا وہاں سے نکل گئے تھے.
عرزش روتی بلکتی زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی. نایاب جو عرزش کی بات سن کر سکتے کے عالم میں وہاں کھڑی تھی. عرزش کو گرتا دیکھ فوراً اُس کے قریب جا بیٹھی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

"عرزش میرے خیال میں اتنا انتہائی قدم اُٹھانے سے پہلے ایک بار پھر سوچ لینا چاہیے تمہیں." نایاب اور عرزش اِس وقت نوشیروان خانزادہ کے شاندار آفس کے سامنے کھڑی تھیں. جب عرزش کو اندر قدم بڑھاتے دیکھ کر نایاب نے اُسے روکنے کی ایک آخری کوشش کی تھی.

"نایاب تم کیا چاہتی ہو؟ میں اپنے باپ اور بھائی کے قاتل کو ایسے ہی چھوڑ دوں. جس نے اُن دونوں کو اتنی بے دردی سے قتل کیا ہے، اُس کو اپنی آنکھوں کے سامنے ایسے ہی دندناتا دیکھتی رہوں؟ نایاب تم نے اب تک میرا جتنا ساتھ دیا ہے، میں اُس کے لیے دل سے تمہاری شکر گزار ہوں مگر اب جو میں کرنے والی ہوں، میں نہیں چاہتی اُس کی وجہ سے تمہیں کوئی بھی پریشانی اُٹھانی پڑی. اِس لیے اب آگے میں کسی بھی معاملے میں تمہیں شامل نہیں کرنا چاہتی." عرزش آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو اندر دھکیلتی نایاب کا ہاتھ تھامتے ہوئے سنجیدگی سے بولی تھی جس پر نایاب نے دکھ بھری نظروں سے اپنی عزیز از جان دوست کو دیکھا تھا. جس سے اُس کی خوشیاں، اُس کی معصومیت، اُس کا سب کچھ چھین لیا گیا تھا. ہر وقت ہنسنے مسکرانے والی وہ لڑکی چند دنوں میں ہی ہنسنا بھول چکی تھی.

"تم مجھ سے اپنی دوستی ختم کرنے کی بات کر رہی ہو. اعتبار نہیں رہا مجھ پر بھی؟ آج تک کبھی تم نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا. میری ہر مشکل میں میرے ساتھ رہی ہو تو تمہیں کیا لگتا ہے میں پیچھے ہٹ جاؤں گی؟ کبھی نہیں." نایاب عرزش کا ہاتھ تھام کر اُس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی. جس کے بعد عرزش اُسے مزید کچھ نہیں بولی تھی۔ وہ نفرت بھری نظروں سے سامنے کھڑی عمارت کو گھورتی آگے بڑھی تھی.

نایاب کی مدد سے آفس کے اندر داخل ہوتے ہی عرزش کی نظروں نے نوشیر وان خانزادہ کو تلاشنا چاہا تھا جب بڑے سے ہال سے گزرتے جہاں پچاس سے اُوپر کیبن بنے ہوئے تھے. عرزش کو ایک طرف نوشیر وان کچھ لوگوں کے درمیان کھڑا نظر آیا تھا.

عرزش بنا ارد گرد دیکھے بھاگتے قدموں سے اس کی طرف بڑھی تھی. نایاب اسے پکارتی ہوئی روکنے کی کوشش کرتی پیچھے بھاگی تھی.

نوشیر وان خانزادہ اپنے منیجر کے پاس کھڑا کوئی ہدایت دے رہا تھا. جب اُس کی نظر سامنے سے بھاگ کر اپنی طرف آتی ہوئی ایک لڑکی پر پڑی تھی. غور کرنے پر اُسے یہ وہی لڑکی لگی تھی جو اِن پچھلے کچھ دنوں سے اُس کے دل و دماغ پر بُری طرح قابض تھی اور اُس کی بہت کوششوں کے باوجود بھی وہ اسے بھول نہیں پا رہا تھا. ابھی بھی اُسے اپنے قریب آتا دیکھ کر نوشیر وان کو اپنا وہم ہی لگا تھا. اُس کے پیچھے آتے گارڈز کو دیکھ کر نوشیر وان بھی اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا.

"میم! آپ کون ہیں اور اِس طرح اندر کیسے آسکتی ہیں؟" خان نے اُسے نوشیر وان کی طرف بڑھتا دیکھ کر جلدی سے آگے آنا چاہا تھا مگر نوشیر وان کے ہاتھ کے اشارے نے گارڈز کے ساتھ ساتھ اُسے بھی روک دیا تھا.

"کیوں کیا تم نے ایسا؟ کیا بگاڑا تھا میرے پاپا اور بھائی نے تمہارا؟ کیا دشمنی تھی اُن سے تمہاری جو اُن کو اتنی بے دردی سے مروا دیا. ذرا رحم نہیں آیا اُن پر. بولو خاموش کیوں ہو جواب دو مجھے." عرزش بنا کسی کی پرواہ کیے نوشیر وان کا گریبان پکڑ چکی تھی جس پر نوشیر وان کے ساتھ ساتھ وہاں موجود تمام لوگ حیران رہ گئے تھے.

خان اور اُس کے باقی گارڈز عرزش کی گستاخی پر غصے سے دوبارہ آگے بڑھے تھے مگر نوشیر وان نے ایک بار پھر اُنہیں روک دیا تھا.

نوشیر وان کو سب سے زیادہ حیرت تو خود پر ہو رہی تھی. کسی کا خود سے تیز لہجے اور آنکھ اُٹھا کر بات کرنے پر اُس کا حشر بگاڑ دینے والا آج اِس لڑکی کی اتنی جرات پر چاہنے کے باوجود بھی اپنا غصہ نہیں جگا پایا تھا.

یہ روتی بلکتی لڑکی اُسے اِس وقت اپنے حواسوں میں بالکل نہیں لگ رہی تھی.

"کیا ہوا تمہیں مسٹر نوشیر وان خانزادہ؟ میری اِس حرکت پر مجھے گولی نہیں مارو گے کیا؟؟ خدا سمجھتے ہو نا خود کو تم. کچھ بھی کر لو گے۔ کوئی تمہیں پوچھنے والا نہیں ہو گا. فرعون بن کر پھر رہے ہو. شہر کے تمام پولیس اسٹیشن میں جا چکی ہوں. کوئی تمہارے خلاف ایک رپورٹ تک درج کرنے کو تیار نہیں ہے. ڈرتے ہیں سب تم سے، تمہاری فرعونیت سے مگر ایک بات سن لو میری. میں نہیں ڈرتی تم جیسے درندوں سے. تمہیں تمہارے انجام تک پہنچا کر رہوں گی. قاتل ہو تم میرے اپنوں کے، قاتل ہو۔۔۔" عرزش نوشیر وان کا گریبان تھامے کھڑی روتی چلاتی آخر میں اپنے حواسوں سے بیگانہ ہوتی اُس کی بانہوں میں ہی جھول گئی تھی. نوشیر وان نے فوراً بازو پھیلاتے ہوئے اُسے اپنے مضبوط بازوؤں میں بھر لیا تھا.

وہاں موجود سب لوگ آنکھیں پھاڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے مگر کسی کے اندر کچھ بھی بولنے کی جرات نہیں تھی.

نوشیر وان نے خان کو ڈاکٹر کو کال ملانے کا کہتا ہوا عرزش کو اپنی بانہوں میں اُٹھائے اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا تھا جبکہ نایاب وہیں سر پکڑ کر کھڑی تھی. وہ نہیں جانتی تھی کہ نوشیر وان کی اِس خاموشی کا کیا نتیجہ نکلنے والا تھا کیونکہ جو حرکت عرزش نے کی تھی. باقی سب کے مطابق اب تک تو واقعی نوشیر وان نے اُسے اُوپر پہنچا دینا تھا.

□□□□□□□□□□

نوشیر وان نے خان کو پندرہ منٹ میں اِس لڑکی کی ساری انفارمیشن اپنی ٹیبل پر پہنچانے کا کہا تھا. جس پر عمل کرتے ہوئے خان اب اُس کے سامنے موجود تھا.

"سر اگر آپ کو یاد ہو تو ایک ہفتہ پہلے جب آپ نے شہر کے کچھ نئے ایمر جنگ بزنس مینز کے ساتھ میٹنگ کی تھی تو ان میں آپ سہیل امجد اور ان کے بیٹے دانیال سے کافی متاثر ہوئے تھے. آپ نے ان کے بزنس میں انویسٹ کرنے کی اُن سے ہامی بھی بھری تھی. سر اُس دن میٹنگ سے واپس جاتے ہوئے راستے میں کسی نے اُن دونوں پر حملہ کر کے، اُنہیں بہت ہی بے دردی سے قتل کر دیا تھا. یہ لڑکی اُنہی دونوں کے بارے میں بات کر رہی تھی. اِس کے بھائی دانیال کی تو موقع پر ہی ڈیتھ ہو گئی تھی جبکہ فادر سہیل امجد کو بے ہوشی کی حالت میں ہاسپٹل لے جایا گیا تھا اور اُن کے آخری لمحات میں انہوں جو باتیں بھی کہیں یا کی اِس لڑکی کا کہنا ہے کہ اُن باتوں کی بنا پر اُس کو شک نہیں، پورا یقین ہے کہ اُس کے فادر نے آپ کا نام ہی لیا تھا. اب بقول اُس کے وہ کچھ بھی کر کے آپ کو سزا دلوانا چاہتی ہے." خان کی پوری بات سن کر نوشیر وان کو اُس لڑکی کا دکھ دل سے محسوس ہوا تھا. جو اِس وقت اُس کے آفس کے اندر بنے پرسنل روم میں بے ہوش پڑی تھی. ڈاکٹرز کے مطابق وہ شدید ٹینشن اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے بے ہوش ہوئی تھی. اسے کچھ وقت میں ہوش آجانا تھا. نوشیر وان نے اُس کی دوست نایاب کو اُس کے پاس بلا لیا تھا.

"نام کیا ہے اِس لڑکی کا." خان کی اتنی لمبی بات کے جواب میں وہ صرف اتنا ہی بولا تھا.

"عرزش سہیل." خان نے گہری نظروں سے نوشیر وان کا جائزہ لیتے ہوئے مختصراً اُس کا نام بتایا تھا.

آج پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ اپنے باس کی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا کیونکہ اُس کا دماغ جس طرف اشارہ کر رہا تھا. وہ بات نوشیر وان کو ذہن میں رکھ کر سوچتے اُسے ناممکن ہی لگ رہی تھی کہ نوشیر وان خانزادہ بھی کسی لڑکی میں

انٹرسٹ لے سکتا ہے لیکن کہیں نہ کہیں خان کا دل چاہ رہا تھا، کاش ایسا ہو جائے اور اُس کے باس کی زندگی میں بھی بہار آجائے.

"عرزش... "زیرِلب اُس کا نام دہراتے اچانک نوشیر وان کو اُس دن سڑک کنارے والا منظر یاد آیا تھا. جو آج بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا تھا.

"خان! تم نے مجھے ساری کہانی سنا دی مگر بنیادی بات تم نے ابھی بھی نہیں بتائی مجھے. اِس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟" نوشیر وان چہرے پر سرد تاثرات سجائے خان کو گھور کر بولا.

"سر! ایک دن پہلے ہی سہیل صاحب کی اپنے بھائی اور بزنس پارٹنر ریاض امجد اور اُس کے بیٹے سے لڑائی ہوئی تھی. اِس لیے فی الحال تو شک اُنہی پر جا رہا ہے. "خان نظریں جھکائے بولا.

"تمہارے پاس آج کا دن ہے خان. کل صبح نو بجے ساری معلومات میری ٹیبل پر ہونی چاہئیں. اب جا سکتے ہو تم." خان کو بھیج کر نوشیر وان اپنے پرسنل روم کی طرف بڑھا تھا. نایاب نوشیر وان کو اندر آتا دیکھ کر فوراً اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی. اسی لمحے عرزش نے بھی آنکھیں کھولی تھیں. عرزش کو آنکھیں کھولتا دیکھ کر نوشیر وان نے نایاب کو باہر جانے کا اشارہ کیا تھا.

"یہ کہاں ہوں میں؟ تم نے کڈنیپ کر لیا ہے مجھے؟؟ اُتر آئے نا اپنی گھٹیا حرکتوں پر. "عرزش بیڈ سے اُٹھتی ایک بار پھر نوشیر وان کی طرف بڑھی تھی مگر اِس بار نوشیر وان نے اپنے گریبان کو چھونے سے پہلے ہی اُس کا ہاتھ اپنے شکنجے میں لے کر اُس کی کمر کے گرد موڑتے ہوئے اُسے خود سے قریب کیا تھا.

عرزش اِس وقت نیوی بلیو رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھی. جس میں اُس کی دودھیا رنگت سرخی بکھیرتی مزید چمک رہی تھی.

"بس بہت ہو گیا. سمجھتی کیا ہو تم اپنے آپ کو اگر میں خاموش ہوں، کچھ نہیں کہہ رہا تو تم کچھ بھی بولتی رہو گی. جان بوجھ کر میرے قہر کو آواز دینے کی کوشش مت کرو. بہت معصوم ہو تم، سہہ نہیں پاؤ گی." عرزش خود کو اس کے حصار سے نکلنے کی سر توڑ کوشش کر رہی تھی مگر وہ ایک انچ بھی نہیں ہل پائی تھی.

نوشیر وان کے لمبے چوڑے وجود کے سامنے وہ بے بس ہو کر رہ گئی تھی. اُسکا شدت سے دل چاہا تھا کہ کاش اِس وقت اُس کے پاس گن ہوتی تو وہ اُس کی ساری کی ساری گولیاں اِس شخص کے چوڑے مضبوط سینے میں پیوست کر دیتی مگر وہ ایسا صرف سوچ ہی سکتی تھی.

"اِس سے بھی زیادہ نیچے گر سکتے ہو تم، جانتی تھی میں. جو کرنا ہے کر لو تم۔ نہیں ڈرتی میں تم سے اور نہ ہی کسی اور سے کیونکہ اب میرے پاس کھونے کو کچھ بچا ہی نہیں ہے اگر تم سے ذرا سا بھی ڈر ہوتا نا تو اِس طرح تمہارے آفس میں نہ پہنچ جاتی. تمہیں تمہارے انجام تک میں پہنچا کر رہوں گی. چاہے اُس کے لیے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے." عرزش اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی نفرت سے بولی تھی.

دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بہت قریب کھڑے تھے. ایک کی آنکھوں میں نفرت ہی نفرت تھی جبکہ دوسرے کی آنکھوں میں ایک انجانا سا ان چھوا جذبہ تھا. جس کو سمجھنے سے فی الحال وہ خود بھی قاصر تھا.

عرزش اِس وقت اپنے حواسوں میں بالکل نہیں تھی ورنہ نوشیر وان خانزادہ کیا کسی بھی غیر مرد کے اتنے قریب کھڑے ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی. اُس کے سر پر اِس وقت صرف اپنوں پر ہوئے ظلم کا بدلہ لینے کا خون سوار تھا.

"یہی تو غلطی کی ہے تم نے اگر میں ہی قاتل ہوں تمہارے باپ اور بھائی کا تو پھر تمہارا منہ بند کروانے کے لیے سوچو میں تمہارے ساتھ کیا کچھ کر سکتا ہوں. تم سے زیادہ بے وقوف لڑکی میں نے نہیں دیکھی. تمہیں کیا لگ رہا ہے تم اِس طرح میرے آفس میں آکر شور ڈالو گی تو میں خود کو پولیس کے حوالے کر دوں گا، تمہاری بات مان کر کہ ہاں میں نے ہی قتل کیا ہے تمہارے باپ بھائی کا." نوشیر وان استہزائیہ انداز میں اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا. نوشیر وان کے الفاظ اور انداز پر گھبراتے ہوئے اچانک عرزش کو اُس سے خوف محسوس ہوا تھا. واقعی وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا. اِس وقت وہ اُس کے قبضے میں بالکل تنہا اور بے بس تھی. وہ اُس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا.

جذبات میں وہ اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی تھی. جو بھی تھا مگر عزت سے بڑھ کر اُس کے لیے کچھ بھی نہیں تھا.
عرزش نوشیر وان کی ڈھیلی پڑتی گرفت سے خود کو آزاد کرواتی یکدم پیچھے ہٹی تھی.

اچانک اُس کی آنکھوں میں اُمڈ آنے والا خوف دیکھ کر چند سیکنڈز کے لیے نوشیر وان کے ہونٹوں پر ایک محظوظ کن مسکراہٹ بکھر گئی تھی.

"میں نہیں جانتا تمہارے ساتھ یہاں کھڑے ہو کر سمجھانے میں، میں اپنا اتنا وقت کیوں ضائع کر رہا ہوں کیونکہ ابھی جو نیچے تم کر چکی ہو. وہ کسی صورت قابلِ معافی نہیں ہے مگر پھر بھی میں آخری بار تمہیں اتنا کہنا چاہوں گا کہ یہ سب کر کے تم اپنا نقصان ہی کرو گی کیونکہ نیکسٹ ٹائم میری طرف سے کوئی معافی نہیں ملے گی تمھیں."
نوشیر وان خانزادہ اُس کے چہرے پر اپنی سرد نگاہیں گاڑتا ہوا اچھی طرح اُسے اُس کی پوزیشن باور کرواتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا.

اُس کے انداز دیکھ کر عرزش کے اندر کا یقین اور بھی پختہ ہو گیا تھا کہ اُس کا مجرم یہی شخص ہے.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

وہ ایک بازو پر اپنا بلیک کوٹ ڈال کر دوسرے میں فائلز تھامے تیز تیز قدموں سے اپنے آفس کی طرف بڑھ رہی تھی جب کاریڈور میں ایک جانب مڑتے ہوئے، سامنے سے آتے زیاد سے اُس کا بُری طرح تصادم ہوا تھا. نتیجے میں اُس کے ہاتھ میں پکڑی تمام فائلز زمین بوس ہوئی تھیں.

"دیکھ کر نہیں چل سکتے تم." یشفہ نے ایک نظر اپنی بکھری فائلز پر ڈالتے ہوئے سر اُٹھا کر مقابل کی طرف دیکھا تھا.

وہ اپنی مخصوص دل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ اُسے دیکھتا جھک کر اُس کی فائلز سمیٹنے میں مدد کرنے لگا تھا.

"یار میں تو دیکھ کر ہی چل رہا تھا مگر لگتا ہے تم میرے خوابوں میں اتنا کھوئی ہوئی تھی کہ مجھے دیکھ ہی نہیں پائیں." زیاد کے انداز پر یشفہ افسوس سے سر ہلا کر رہ گئی تھی.

"ریئلی زیاد شیرازی غلط فہمی پالنا کوئی آپ سے سیکھے." یشفہ اُس کے ہاتھ سے فائل تھامتی ہوئی منہ بناتی بولی. اِس سے پہلے کہ زیاد اُسے کوئی جواب دیتا، سیاہ رنگ کے چست پینٹ کوٹ میں ملبوس ایک حسینہ زیاد کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی.

وہ جس بے تکلفی سے زیاد کے قریب آکر کھڑی ہوئی تھی یشفہ نے حیرانگی سے اُس کی طرف دیکھا تھا کیونکہ اِس لڑکی کو وہ یہاں پہلی بار دیکھ رہی تھی.

"زیاد سر میں آپ کو آپ کے آفس میں ڈھونڈ رہی تھی اور آپ یہاں ہیں. پلیز میرے ساتھ آئیں، مجھے آپ سے کیس کے سلسلے میں بہت ضروری بات ڈسکس کرنی ہے." شزا یشفہ کو صاف نظر انداز کرتی زیاد سے مخاطب ہوئی تھی یشفہ کو اُس لڑکی کا بے باک انداز اور حلیہ ایک آنکھ نہیں بھایا تھا.

"اوہ ہاں ابھی کچھ دیر میں کوٹ کی ہیئرنگ ہے. آپ آئیں میرے ساتھ." گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے زیاد عجلت میں اُسے لیے اپنے آفس کی طرف بڑھا تھا.

"اچھا کیا، آخر کار اپنے ٹائپ کی لڑکی ڈھونڈ ہی لی اِس شخص نے." یشفہ اُن دونوں کو گھورتی اپنے آفس کی جانب بڑھ گئی تھی.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

"ماما پلیز آپ تو آنکھیں کھولیں، میں بہت تنہا ہو گئی ہوں ماما. مجھ آپ سب کے بغیر جینا نہیں آتا. میں مر جاؤں گی." عرزش بے سُدھ پڑی مسرت بیگم کا ہاتھ تھامے روتے ہوئے بولی. جب کندھے پر کسی کا لمس محسوس کرتے اُس نے سر اُوپر اُٹھایا تھا.

"نایاب بولو نا ماما کو یہ آنکھیں کھولیں، بات کریں مجھ سے. یہ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہیں."

عرزش کا دکھ دیکھ نایاب کو اپنا دل پھٹتا محسوس ہوا تھا.

"عرزش میری جان حوصلہ کرو. اِس طرح رورو کر تو تم اپنی طبیعت بھی خراب کرلو گی." نایاب کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیسے سنبھالے.

"عرزش! عدیل بھائی سے بات ہوئی ہے میری. وہ ہاسپٹل ہی آرہے ہیں تاکہ آنٹی سے بھی مل لیں اور تم سے بھی ساری بات ڈسکس کرلیں." نایاب نے ابھی بات مکمل ہی کی تھی جب عدیل ہلکا سا دروازہ ناک کرتا اندر داخل ہوا تھا.

عدیل نایاب کا فرسٹ کزن تھا اور ایک نیوز چینل میں کام کرتا تھا. نایاب نے عرزش کے کہنے پر ہی اُس سے بات کی تھی. جسے سن کر وہ عرزش کی مدد کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا.

کچھ ٹائم مسرت بیگم کے پاس بیٹھنے کے بعد عرزش نایاب اور عدیل کے ساتھ کیفے ٹیریا میں آگئی تھی اور ساری بات شروع سے لے کر آخر تک عدیل کے گوش گزار کر دی تھی.

"عرزش تم میرے لیے بالکل نایاب کی طرح ہی ہو. میں اپنے مفاد سے ہٹ کر تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں مگر کیا تم واقعی اِس سب پر رضامند ہو. بعد میں حالات اور لوگوں سے گھبرا کر اپنی بات سے مکر تو نہیں جاؤ گی، کیونکہ تمہارے کہنے پر میں اور میرا چینل جس شخص کے خلاف یہ نیوز بنانے والے ہیں وہ کوئی عام آدمی بالکل بھی نہیں ہے. چند سیکنڈز میں ہمارا چینل بند کروا سکتا ہے. اِس لیے میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا." عدیل کی بات پر عرزش نے نایاب کی طرف دیکھا تھا. جو بے تاثر چہرا لیے اُسے ہی دیکھ رہی تھی.

"عدیل بھائی! میری طرف سے آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت بالکل بھی نہیں ہے. میں کسی صورت اپنی زبان، اپنے الفاظ سے پیچھے نہیں ہٹوں گی."

عرزش پر عزم لہجے میں بولی تھی. بہت مشکلوں سے اُسے یہ موقع ملا تھا وہ اِسے کسی صورت گنوانا نہیں چاہتی تھی.

□□□□□□□□□□□□

"سر! سہیل امجد اور دانیال پر حملہ اُن کے بھائی ریاض اور بھتیجے صہیب نے ہی کروایا تھا. اُن لوگوں کا نشانہ صرف دانیال تھا. بد قسمتی سے سہیل صاحب بھی بیچ میں آگئے اور اُن کی گولیوں کا نشانہ بن گئے مگر اتنی صفائی سے یہ کام کیا گیا ہے کہ اُس دن سے وہ حملہ آور غائب ہیں. بہت کوششوں کے بعد بھی اب تک ہمارے آدمی اُن کو نہیں ڈھونڈ پا رہے. اِس کے علاوہ اُن لوگوں کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے مگر سر جس طرح وہ لڑکی عرزش آپ کے خلاف متحرک ہے. ہمارے مخالفین اُسے آپ کے خلاف استعمال کرنے میں مدد لے سکتے ہیں." خان کی ساری بات غور سے سنتے اُس کی آخری بات پر نوشیر وان نے ایک ابرو اُٹھاتے خان کی طرف دیکھا تھا.

"تم کہنا کیا چاہتے ہو، کھل کر بولو." نوشیر وان کے سوالیہ انداز پر خان کو سمجھ نہیں آئی تھی. کیسے اُسے اپنی بات سمجھائے.

"سر! جہاں تک میری معلومات ہے. وہ لڑکی بہت ہی معصوم ہے. اُس کا شک کبھی بھی اپنے تایا پر نہیں جائے گا مگر وہ میڈیا کی مدد لے کر آپ کے خلاف کوئی بڑا قدم اُٹھانے کی کوشش کر رہی ہے اور اگر ایسا ہوا تو ہمارے چھپ کر بیٹھے دشمن جو کسی موقع کی تلاش میں ہیں. وہ اِس سب سے بہت فائدہ اُٹھا سکتے ہیں. آپ کو اِس لڑکی کو اپنی طرح سے ہینڈل کرنا ہو گا." خان نے سر جھکائے اپنی بات مکمل کی تھی.
"ہمم مگر فی الحال کچھ نہیں کرنا. میں بس اُس لڑکی کی ہمت دیکھنا چاہتا ہوں لیکن اُس لڑکی کی سیکیورٹی کی پوری ذمہ داری تمہارے ذمہ ہے اور ساتھ ہی اُن حملہ آوروں کو ڈھونڈنے کی کوشش بھی جاری رکھو." نوشیر وان نے اپنی بات مکمل کرتے خان کو جانے کا اشارہ کیا تھا.

□□□□□□□□□□□□

"کیا بنایا ہے یہ؟ اُٹھالو یہ سب یہاں سے۔ اپنا کام بھول گئے ہو کیا تم۔ خان! فارغ کرو اِن سب کو یہاں سے۔"
نوشیر وان کو ہمیشہ اپنی ہر چیز پرفیکٹ چاہیے ہوتی تھی۔ اِس وجہ سے اُس کے تمام ملازم اِس بات کا خیال بھی رکھتے تھے اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ اُس کے ناشتہ میں موجود ہر چیز پرفیکٹ اور اُس کے ٹیسٹ کے مطابق ہی تھی مگر خراب موڈ کی وجہ سے نوشیر وان کو ہر چیز ہی بُری لگ رہی تھی۔

اُس کی دھاڑ پر تمام ملازم اپنی جگہ سہم چکے تھے۔ خان بھی اُس کے مزاج کے پیشِ نظر خاموشی سے سر جھکائے کھڑا تھا۔ وہ خود اِن دنوں نوشیر وان کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ جو کچھ زیادہ ہی غصے میں رہنے لگا تھا۔ خان کو لگا تھا کہ شاید اُس لڑکی کی وجہ سے نوشیر وان بدل جائے، خوشیوں کی طرف لوٹ آئے مگر یہاں تو کام ہی اُلٹا ہو گیا تھا۔

نوشیر وان اُس لڑکی کو دیکھنے سے بھی سخت گریزاں تھا۔ بدلنا تو دور کی بات تھی۔

پاس پڑی چیئر کو ٹھوکر مارتا نوشیر وان ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ اپنی کنڈیشن پر آج کل اچھا خاصہ جھنجھلایا ہوا تھا۔ وہ شخص جسے ہمیشہ خود پر، اپنے جذبات پر کنٹرول رہا تھا۔ ایک عام سی لڑکی نے اُسے ڈسٹرب کر کے رکھ دیا تھا۔ چند ملاقاتوں میں ہی وہ لڑکی نوشیر وان کے دل کو چھو گئی تھی۔
نوشیر وان سمجھتا تھا کہ اُس کے سامنے نہ آنے سے شاید وہ اُسے بھول جائے گا۔ وہ اُس کے دل و دماغ سے نکل جائے گی مگر ایسا بالکل نہیں ہوا تھا۔ وہ ہر ٹائم اُس کے سر پر سوار رہنے لگی تھی۔

اُس نے سوچوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ٹی وی آن کیا تھا۔ جب چینل سرچنگ کے دوران ایک چینل پر آکر نوشیر وان ساکت ہوا تھا۔ وہاں سامنے ہی ایک پریس کانفرنس چل رہی تھی۔ جس میں عرزش اپنے کزن صہیب اور عدیل کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی اور نوشیر وان پر دھڑا دھڑ الزامات کی برسات کیے جا رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی ڈر و خوف نہیں تھا۔

نوشیر وان کتنے ہی لمحے یک ٹک اُسے دیکھے گیا تھا. براؤن کلر کی بڑی سی چادر میں اپنے نازک وجود کو چھپائے وہ نوشیر وان خانزادہ کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے حکومت سے مدد مانگ رہی تھی.

نوشیر وان کو غصہ آنے کے بجائے عرزش کی معصومیت اور بے وقوفی پر ہنسی آگئی تھی. وہ جن میڈیا والوں کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر یہ سب کر رہی تھی، نہیں جانتی تھی کہ وہ سب اُسے صرف اپنے چینل کی ریٹنگ بڑھانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں. ورنہ وہ سب لوگ اچھے سے جانتے تھے کہ حکومت کے کسی ایک عہدے دار میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ نوشیر وان خانزادہ پر ہاتھ ڈال سکیں.

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے خان نے ایک حیران نظر سکرین پر اور دوسری نوشیر وان پر ڈالی تھی. اُس تک اِس کانفرنس کی اطلاع اپنے آدمیوں کے ذریعے پہلے ہی پہنچ چکی تھی. جو وہ نوشیر وان کو ناشتے کے بعد آرام سے بتانے والا تھا. جانتا تھا نوشیر وان کو اِس بات پر بہت غصہ آنا تھا. مگر ابھی نوشیر وان کو مسکراتا دیکھ وہ حیرت زدہ تھا. اتنے سالوں سے اِس شخص کے ساتھ کام کرتے خان نے کبھی بھولے سے بھی اُس کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی مگر جب سے عرزش سے اُس کا سامنا ہوتا تھا، نوشیر وان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آنے لگی تھی. جبکہ ہر بار وہ لڑکی کوئی بہت بڑی گستاخی ہی کر رہی ہوتی تھی.
خان کو اب اِس بات پر یقین آنے لگا تھا کہ اُس کا باس محبت جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو رہا تھا. جس کا انجام پتا نہیں کیا ہونے والا تھا کیونکہ وہ لڑکی اُس سے سخت نفرت کرتی تھی.
نوشیر وان خانزادہ کے ہونٹوں سے اچانک مسکراہٹ غائب ہوئی تھی کیونکہ اب بات کرنے کے دوران عرزش کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے اور اُس کے ساتھ بیٹھے اُس کے کزن صہیب نے دلاسہ دینے کے لیے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا. یہی منظر تھا جسے دیکھ نوشیر وان کے چہرے کے نقوش ناقابلِ یقین حد تک بگڑ گئے تھے.
اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ عرزش کو چھوتا اُس لڑکے کا ہاتھ ابھی اور اِسی وقت اُس کے وجود سے جدا کر دے.
"یہ شخص کون ہے؟" نوشیر وان نے غصے سے لال ہوتی آنکھوں سے خان سے پوچھا تھا.

"عرزش کا تایازاد اور اُس کے باپ بھائی کا قاتل بھی مگر اُن لوگوں کی ڈیتھ کے بعد جس طرح سے اِنہوں نے عرزش کا ساتھ دیا ہے. وہ کسی صورت اِس بات پر یقین نہیں کرے گی کہ اُس کے اپنوں کے قاتل یہی لوگ ہیں اگر ہم نے بتانے کی کوشش بھی کی تو وہ اِسے ہماری چال سمجھے گی." خان نے نوشیر وان کی بات کا تفصیل سے جواب دیا تھا. بچپن سے نوشیر وان کے ساتھ ہونے کی وجہ سے وہ نوشیر وان کو اچھے سے سمجھتا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اِس وقت نوشیر وان کے دل میں کیا چل رہا ہے.

کانفرنس کب کی ختم ہو چکی تھی. نوشیر وان خان کو گاڑی نکلوانے کا کہہ کر اُٹھ گیا تھا. اُس کا غصہ اُس شخص کو عرزش کے قریب دیکھ کر ساتویں آسمان پر پہنچ چکا تھا.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

اگلے آدھے گھنٹے میں نوشیر وان عرزش کے گھر کے گیٹ پر تھا. دوسری بیل پر دروازہ کھلتے ہی عرزش کا چہرہ نمودار ہوا تھا مگر اُس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی نوشیر وان اپنے قدم اندر بڑھاتے ہوئے مین گیٹ اندر سے لاک کر چکا تھا.

عرزش ہکا بکا سی یہ سب دیکھ رہی تھی. وہ ابھی واپس آئی تھی. مسرت بیگم ہاسپٹل میں تھیں. گھر میں اِس وقت کوئی بھی موجود نہیں تھا. نوشیر وان کو اِس طرح سخت تاثرات کے ساتھ آتا دیکھ کر عرزش خوفزدہ ہوئی تھی کیونکہ ابھی وہ اُس کے خلاف جو بول کر آئی تھی. عرزش کو لگ رہا تھا اب وہ اُسے نہیں چھوڑے گا.

"کیا ہوا ڈر گئیں؟ ابھی تو بہت زور و شور سے میرے خلاف بول رہی تھیں کہ برباد کر دو گی تو اب کیا ہو گیا؟"
نوشیر وان کے قریب آنے پر عرزش اُلٹے قدموں پیچھے کی طرف بڑھ رہی تھی. اُس نے ابھی بھی خود کو براؤن کلر کی چادر میں لپیٹا ہوا تھا. نوشیر وان کی نظریں اُس کے شفاف چہرے پر پھسل رہی تھیں.

"میں نہیں ڈرتی تم سے. جتنا ہو سکا تمہارے خلاف جاؤں گی. تمہیں سزا دلوا کر رہوں گی. تم مجھے اِس طرح خوفزدہ کر کے روک نہیں سکتے." عرزش ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچ چکی تھی اور اپنے لہجے کی کپکپاہٹ پر قابو پاتے نڈر انداز میں بولی.

جبکہ نوشیر وان کی نگاہیں اس کی لرزتی گھنی پلکوں کے رقص میں اُلجھ رہی تھیں. وہ جس غصے اور طیش میں عرزش کی عقل ٹھکانے لگانے یہاں آیا تھا. وہ سب جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا. نوشیر وان کو لگ رہا تھا. یہ ایک عام لڑکی بالکل بھی نہیں تھی. کوئی جادوگرنی تھی. جو ہمیشہ اُسے اپنے جادو میں قید کر لیتی تھی.
"ابھی تو میں نے تمہیں کچھ کہا ہی نہیں ہے تو تمہارا یہ حال ہو رہا ہے. جب تم میرا اصل رُوپ دیکھو گی تو ایک سیکنڈ کی دیر کیے بنا تم نے اُوپر پہنچ جانا ہے مگر جتنا میں تمہیں فری ہینڈ دے رہا ہوں تم اُتنا ہی مجھ سے اُلجھنے کی کوشش کر رہی ہو." نوشیر وان نے عرزش کی چادر سے جھانکتی بالوں کی ایک لٹ کو اُنگلی سے اندر کیا تھا. جبکہ اُس کی اتنی جرات پر عرزش نے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اُس کا ہاتھ جھٹکتے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھا تھا اور جلدی سے دو قدم پیچھے ہٹی تھی.

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے چھونے کی." وہ غصے سے بولی. گھبراہٹ میں اُلٹے قدموں پیچھے ہونے کی وجہ سے اسکا پاؤں بہت بُری طرح سے مُڑ گیا تھا.

"آوچ." وہ اپنے پاؤں کو پکڑتی درد سے بلبلاتی ہوئی نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی.
جبکہ اُس کا درد اور آنکھوں سے نکلتے آنسو دیکھ کر نوشیر وان بے اختیاری میں آگے بڑھا تھا.
"ہاتھ ہٹاؤ، دیکھنے دو مجھے." عرزش کے ہاتھ پیچھے ہٹاتے نوشیر وان نے اُس کا پیر دیکھنا چاہا تھا. جبکہ عرزش حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھ رہی تھی. جو اِس وقت اپنا غرور، اپنی شان و شوکت بھلائے اُس کے قدموں میں بیٹھا تھا. وہ نوشیر وان خانزادہ کے گھمنڈی اور مغرور انداز کے بارے میں بہت سن چکی تھی مگر یہ شخص اُسے کہیں سے بھی وہ نوشیر وان خانزادہ نہیں لگا تھا.

لیکن یہ سوچ صرف چند سیکنڈز کے لیے تھی کیونکہ عرزش اگلے ہی لمحے اُس شخص پر غور و فکر کرنے پر خود پر لعنت بھیجتی اپنا پاؤں واپس کھینچ چکی تھی.

"مسٹر نوشیروان خانزادہ!دور رہو مجھ سے. میں تمہارے آفس کی کوئی ورکر نہیں ہوں. نہ ہی تمہارے اُس محل کی زر خرید غلام ہوں. جو تم اِس طرح مجھ پر حکم چلا کر میرے قریب آنے کی کوشش کروگے." عرزش بنا سوچے سمجھے غصے میں بہت بڑی بات بول گئی تھی.

جسے سن کر نوشیروان کا دماغ گھوم گیا تھا. اگلے ہی لمحے نوشیروان اُس کے نازک وجود کو ایک جھٹکے میں اپنے بازوؤں میں اُٹھاتے اندر کی طرف بڑھا تھا.

جبکہ نوشیروان کے اِس انداز کو دیکھ عرزش اندر تک کانپ گئی تھی. وہ اِس وقت گھر میں بالکل اکیلی اِس شخص کے رحم و کرم پر تھی اور اب تو اُس کے پاؤں پر چوٹ بھی لگ چکی تھی۔ خود سے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا.

ڈرائنگ روم میں لاتے نوشیروان نے اُسے صوفے پر پٹخا تھا.

"کیا بکواس کر رہی ہو تم. پاگل تو نہیں ہو گئی. جانتی ہی کیا ہو تم میرے بارے میں جو اتنے فضول الزامات لگا رہی ہو اگر میں نے ایسا کچھ کرنا ہوتا تمہارے ساتھ تو کب کا کر چکا ہوتا. تمہارے قریب آنا یا تمہیں اپنا زر خرید غلام بنانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے." نوشیروان صوفے پر اُس کے ارد گرد بازو رکھے تقریباً اُس کے اُوپر جھکا ہوا تھا. نوشیروان کا چہرہ بہت قریب ہونے کی وجہ سے عرزش نے اپنا چہرا پیچھے کرنا چاہا تھا مگر پیچھے موجود صوفے کی بیک کی وجہ سے وہ چند انچ ہی دور ہو پائی تھی.

"تم سے کہیں زیادہ ضروری کام ہیں میرے مگر نجانے کیوں صرف تم جیسی بے وقوف اور خود سر لڑکی کی مدد کرنے میں اپنے سارے کام چھوڑ کر یہاں آیا ہوں. تم جن لوگوں کی مدد لے کر اور جن کو ساتھ لے کر میرے خلاف یہ بچکانہ حرکتیں کرتی پھر رہی ہو۔ وہ سب صرف تمہارا فائدہ اُٹھا رہے ہیں. کوئی مخلص نہیں ہے یہاں تمہارا. اپنے ارد گرد نظریں دوڑاؤ. تمہارے مجرم تمہارے بہت قریب دندناتے پھر رہے ہیں. جنہیں تم اپنا سب سے زیادہ خیر خواہ سمجھ رہی ہو وہی دشمن ہیں تمہارے."

نوشیر وان ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتا اپنی گرم سانسوں کی تپش اُس کے چہرے پر چھوڑتا پیچھے ہٹا تھا.
پاؤں میں آئی موچ کا درد عرزش کے چہرے پر نمایاں تھا. جسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھتے نوشیر وان وہاں سے پلٹا تھا۔ اُس کو اِس حال میں چھوڑ کر جانے پر اُس کا دل بے چین ہوا تھا. مگر عرزش کی کہی بات پر اُس کے قدم وہی رُکے تھے.
"رئیلی مسٹر نوشیر وان خانزادہ! آپ کو واقعی اگر مجھ سے ہمدردی ہے اور میری اتنی ہی فکر ہے تو آپ ہی مدد کر دیں نا میری. اگر آپ میرے مجرم نہیں ہیں تو آپ کو اپنے خلاف کیس کیے جانے پر بھی کوئی ڈر نہیں ہونا چاہیے. کیونکہ بقول آپ کے آپ بے گناہ ہیں تو کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور آپ باعزت بری ہو جائیں گے. آپ جیسی شخصیت کو تو کوئی جیل میں ڈالنے کی کوشش نہیں کرے گا. جب تک کہ آپ کے خلاف ثبوت نہیں مل جاتے. میری بہت کوششوں کے باوجود بھی کوئی بڑا وکیل آپ کے خلاف کیس لڑنے کو تیار نہیں ہے لیکن آپ کسی کو کہیں گے پوری ایمانداری کے ساتھ تو کسی میں انکار کی جرات نہیں ہو گی۔ کوئی بھی آپ کے خلاف میرا کیس لڑنے کو تیار ہو جائے گا. اِس طرح میری مدد بھی ہو جائے گی اور میں غلط ہاتھوں میں آکر اپنے متوقع نقصان سے بھی بچ جاؤں گی اور اگر آپ کے مطابق آپ بے گناہ ہوئے اور میرے بابا اور بھائی کے اصل مجرم کو سزا مل گئی تو میں وعدہ کرتی ہوں آپ سے، زبان دیتی ہوں آپ کو. پوری زندگی آپ کی احسان مند رہوں گی. " عرزش نے اُسے جاتا دیکھ کر اپنی طرف سے ایک بہت ہی شاطرانہ چال چلتے بولی تھی. جبکہ اُس کی پوری پلاننگ اور خود کو کیے چیلنج کو سنتے ہی نوشیر وان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی. یہ لڑکی اتنی بھی بے وقوف نہیں تھی جتنا وہ اسے سمجھ رہا تھا. کتنی بہادری اور دلیری سے وہ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے چیلنج کر گئی تھی.
نوشیر وان کو خاموش دیکھ عرزش طنزاً مسکرائی تھی. وہ اچھے سے جانتی تھی. یہ بڑی بڑی باتیں کرنے والا بظاہر بڑا مگر اندر سے چھوٹا شخص اُس کی بات کبھی نہیں مانے گے اور یہ بات ماننا تھا بھی ناممکن. اُس نے تو صرف اُس کی اِس جھوٹی ہمدردی کا پردہ فاش کرنے کے لیے یہ سب بولا تھا تاکہ دوبارہ اُس سے اِس طرح نظریں تو نہیں ملا پائے گا.
"اوکے میں تمہارا چیلنج ایکسیپٹ کرنے کو تیار ہوں. لیکن تمہاری احسان مندی کے علاوہ مجھے کچھ اور بھی چاہیے."
نوشیر وان کی بات پر عرزش نے بے یقینی سے آنکھیں پھاڑے اُس کی طرف دیکھا تھا.

جو چند قدموں کے فاصلے پر پینٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے کھڑا محظوظ کن مسکراہٹ سے اُس کے چہرے کے تاثرات انجوائے کر رہا تھا.

نوشیر وان اچھے سے جانتا تھا کہ جس بات کی وہ ہامی بھر رہا ہے یہ کوئی چھوٹی بات بالکل بھی نہیں تھی. اِس بات نے پورے ملک میں ہلچل مچا دینی تھی اور شاید کچھ ٹائم کے لیے اُس کا امیج بھی خراب ہو جاتا مگر امیج کی نہ پہلے اُسے کبھی پرواہ رہی تھی نہ اب تھی.

نوشیر وان نے آگے بڑھتے ساکت بیٹھی عرزش کا پاؤں اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لیتے ہلکا سا جھٹکا دیا تھا.

جس پر چیخ مارتے عرزش نے اُس کے ہاتھوں سے اپنا پاؤں آزاد کروایا تھا.

مگر یہ کیا اُس کے پیر کا درد کافی حد تک کم ہو چکا تھا.

یہ شخص آج اُسے مسلسل حیران کر رہا تھا. نایاب کے مطابق تو نوشیر وان خانزادہ میں اتنی اکڑ بھری ہوئی تھی کہ وہ کبھی جھک کر اپنے شوز پر لگی گرد بھی صاف نہیں کرتا تھا کجا کہ کسی اور کے آگے جھکنا مگر جس طرح یہ شخص اُس کے ساتھ پیش آ رہا تھا. اُس کا تو یہ مطلب تھا کہ یا تو نایاب جھوٹ بولتی تھی یا پھر یہ شخص نوشیر وان خانزادہ نہیں تھا.

"کیا ہوا مس عرزش سہیل؟" نوشیر وان کے اسکی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرانے پر عرزش جیسے ہوش میں آئی تھی.

"میں تیار ہوں. تمہاری ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں." عرزش جلدی سے بولی تھی کہ کہیں وہ اپنا ارادہ نہ بدل دے.

"تو پھر قائم رہنا اپنی بات پر. کیونکہ نہ میں کبھی اپنے کہے سے واپس پلٹتا ہوں اور نہ کسی کا پلٹنا مجھے برداشت ہے. کل اِس شہر کا سب سے بڑا وکیل تمہارے پاس پہنچ جائے گا." نوشیر وان واپس پلٹنے لگا تھا جب اچانک ایک بات یاد آتے واپس پلٹا تھا.

"اور ہاں اِس سب کے دوران تمہارا وہ کزن صہیب مجھے تمہارے آس پاس بھی نظر نہیں آنا چاہیے. اگر ایسا ہوا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا." نوشیر وان سن گلاسز آنکھوں پر چڑھا کر وارن کرتے لہجے میں کہتے اُس کے من موہنے چہرے کو اپنی نگاہوں میں قید کرتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا.

جبکہ عرزش وہاں کی وہاں ہی بیٹھی رہ گئی تھی. اس نے نوشیر وان کی آخری بات پر اُس کی چوڑی پشت کو ایک جاندار گھوری سے ضرور نوازا تھا. اُس کی سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا تھا اگر یہ شخص واقعی اُس کے اپنوں کا قاتل تھا تو اُس کی مدد کرنے کو کیسے تیار ہو گیا تھا. کیا وہ واقعی غلط تھی؟ عرزش اپنی ہی سوچوں میں اُلجھ رہی تھی.

"نہیں میں غلط نہیں ہوں۔ بابا نے اِسی شخص کا نام لیا تھا میرے سامنے. کہیں اِس سب کے پیچھے اِس کی کوئی چال تو نہیں مگر جو بھی ہے ایک بار یہ کیس عدالت تک پہنچ جائے پھر میں کسی صورت بچ کر نہیں نکلنے دوں گی اِس شخص کو. بہت ہوشیار سمجھتا ہے نا اپنے آپ کو. دیکھتی ہوں کیسے بچے گا مجھ سے یہ. تب تک چین سے نہیں بیٹھوں گی جب تک اِس کے انجام تک نہ پہنچا دوں اِسے. "عرزش دل ہی دل میں عزم کرتی تلخی سے مسکرائی تھی.

مگر وہ نہیں جانتی تھی بہت جلد قسمت اُس کے ساتھ ایک ایسا کھیل کھیلنے والی تھی. جس نے ایک بار پھر اُس کی زندگی بدل کر رکھ دینی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

جاری ہے

چپکے سے اتر مجھ میں

از فرواخالد

قسط 5

زیاد کے ایک کیس کی ہیئرنگ چل رہی تھی. جب اچانک اُس کی نظر اپنے وائبریٹ ہوتے موبائل پر پڑی تھی.
سکرین پر جگمگاتے نمبر کو دیکھ وہ جلدی سے آگے بڑھا تھا کیونکہ یہ نمبر یشفہ کے ڈرائیور کا تھا.
فون اٹینڈ کرتے ہی آگے سے جو خبر اُسے دی گئی تھی. زیاد بنا موجودہ سچوایشن کی پرواہ کیے شنزا کو کیس کی ڈیٹ آگے بڑھوانے کی ہدایت کرتا وہاں سے باہر کی طرف بڑھا تھا.
جب سے یشفہ نے چوہدری فیاض کا کیس لیا تھا. زیاد کو یشفہ کی طرف سے فکر لاحق تھی. اُس کے بہت منع کرنے کے باوجود بھی یشفہ اُسے غلط ہی سمجھ رہی تھی. وہ اُس سے مقابلہ کرنے اور اُس سے آگے نکلنے کے چکر میں یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ صرف اُسے اتنا بڑا کیس ملنے کی جیلسی میں اُسے یہ کیس چھوڑنے کا کہہ رہا ہے.
مگر زیاد چوہدری فیاض اور اُس کے مخالفین سے اچھی طرح واقف تھا. جو دونوں ہی ایک نمبر کے بدمعاش تھے. اُن دونوں کے درمیان میں آنا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا.
جس طرح پوری کامیابی سے یشفہ چوہدری فیاض کے کیس کو لے کر چل رہی تھی. زیاد کو ڈر تھا کہ ضرور اُن کے مخالفین کوئی گھٹیا حرکت کریں گے یشفہ کو نقصان پہنچانے کی. یشفہ کے ڈرائیور کے تھرو ہی زیاد کو پتا چلا تھا کہ یشفہ کو دھمکیاں بھی مل چکی ہیں یہ کیس چھوڑنے کی.
اِس لیے زیاد نے یشفہ کے ڈرائیور کو اپنا نمبر دے رکھا تھا کہ اگر وہ یشفہ کے ارد گرد کسی کی ذرا سی بھی مشکوک حرکت نوٹ کرے تو فوراً اُسے انفارم کرے اور ابھی یشفہ کے ڈرائیور نے جیسے ہی نوٹ کیا تھا کہ کوئی گاڑی مسلسل اُن کا پیچھا کر رہی ہے. اُس نے فوراً زیاد کو کال کی تھی.
جسے سنتے ہی زیاد اپنے سارے ضروری کام چھوڑتا اُس کی طرف بھاگا تھا.
زیاد گاڑی کو ہوا کے دوش پر دوڑاتے جلدی سے ڈرائیور کی بتائی گئی لوکیشن کی طرف بڑھا تھا. وہ مسلسل ڈرائیور سے رابطے میں تھا۔ اسکا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا کیونکہ شاید اُس کی زندگی کا سب سے قیمتی انسان اِس وقت

خطرے میں تھا. وہ نہیں جانتا تھا کہ لڑتے جھگڑتے کب یشفہ اُس کے دل کے تار چھو گئی تھی مگر یہ سچ تھا وہ اُسے ذرا سی بھی تکلیف یا پریشانی میں نہیں دیکھ سکتا تھا.

پہلے تو وہ یہ بات سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ محبت کا احساس تھا یا ایک ساتھ کام کرنے کی وجہ سے صرف ایک اُنسیت سی ہو گئی تھی کیونکہ ایسا اُس نے آج تک کبھی کسی کے لیے فیل نہیں کیا تھا.

مگر آج یشفہ کی جان خطرے میں سن کر اسے اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی.

زیاد نے پولیس کو انفارم کر دیا تھا۔ وہ لوگ پہنچنے والے تھے. وہ یشفہ کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر ہی تھا. جب اچانک ایک طرف سے یشفہ کی گاڑی پر فائرنگ شروع ہو گئی تھی. پہلا فائر سیدھا گاڑی کے ٹائرز پر کر کے اُنہیں پنکچر کیا گیا تھا. زجاد جلدی سے اُس کے قریب گاڑی روکتے یشفہ کی گاڑی کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا.

یشفہ جو اِس اچانک بگڑتی ہوئی صورتحال پر اچھا خاصا ڈری ہوئی تھی. کسی کو اپنی گاڑی میں داخل ہوتا دیکھ کر پہلے تو اُس کی چیخ نکل گئی تھی مگر زیاد پر نظر پڑتے ہی اُس کی جان میں جان آئی تھی.

"تم یہاں کیسے؟" زیاد یشفہ کے گرد اپنا بازو حمائل کر کے اُسے اپنے قریب کرتے ہوئے گاڑی کی سیٹ کے نیچے کی طرف کیا تھا. جس سے یشفہ تو محفوظ ہو گئی تھی مگر زیاد خود حملہ آوروں کے نشانے پر تھا.

"منع کیا تھا تمہیں. اِن بدمعاش لوگوں کا کیس نہ لڑو. خود تو انہوں نے بعد میں صلح صفائی کر لینی ہے مگر تم جیسے ضدی اور کم عقل لوگ اِن کی دشمنی میں بے موت مارے جاتے ہیں." زیاد نے یشفہ کے سوال کے جواب میں اُسے کھری کھری سنائی تھیں کیونکہ پچھلے چند منٹوں میں وہ اُس کی ٹینشن میں جس ذہنی اذیت سے گزرا تھا وہی جانتا تھا.

اُسی لمحے زیاد کو کوئی تیز دھار چیز اپنے بازو میں گھستی محسوس ہوئی تھی. گولی اُس کے بازو کو چیرتی اُس کی شرٹ لہولہان کر گئی تھی۔ اُس نے یشفہ کو بالکل بھی ظاہر ہونے نہیں دیا تھا کہ اُسے گولی لگی ہے.

"ہاں تو میں ماری جاؤں گی نا. تمہیں کیا مسئلہ ہے؟ یہ ہیرو بن کر کیوں بھاگے چلے آئے؟ میں نے مدد کے لیے تھوڑی نا بلایا تھا تمہیں." یشفہ اِن حالات میں بھی اُس سے لڑنے سے باز نہیں آئی تھی.

پولیس موبائل کے سائرن کی آواز کے ساتھ ہی چند سیکنڈز دونوں طرف سے زوردار آواز میں گولیوں کا تبادلہ ہوتا رہا تھا اور پھر اچانک دونوں طرف خاموشی چھا گئی تھی.

"تم سے زیادہ بے مروت لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔" زیاد اپنے بازو کو غیر محسوس انداز میں اُس کی آنکھوں سے اوجھل کرتے پولیس والوں کے گاڑی کا دروازہ ناک کرنے پر سیدھا ہوا تھا.

"دیکھو زیاد شیرازی میں نے نہ ہی آج تک کسی کا احسان لیا ہے اور نہ ہی آگے میرا ایسا کوئی ارادہ ہے. تو اپنی یہ دھونس اور ہمدردیاں اپنے پاس رکھو اور یہ پولیس کو بُلا کر جو تم مجھ پر احسان جتا رہے ہو تو فار یو کائنڈ انفارمیشن ان کو کال میرے ڈرائیور نے کی ہے. اِس لیے مجھ پر زیادہ احسان جتانے کی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے."

یشفہ سیدھے ہوتے زیاد کی کہی گئی بات کا جواب اچھی طرح دے گئی تھی.

جس پر زیاد بنا کچھ بولے افسوس میں سر ہلاتے اُس کی گاڑی سے نکل گیا تھا کیونکہ اُسے بازو میں بہت درد محسوس ہو رہا تھا اور خون بھی مسلسل بہہ رہا تھا. اِس لیے تکلیف کے باعث وہ یشفہ سے لڑنے کا سٹیمنا خود میں نہیں پا رہا تھا.

اُس کے بنا کچھ کہے نکل جانے پر یشفہ ایک پل کے لیے حیران ہوئی تھی. اُسے محسوس ہوا تھا شاید وہ کچھ زیادہ بول گئی ہے لیکن پھر کندھے اُچکاتے ڈرائیور کی طرف متوجہ ہوئی تھی تا کہ اُس سے کوئی ٹیکسی وغیرہ منگوا لے.

ڈرائیور کو بھیج کر یشفہ جیسے ہی سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھی اُس کی نظر سیٹ پر گرے خون پر پڑی تھی.

"یہ خون یہاں پر کیسے؟ کس کا خون ہے یہ، مجھے تو گولی نہیں لگی۔ نہ ہی ڈرائیور کو تو پھر یہ کہیں زیاد کو مگر وہ تو بالکل ٹھیک تھا." اِس سوچ کے آتے ہی یشفہ کا دل بوجھل ہوا تھا یشفہ نے باہر جھانکا مگر اب زیاد وہاں موجود نہیں تھا، پولیس اہلکار ہی کھڑے تھے. اُس کے دل نے شدت سے دعا کی تھی کہ کاش ایسا کچھ نہ ہوا ہو.

مگر پھر زیاد کا یوں خاموشی سے نکل جانا اور نکلتے وقت اُس کے چہرے پر موجود تکلیف کے آثار یاد آتے ہی یشفہ کا دل بے چین ہوا تھا. اُسی لمحے ڈرائیور گاڑی میں آ بیٹھا تھا.

"یہ اِس پچھلی سیٹ پر خون موجود ہے. کیا زیاد کو گولی لگی تھی." یشفہ کے پوچھنے پر ڈرائیور نے پلٹ کر سیٹ کی طرف دیکھا تھا.

"جی بی بی جی! زیاد صاحب کو گولی لگی ہے بازو پر مگر پتا نہیں کیوں اُنہوں نے مجھے اشارے سے آپ کے سامنے کچھ بھی بولنے سے منع کیا تھا اور بی بی جی میں نے پولیس کو فون کیا تھا مگر اُنہوں نے میری پوری بات سنے بغیر ہی فون کاٹ دیا تھا پھر زیاد صاحب ہی پولیس کو لے کر آئے اور وہ اپنا کیس چھوڑ کر میری ایک کال پر یہاں آئے تھے

آپ کی مدد کے لیے۔ "ڈرائیور کو بھی شاید یشفہ کے زیاد کو کہے الفاظ پسند نہیں آئے تھے۔ اِس لیے وہ تفصیل بتاتے بولا۔

جسے سن کر یشفہ کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا اور ساتھ میں زیاد کے لیے پریشانی بھی بڑھ چکی تھی۔

"تمہیں پتا ہے ابھی وہ کس ہاسپٹل گیا ہے؟" یشفہ کے پوچھنے پر ڈرائیور نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ اُس نے زیاد کا نمبر ڈائل کیا مگر آگے سے کال فوراً کاٹ دی گئی تھی۔ دوسری، تیسری اور پھر چوتھی بار لگاتار زیاد نے ایسے ہی کیا تھا۔

"یہ شخص اِس قابل ہی نہیں ہے کہ اِس سے آرام سے بات کی جائے۔ اب سمجھ گیا ہو گا کہ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ اِس لیے اتنے نخرے دکھا رہا ہے۔" یشفہ کا ایک بار تو دل چاہا تھا کہ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ کر آرام سے اپنے گھر چلی جائے مگر دل کے ملامت کرنے پر اُس نے قریبی ہاسپٹل جانے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ وہ اتنا تو جانتی تھی کہ زیاد اکیلا رہتا ہے اور اِس وقت اُسے کسی کی ضرورت تھی۔

ہاسپٹل پہنچ کر ریسپشن سے زیاد کے بارے میں معلومات لیتے وہ اندر کی طرف بڑھی تھی۔ جب مطلوبہ روم میں داخل ہوتے اُسے وہ سامنے ہی بیڈ پر لیٹا نظر آیا تھا۔ ڈاکٹر اُس سے بات کر کے باہر نکل رہا تھا۔ زیاد کے سیدھے بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی یشفہ کو صاف نظر انداز کرتے ہوئے زیاد فون پر مصروف ہو گیا تھا۔

خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے زیاد کو خون کی ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ جس وجہ سے وہ ابھی تک بیڈ پر ٹکا ہوا تھا۔

اُسے کال کرتا دیکھ کر یشفہ اُس کے بیڈ کے پاس پڑی چیئر پر آ بیٹھی تھی مگر کال تھی کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ جب کافی دیر بعد اُسے کال بند کر کے فون کان سے ہٹاتے دیکھ کر یشفہ نے جیسے ہی کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا تھا۔

زیاد نے دوبارہ کال ملاتے فون کان سے لگا لیا تھا۔ جب کہ اُس کے اِس طرح نظر انداز کرنے پر یشفہ اُسے گھور کر رہ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی زیاد یہ سب اُس کی آخر میں سنائی گئی باتوں کے جواب میں کر رہا تھا اور کسی بندے کو بنا ایک لفظ بولے اُسکی غلطی پر شرمندہ کرنا تو کوئی زیاد شیرازی سے سیکھے۔

زیاد اب شزا سے بات کر رہا تھا اور اپنے آنے کے بعد کوٹ میں جو کچھ ہوا تھا اُس کی اپ ڈیٹس لے رہا تھا۔ جب کیس کے بارے میں ڈسکس کرتے شزا نے اُس کے وہاں سے عجلت میں آنے کی وجہ پوچھی تھی۔

"ایک بہت ارجنٹ کام آگیا تھا مجھے، اِس لیے آنا پڑا مگر میں ابھی بس تھوڑی دیر میں آفس پہنچ کر تم سے سارا کیس ڈسکس کرتا ہوں۔" زیاد کی بات پر یشفہ نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا تھا۔ اُسے گولی لگی تھی اور وہ واپس آفس جا کر کام کرنے کی بات کر رہا تھا۔

"اوہ ہاں وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ آج تو ہم نے ڈنر بھی ساتھ میں کرنا ہے۔ اوکے تم تیار رہنا پھر آفس سے واپسی پر ہی ڈنر پر چلیں گے۔" زیاد کی پلاننگ سن کر یشفہ کا دماغ گھوما تھا اور اُس کا ضبط اب جواب دے چکا تھا۔ اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اُس نے ہلکا سا جھکتے زیاد کے کان سے اُس کا موبائل ہٹاتے کال کاٹ دی تھی۔ اِس سے پہلے کہ وہ موبائل چھین کر پیچھے ہٹتی زیاد اُس کا موبائل والا ہاتھ اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے؟ واپس کرو میرا موبائل مجھے۔"

زیاد نے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ موبائل واپس مانگا تھا۔

"زیاد شیرازی! اگر آپ کو یاد نہیں ہے تو میں یاد دلا دیتی ہوں کہ آپ کو کوئی کانٹا نہیں چبھا بلکہ گولی لگی ہے۔ یہ اپنے ڈنر کے پروگرامز کسی اور دن رکھ لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔" یشفہ نے تپے ہوئے انداز میں ایک ایک لفظ پر زور دیتے کہا اور اپنا ہاتھ زیاد کے ہاتھ سے آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ موبائل اُس نے ابھی بھی نہیں چھوڑا تھا۔

"میں اچھے سے جانتا ہوں مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔ جیسے تمہیں کسی کا تمہارے معاملے میں بولنا ناگوار گزرتا ہے ویسے ہی مجھ بھی گوارہ نہیں، کوئی بلاوجہ میرے معاملات میں دخل اندازی کرے۔" زیاد نے سپاٹ انداز میں کہتے اُسے اُس کے کہے سخت الفاظ کا احساس دلانا چاہا تھا۔

"مگر میری ناپسندیدگی کے باوجود جب میری بات نہ مانتے تم نے میرے معاملے میں اُلجھتے میرے حصے کی گولی کھائی ہے تو اب جو میں کرنا چاہتی ہوں، تم مجھے اُس کے لیے نہیں روک سکتے۔" یشفہ بھی اُسی کی طرح ہٹ دھرم لہجے میں بولی تھی۔ اُس کے لہجے میں اپنے لیے فکرمندی محسوس کرتے زیاد چونکا تھا۔

یہ جذبات سے عاری بے مروت لڑکی بھلا کیسے اُس کے لیے فکرمند ہو سکتی ہے مگر پچھلے آدھے گھنٹے سے بہت ہی صبر و تحمل سے اُس کا یہاں بیٹھنا اِسی بات کا ثبوت تھا۔

اِس سے پہلے کہ زیاد اُسے کوئی جواب دیتا، ڈاکٹر اور نرس کو اندر آتا دیکھ کر وہ خاموش ہوا اور یشفہ کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا.

زیاد کی ڈرپ ختم ہو چکی تھی اور وہ اب ڈاکٹر سے ڈسچارج کرنے کی ضد کر رہا تھا جبکہ ڈاکٹر ابھی اِس بات کے حق میں نہیں تھا. گولی تو زیاد کے بازو کو چھو کر گزر گئی تھی مگر کافی دیر بعد ہاسپٹل پہنچنے کی وجہ سے اُس کا اچھا خاصہ خون بہہ چکا تھا.

اِس لیے ڈاکٹر اُسے ایک اور ڈرپ لگانا چاہتا تھا مگر زیاد کی ضد کے آگے اُنہیں ہار ماننی ہی پڑی تھی. زیاد کے پاس کھڑی یشفہ کو اُس کی وائف سمجھتے ڈاکٹر اُس سے مخاطب ہوا تھا۔

"دیکھیے مسز زیاد! آپ کے شوہر بہت ہی ضدی ہیں جس کی وجہ سے مجبوراً ہمیں اِنہیں ڈسچارج کرنا پڑ رہا ہے مگر آپ کو گھر میں اِن کی مکمل کیئر کرنی ہو گی. دھیان کیجئے گا کہ یہ اپنا رائٹ ہینڈ بالکل بھی موو نہ کریں. "ڈاکٹر کے مسز کہنے پر یشفہ ہکا بکا سی اُنہیں دیکھ رہی تھی. جبکہ اُن کی بات پر زیاد کے ہونٹوں سے زوردار قہقہہ برآمد ہوا تھا. جس نے یشفہ کو مزید شرمندہ کر دیا تھا.

" تھینکس ڈاکٹر صاحب مگر میری وائف کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے. یہ ویسے ہی میرا بہت خیال رکھتی ہیں. بہت پیار کرتی ہیں مجھ سے. "

زیاد نے مسکراتے ہوئے ڈاکٹر کو جواب دیا تھا یشفہ کا دل چاہا تھا اُس کے یہ چمکتے ہوئے دانت توڑ کر اُس کے ہاتھ میں دے دے.

مگر اب وہ ڈاکٹر کے سامنے یہ بات کلیئر کر کے مزید شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی. اِس لیے خاموش ہی کھڑی رہی تھی.

"تمہیں شرم نہیں آئی ڈاکٹر کے سامنے دانت نکالتے ہوئے اور کلیئر کیوں نہیں کیا کہ میں تم جیسے فضول انسان کی کچھ نہیں لگتی. "یشفہ کے غصے اور شرمندگی سے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کر زیاد کو بہت ہنسی آ رہی تھی. جسے چھپاتے وہ بیڈ سے نیچے اُترا تھا. اُس کا موبائل ابھی بھی یشفہ کے قبضے میں تھا.

ہاسپٹل سے نکلتے ہی باہر زیاد کی گاڑی اور ڈرائیور تیار کھڑا تھا. گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے زیاد یشفہ سے کچھ کہنے کے لئے مڑا تھا مگر یشفہ وہاں موجود ہی نہیں تھی. وہ اُسے دوسری طرف سے ہو کر گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتی نظر آئی تھی.

"تمہیں کہاں ڈراپ کرنا ہے، کورٹ یا تمہارے گھر؟"

زیاد نے ساتھ بیٹھی یشفہ کو بنا دیکھے سوال کیا تھا.

"ڈرائیور سیدھا زیاد کے گھر پر لے کر جاؤ گاڑی."

یشفہ نے اُسے کوئی بھی جواب دیے بغیر ڈرائیور کو مخاطب کیا تھا.

"یہ میرا ڈرائیور ہے۔ صرف میرے آرڈرز فالو کرے گا."

زیاد اُس کے جواب نہ دینے پر اُسے گھور کر بولا.

"جیسے میرے ڈرائیور پر آرڈر چلا کر تم اُسے اپنے کنٹرول میں کر سکتے ہو. ویسے ہی میں بھی تمہارے ڈرائیور کو آرڈر دے کر اپنی مرضی کا کام کروا سکتی ہوں. "یشفہ منہ پھلا کر کہتی اُسے بہت کیوٹ لگی تھی. اُس کے بعد وہ خاموش ہو گیا تھا. اُس کے بازو میں کافی درد تھا اور یشفہ سے لڑنے میں وہ اپنی اچھی خاصی انرجی لگا چکا تھا. فی الحال خود کو اِس لڑکی کے رحم و کرم پر چھوڑتے زیاد نے آنکھیں موندلی تھیں.

گھر آکر زیاد سیدھا ڈرائنگ روم میں پڑے صوفے پر جا گرا تھا جبکہ یشفہ اُس کے لیے ہلدی والا دودھ بنانے کچن میں آگئی تھی. زیاد کو لگا تھا اس کے اتنے چڑانے پر یشفہ غصے میں واپس اپنے گھر چلی جائے گی مگر یشفہ بہت ہی اچھے سے ضبط کیے اس کی باتوں کو اگنور کرنے میں بزی تھی.

"یہ ہلدی والا دودھ پی لو. تمہارے درد کو آرام آئے گا اور کھانے میں تمہارے لیے کیا بناؤں؟"یشفہ نے دودھ کو ایسے ہی پڑے دیکھ اُسے ٹوکا تھا اور یہاں کسی ملازم کو موجود نہ دیکھ کر یشفہ سمجھ گئی تھی کہ شاید زیاد اپنے سارے کام خود کرتا ہے.

اُس کی بات سن کر زیاد نے ایک نظر پاس کھڑی یشفہ کو گھورا تھا.

"یہ سب کر کے میری عادتیں خراب کرنے کی ضرورت بالکل نہیں ہے. آج تک بڑی سے بڑی بیماری سے لے کر میں نے اپنا خیال خود رکھا ہے. اِس لیے تم یہ سب مت کرو، میں خود کر لوں گا. مجھے اِس چیز کی عادت ہے. "زیاد

نے مسکرا کر بات کرتے صرف یشفہ کی خاطر نا چاہتے ہوئے بھی سامنے پڑا ہلدی والے دودھ کا گلاس اُٹھا کر منہ سے لگایا تھا جبکہ زیاد کی بات سنتے یشفہ یک ٹک اُسے دیکھے گئی تھی.

اتنے ٹائم سے وہ دونوں ایک ساتھ کام کر رہے تھے مگر کبھی ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی. یشفہ ہر وقت اُس سے لڑتی ہی رہی تھی مگر آج وہ اُس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اکیلا کیوں رہتا ہے. اُس کی فیملی اس کے پیرنٹس کہاں ہیں؟ وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی کہ اُسے اچانک زیاد کی اتنی فکر کیوں ہو رہی تھی. اُس کا درد اپنے اندر کیوں محسوس ہو رہا تھا.

"تم سے ایک پرسنل سوال پوچھوں؟" یشفہ کے پر تجسس انداز پر زیاد مسکرایا تھا.

"یس شیور." وہ اچھے سے جانتا تھا کہ وہ کس بارے میں پوچھنا چاہتی ہے.

"تمہارے پیرنٹس کہاں ہیں؟ مطلب تم اکیلے کیوں رہتے ہو؟؟" زیاد کی توقع کے عین مطابق وہی سوال ہوا تھا.

"میری مدر کی میرے بچپن میں ہی ڈیتھ ہو گئی تھی اور بابا اپنی سیکنڈ وائف کے ساتھ اپنے گھر میں خوش ہیں. میں اُن کی خوشیوں میں کوئی دخل اندازی نہیں کرنا چاہتا اِس لیے الگ ہی رہتا ہوں اور اپنی اِس زندگی میں بہت خوش ہوں." زیاد کی بات پر یشفہ خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی تھی.

اگر اللہ نے اُس سے اُس کے پیرنٹس چھینے تھے تو بدلے میں اُسے اُن سے بھی کہیں زیادہ چاہنے والے دادا دادی سے نوازا تھا مگر وہ پھر بھی بچپن میں اللہ سے اِس بات پر بہت شکوے کر چکی تھی اور آج زیاد کو اِس طرح تنہا دیکھ کر اُسے دل سے اس کا دکھ محسوس ہوا تھا.

"میڈم پلیز یہ سیڈ فیسز بنا کر میرے لیے سو کالڈ ہمدردی جتانے کی ضرورت بالکل بھی نہیں ہے. میں اپنی لائف میں بہت زیادہ خوش ہوں کیونکہ مجھے کسی کی بھی دخل اندازی اپنی لائف میں بالکل بھی پسند نہیں ہے." زیاد نے اُس کی پریشان صورت دیکھ کر اسکا مذاق بناتے اُسے اچھی طرح یاد دلا دیا تھا کہ یہ شخص کسی بھی حال میں ہمدردی کے قابل تو بالکل بھی نہیں تھا.

اسی وقت ٹیبل پر پڑا زیاد کا موبائل بجا تھا. زیاد نے نوشیروان کا نمبر دیکھ کر فوراً کال ریسیو کی تھی.

"کہاں ہو اِس وقت؟" نوشیروان نے بنا کوئی اور بات کیے یہ سوال پوچھا تھا.

"گھر پر ہوں۔ کیوں کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا؟" زیاد اُس کی عجلت پر حیران ہوا تھا.

"جس کے حصے کی گولی کھا کر بیٹھے ہو، کیا بہت پیار کرتے ہو اُس سے؟" نوشیر وان کے سپاٹ سے انداز میں پوچھے جانے والے سوال نے زیاد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

"پہلے تم بتاؤ جس کی خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے چلے ہو. کیا بہت محبت کرتے ہو اُس سے؟"

زیاد کی بات سن کر اب مسکرانے کی باری نوشیر وان کی تھی. یہی تو اُن کی دوستی تھی۔ دونوں دور ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کے بارے میں ساری خبریں رکھتے تھے.

"محبت وحبت کا تو کچھ نہیں کہہ سکتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ اُس لڑکی کو تکلیف میں ایک لمحے کے لیے بھی نہیں دیکھ سکتا. اُس کی آنکھوں میں موجود ایک آنسو بھی مجھے تڑپا دیتا ہے اگر اُس لڑکی کے بارے میں جانتے ہو تو یہ بھی جانتے ہوگے کہ کیوں کال کی ہے میں نے تمہیں. "نوشیر وان کی تفصیل سے بتائی گئی بات زیاد کو اندر تک خوش کر گئی تھی. وہ یہی تو چاہتا تھا کہ کوئی اچھی سی لڑکی آکر نوشیر وان کی بے رنگ زندگی میں رنگ بھر دے اور جس طرح حادثاتی طور پر عرزش اُس کی زندگی میں داخل ہو رہی تھی. یہ بہت ہی خوش آئند بات تھی.

"آف کورس تمہارے حق میں کیس نہیں لڑوں گا تو اور کیا کروں گا؟" زیاد نے فوراً ہامی بھری تھی. اِس دوران اُس نے ارد گرد دیکھا تھا لیشفہ وہاں موجود نہیں تھی.

"میرے حق میں نہیں بلکہ میرے خلاف لڑنا ہے یہ کیس تم نے. تمہاری قابلیت کے علاوہ میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا. "نوشیر وان کی بات پر زیاد کو جھٹکا لگا تھا.

"واٹ تمہارے خلاف کیس لڑوں گا وہ بھی میں؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو یار. اب یہی کسر رہ گئی تھی کیا؟" نوشیر وان جانتا تھا زیاد ایسا ہی ری ایکٹ کرے گا.

"ہاں میرے خلاف تم ہی لڑو گے اور ہاں میرے حق میں بھی کیس لڑنے کے لیے ایک وکیل چاہیے. وہ بھی دیکھ لو کوئی قابل سا. "نوشیر وان نے کل ملنے کا کہتے کچھ دیر بات کرنے کے بعد فون رکھ دیا تھا.

زیاد کو نوشیر وان کی اپنے ہی خلاف کیس کروانے والی بات بالکل بھی ہضم نہیں ہوئی تھی لیکن نوشیر وان نے پہلے کبھی کسی کی بات سنی تھی جو اب سنتا.

زیاد یشفہ کی تلاش میں نظریں دوڑاتا کچن کی طرف بڑھا تھا. جہاں وہ اُسے انہماک کے ساتھ اُس کے لیے کچھ بناتی ہوئی نظر آئی تھی. وہ اتنی دل جمعی سے اپنے کام میں مصروف تھی کہ اُسے زیاد کے وہاں آنے کا بھی پتا نہیں چلا تھا.

اچانک ہی زیاد کو شرارت سوجھی.

"یشفہ وہ دیکھو، تمہارے پاؤں کے پاس کاکروچ ہے."

زیاد کے بس اتنا کہنے کی دیر تھی یشفہ بُری طرح چیخیں مارتی سیدھی زیاد سے آکر لپٹ گئی تھی جبکہ زیاد اِس سب کے لیے بالکل تیار نہیں تھا یشفہ کے ایک دم اتنا قریب آجانے کی وجہ سے زیاد کے لیے اپنی دھڑکنوں پر قابو پانا مشکل ہو گیا تھا.

"یشفہ میں مذاق کر رہا تھا۔ دیکھو وہاں کوئی کاکروچ نہیں ہے." زیاد نے اُس کے گرد بازو پھیلایا تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ ڈر گئی تھی اور ہولے ہولے کانپ بھی رہی تھی.

یہ لڑکی زیاد کی سمجھ سے باہر تھی کیونکہ جو آج شام میں ہی گولیوں تک کا مقابلہ بہادری سے کر گئی تھی. اب بنا دیکھے ایک کاکروچ سے اتنا ڈر گئی تھی.

کچھ لمحوں بعد جیسے ہی یشفہ کو احساس ہوا وہ فوراً خفت زدہ چہرے کے ساتھ پیچھے ہٹی تھی.

وہ زیاد کے مسکراتے چہرے کو خونخوار نظروں سے گھورتی اپنا موبائل اُٹھا کر اُس کی طرف پلٹی تھی.

"میں نے تمہارے لیے ڈنر بنا دیا ہے. اب اگر اپنی حالت کی پرواہ نہ کرتے باہر جا کر تمہیں کسی کے ساتھ ڈنر انجوائے کرنا ہے تو شوق سے جاؤ مگر اُس سے پہلے اِس سارے کھانے کو ڈسٹ بن میں پھینک کر جانا." یشفہ کی بات پر زیاد چونکا تھا. وہ تو بھول ہی چکا تھا ڈنر والی بات مگر یہ پاگل لڑکی ابھی بھی یہ سمجھ رہی تھی کہ اُس نے شزا کے ساتھ ڈنر پر جانا ہے.

زیاد کو یشفہ کے عمل میں ایک جیلسی کی جھلک نظر آئی تھی مگر ابھی یہ بات کہہ کر وہ اُسے مزید چڑانا نہیں چاہتا تھا.

زیاد نے باہر نکلتی یشفہ کا ہاتھ پکڑ کر اُسے روکا اور ایک جھٹکے سے اُسے اپنے قریب کیا تھا.

یشفہ زیاد کی حرکت پر ساکت ہوئی تھی. اُس کا دل پہلے ہی آج اُسے بغاوت کرتا محسوس ہوا تھا، اُوپر سے زیاد کے دیکھنے کے انداز اور اُس کی حرکتیں یشفہ کے لیے سب کچھ امتحان بنا ہوا تھا.

"تھینکس فار ایوری تھنگ مائی ڈیئر ہنیمی۔" یشفہ کی پیشانی پر ہولے سے لب رکھتے زیاد نرمی سے اُس کا بازو آزاد کرتا وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ یشفہ اپنی جگہ ہی بت بنی کھڑی رہ گئی تھی۔
گولی کے وار سے تو وہ آج بچ گئی تھی مگر زیاد شیرازی نے اُسے بُری طرح گھائل کر دیا تھا۔ یشفہ ایک سیکنڈ کی بھی دیر کیے بغیر اُس کے گھر سے نکل گئی تھی۔

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

نوشیروان خانزادہ کے خلاف کیس دائر ہو چکا تھا۔ جس نے بھی یہ بات سنی تھی، کوئی یقین کرنے کو تیار نہیں تھا کہ کوئی نوشیروان خانزادہ کے خلاف بھی کیس کر سکتا ہے اور اُس کیس کو لڑنے کے لیے بھی آگے سے شہر کا سب سے بڑا وکیل اور نوشیروان خانزادہ کا بیسٹ فرینڈ زیاد شیرازی موجود تھا۔
زیاد کے مشورے پر ہی نوشیروان نے اپنا کیس یشفہ کو سونپا تھا۔ جسے بغیر کسی پس و پشت کے یشفہ نے لے لیا تھا۔
کیونکہ اُس کا مقصد تو صرف زیاد شیرازی کو ہرانا تھا۔ چاہے پھر کیس جو بھی ہو، جس کے خلاف بھی ہو۔
عرزش کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ اُسے کبھی نہیں لگا تھا کہ یہ سب اتنی آسانی سے ہو جائے گا۔ ایک ہفتے کے اندر کوٹ کی ہیئرنگ کی ڈیٹ بھی آگئی تھی۔ عرزش نے ضد کر کے زیاد سے نوشیروان کے لیے گرفتاری کے وارنٹ جاری کروا دیے تھے جس پر زیاد کو مجبوراً اس کی بات ماننی پڑی تھی کیونکہ نوشیروان کا کہنا تھا کہ اِس کیس میں وہ اُس کا دوست نہیں بلکہ ایک مجرم کے طور پر تھا اور اُسے اپنی ڈیوٹی کے مطابق پوری ایمانداری کے ساتھ اپنا ہر کام سرانجام دینا تھا۔
کوٹ کی ہیئرنگ سے کچھ دیر پہلے ہی نوشیروان کو گرفتار کیا گیا تھا لیکن رکھا ابھی بھی اُسے اُس کے گھر ہی ہوا تھا۔
پولیس والے تو اپنی وردیاں اُتر جانے کے خوف سے اُسے گرفتار کرنے بھی نہیں جانا چاہتے تھے۔
جیسے ہی یہ بات سامنے آئی تھی۔

پورے ملک میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی. نیوز چینلز سے لے کر سوشل میڈیا پر ایک ہی نیوز آگ کی طرح پھیل چکی تھی کہ ملک کا نامور بزنس مین نوشیروان خانزادہ جو بزنس کی دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا. جو اندر ہی اندر سیاست دانوں اور مافیا کو اپنے ہاتھوں پر نچاتا تھا. اُسے دو لوگوں کے قتل کیس میں گرفتار کر لیا گیا ہے.

نوشیروان خانزادہ کے خاندان سمیت کوئی بھی اِس بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ قتل سے بھی زیادہ سب لوگوں کے لیے بے یقینی کی بات نوشیروان خانزادہ کی گرفتاری تھی. ایسا کون پیدا ہو گیا تھا اِس دنیا میں، جس نے نوشیروان جیسے پاورفل انسان سے ٹکر لی تھی. جس سے ٹکرانے والا ہمیشہ خود ہی چکنا چور ہوا تھا.

پولیس کی بکتر بند گاڑیاں کورٹ کے سامنے جا کر رکی تھیں. وہاں پر لوگوں کا سمندر پہلے سے ہی اُمڈ آیا تھا. جہاں نوشیروان خانزادہ بہت سے لوگوں کے لیے درندہ تھا. وہیں وہ کچھ لوگوں کے لیے فرشتہ صفت انسان سے کم نہیں تھا. جو آج اُس کی خاطر بغیر کسی ڈر و خوف کے وہاں پہنچ چکے تھے.

گاڑی کا دروازہ کھلتے ہی نوشیروان خانزادہ اپنے مخصوص مغرورانہ انداز میں باہر نکلا تھا. دونوں ہاتھ ہتھکڑیوں میں جکڑے ہونے کے باوجود چہرے پر کسی قسم کا کوئی ملال، کوئی شرمندگی نہیں تھی. کوئی ڈر و خوف نہیں تھا. جسے دیکھنے کے لیے ایک وجود بہت ہی بے تابی سے منتظر تھا مگر نوشیروان خانزادہ کی وہی شان و شوکت، وہی اکڑ سے بھرپور مغرور انداز اُسے اندر تک جلا کر راکھ کر گیا تھا.

لوگوں کے ہجوم کو چیرتے ہوئے اپنے گارڈز اور پولیس والوں کے درمیان نہایت ہی شاہانہ چال چلتے نوشیروان خانزادہ اندر کی طرف بڑھ رہا تھا جب اچانک کسی کے سامنے آجانے کی وجہ سے اُسے اپنے قدم روکنے پڑے تھے.

"تمہارا یہ غرور خاک میں ملا دوں گی میں. یاد رکھنا جس طرح تم نے میرے باپ اور بھائی کو مجھ سے چھین کر مجھے برباد کیا ہے. میں تمہیں بھی ایسے ہی برباد کر دوں گی. "نوشیروان خانزادہ نے ایک گہری نظر کالی چادر میں لپٹے اُس نازک وجود پر ڈالی تھی. جو اپنی جرات سے کہیں زیادہ بڑی بات بول رہی تھی.

اتنی سیریس سچوایشن میں بھی عرزش کی بات پر نوشیروان کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ پھیل گئی تھی. جو وہاں موجود بہت سے کیمروں کی آنکھ میں قید ہوئی تھی کیونکہ نوشیروان خانزادہ کی مسکراہٹ ہمیشہ سے ایسی ہی انمول رہی تھی. بہت کم لوگوں کو ہی دیکھنا نصیب ہوئی تھی.

نوشیر وان عرزش کو کیمروں کی زینت کسی صورت نہیں بننے دینا چاہتا تھا. جس طرح سب کیمرے اُس کو کیپچر کر رہے تھے. یہ بات نوشیر وان کے لیے بہت ہی ناگوار تھی. اِس لیے اُس کے اشارے پر زیاد عرزش کو اپنے ساتھ لیے اندر کی طرف بڑھ گیا.

یشفہ بھی نوشیر وان کے پاس پہنچ چکی تھی.

اُس دن کے بعد سے یشفہ زیاد سے سامنا کرنے سے گریزاں تھی. وہ اپنے اندر کے بدلتے حالات پر اچھی خاصی اُلجھی ہوئی تھی. پہلے اُس کے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا مگر اب جب بھی وہ زیاد کو اپنے قریب یا کہیں آمنے سامنے دیکھتی تھی تو اُس کا دل بُری طرح دھڑکنا شروع کر دیتا تھا. جس کو سنبھالنا پھر اُس کے بس میں نہیں رہتا تھا.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

"کیسی طبیعت ہے اب؟ اگر کچھ دن آرام کر لیتے تو دی گریٹ ایڈووکیٹ زیاد شیر ازی کے نام میں کوئی فرق نہیں آتا." یشفہ اپنے آفس کی طرف جا رہی تھی جب سامنے سے آتے زیاد کو دیکھ کر اُس کی جانب مڑتے ہوئے بولی.

"میڈم! آپ کبھی مجھ سے بنا لڑے یا بغیر طنز کیے بات نہیں کر سکتیں؟ اگر طبیعت پوچھ ہی رہیں تھیں تو کچھ پیار بھرے الفاظ ہی استعمال کر لیتیں." زیاد یشفہ کے چہرے کے گرد بکھرے ڈارک براؤن بالوں کو نظروں کے فوکس میں لیتے ہوئے بولا. اُسے یشفہ کے بال بہت پسند تھے.

یشفہ اِس وقت سی گرین کلر کی شارٹ شرٹ اور پینٹ ٹراوزر میں ملبوس تھکی تھکی سی زیاد کو بہت پیاری لگ رہی تھی.

اُس دن کے بعد اُن دونوں کی فیس ٹو فیس پراپر ملاقات آج ہو رہی تھی. یشفہ جتنا اُس کی نظروں کو اگنور کرنے کی کوشش کر رہی تھی. وہ اُتنا ہی یشفہ کو گھور رہا تھا.

"مجھے ایسے الفاظ ہی بولنا آتے ہیں مگر سیدھا جواب دینا تو تمہیں بھی نہیں آتا." یشفہ اچھے سے جانتی تھی کہ وہ جان بوجھ کر اُسے کنفیوز کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور آج تو وہ اچھی خاصی پزل ہو بھی رہی تھی.

"ویسے تھینکس یہ کیس لینے کے لیے اور اِس کو اتنے اچھے سے ہینڈل کرنے کے لیے. "زیاد اسکا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی نظریں اسکے چہرے سے ہٹا گیا۔

"میں نے یہ کیس تمہاری وجہ سے نہیں لیا مگر اِس بار تو میں تمہیں ہرا کر ہی رہوں. "یشفہ سرد لہجے میں بولی.

یشفہ آج کچھ زیادہ ہی زہریلی لگ رہی تھی. وہ نہیں جانتا تھا کہ یشفہ اپنے اندر تبدیل ہوتی فیلنگز پر خود پر ہی غصے میں تھی.

"یار مجھ جیسے معصوم انسان کی آخر تم اتنی بڑی دشمن کیوں ہو؟ "زیاد کی بات پر یشفہ نے اُسے گھورا.

"معصوم لوگوں کی تو انسلٹ مت کرو پلیز. "یشفہ کو یہ لفظ بالکل بھی ہضم نہیں ہوا تھا.

"یار تم نے مجھے یہاں صرف لڑنے کے لیے روکا ہے یا بیچ میں میری طبیعت پوچھنی تھی؟ "زیاد نے یشفہ کو لڑنے کے لیے تیار دیکھ کر پوچھا.

"طبیعت پوچھنے ہی آئی تھی اور یہ دینے بھی۔ "یشفہ نے بیگ سے ایک کارڈ نکالتے ہوئے زیاد کی جانب بڑھایا تھا.

"میرے دادا اور دادی جان کی ویڈنگ اینی ورسری ہے اور اُن کا کہنا ہے کہ وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں."

یشفہ نے ارد گرد دیکھتے ہوئے بات کی.

"رئیلی مگر وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟ آئی مین میری تو اُن سے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی پھر وہ مجھ کیسے جانتے ہیں؟ "یشفہ کو اِسی سوال کا ڈر تھا.

اپنے دادا دادی کی ضد پر نا چاہتے ہوئے بھی اُسے ایسا کرنا پڑ رہا تھا. وہ اکثر جب زیاد سے کیس ہارتی تھی تو وہ اس کے بارے میں دادا دادی کے سامنے اچھے سے غصہ نکالتی تھی اور اِس کے علاوہ بھی اُس کی برائیاں بھی مگر وہ اُسے ڈسکس ضرور کرتی تھی. اِسی وجہ سے کب سے وہ اُس سے ملنا چاہتے تھے. وہ بھی دیکھنا چاہتے تھے کہ ایسا کونسا شخص ہے جو اُن کی پوتی کا مقابلہ کر سکتا ہے.

"اگر تمہیں نہیں آنا تو بے شک مت آؤ. مجھے نہیں معلوم اُن کو کیوں اتنا شوق ہو رہا ملنے کا. "یشفہ روڈ سے انداز میں کہتے پلٹی تھی. جب اُس کی کلائی زیاد کے ہاتھ کی گرفت میں آ گئی تھی.

"اتنی روڈنس کی وجہ؟ "زیاد اُس کا رُخ اپنی جانب موڑتے سوالیہ انداز میں اُس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا کیونکہ اُسے یشفہ کافی ڈسٹرب لگ رہی تھی.

"میں بالکل بھی روڈ نہیں ہوں۔" یشفہ نے اُس کی گرفت سے اپنا بازو چھڑواتے کہا اور جلدی سے دوسری جانب بڑھ گئی تھی۔

وہ اُسے کیا بتاتی جب وہ خود ہی نہیں جانتی تھی کہ اُسے ہوا کیا ہے۔ وہ کیوں اِن دنوں مسلسل زیاد کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔

دور کھڑی شزا نے غصے یہ منظر دیکھا تھا۔ وہ زیاد کو بہت پسند کرتی تھی مگر زیاد نے اسے ایک حد میں ہی رکھا ہوا تھا اور اب اِس طرح زیاد کا یشفہ کا بازو تھامنا اور اُس سے مسکرا کر بات کرنا شزا کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"بہت قریب ہونے کی کوشش کر رہی ہو نا یشفہ میڈ۔ تم زیاد کے۔ اب تمہارا کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔" شزا غصے سے اُس کی طرف دیکھتے وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

□□□□□□□□□□□□

"یہ لڑکی تو ہماری سوچ سے بھی زیادہ بے وقوف نکلی۔ اپنے مرتے باپ کی بات ہی نہیں سمجھ سکی۔ سہیل چچا اور دانیال سمجھ گئے تھے کہ یہ حملہ ہم نے ہی کروایا ہے اُن پر۔ یقیناً سہیل چچا نے آخری وقت میں نوشیروان کا نام عرزش کے سامنے اِس لیے لیا ہوگا کہ وہ ہم سے محفوظ رہنے کے لیے اُس شخص کی مدد مانگ سکے اور یہ پاگل لڑکی اُسے ہی دشمن مان کر اس جیسے پاورفل انسان سے اُلجھ پڑی۔ نوشیروان خانزادہ کے خلاف کیس تو وہ کسی صورت جیتے گی بھی نہیں اور اِس کے ہارنے کے بعد نوشیروان اور اُس کے چاہنے والے اِسے چھوڑیں گے نہیں پھر اس ساری پراپرٹی کے مالک ہوں گے صرف ہم۔ دیکھ لیں بابا آپ ویسے ہی شک کرتے تھے میری قابلیت پر، دیکھیں کیسے آپ کی ساری پریشانیاں حل کر دیں۔"

صہیب کی خوشی اور گھٹیا پن اُس کی باتوں سے ٹپک رہا تھا۔ جبکہ اُس کی بات سن کر ریاض صاحب اور شمیم بیگم بھی مسکرانے لگے تھے۔

اُس دن سہیل اور دانیال سے ملنے کے بعد گھر کی طرف جاتے صہیب نے بنا ریاض صاحب کو بتائے کچھ کرائے کے غنڈوں کو دانیال پر حملہ کروانے بھیجا تھا مگر اپنے بیٹے کو گولیاں لگتے دیکھ کر سہیل صاحب بھی بیچ میں آگے

تھے. جس کے نتیجے میں کچھ گولیاں اُنہیں جا لگی تھیں اور اِسی ہڑبڑاہٹ میں ایک غنڈے نے سہیل صاحب کے سامنے صہیب کی کال اٹینڈ کرتے اُس کا نام لیا تھا. جو سہیل صاحب صاف سن تو نہیں پائے تھے لیکن حواس کھوتے اتنا وہ جان چکے تھے کہ اِس سب کے پیچھے اُن کے اپنوں کا ہاتھ ہی ہے.

یہ ساری پلاننگ صرف صہیب کی کی گئی تھی مگر بعد میں جیسے ہی ریاض صاحب کو اِس بارے میں علم ہوا تھا. پہلے تو بہت زیادہ غصے میں آتے اُنہوں نے صہیب کو ایک تھپڑ جڑ دیا تھا مگر پھر بیوی اور بیٹے کے سمجھانے پر کہ اُن کے بھائی نے اُنہیں کچھ بھی نہیں دینا تھا. صرف اپنے بیوی بچوں کا ہی سوچنا تھا تو پھر وہ کیوں سوچیں اُس کے بارے میں. اُن دونوں ماں بیٹا نے ایسی برین واشنگ کی تھی کہ ریاض صاحب بھی اُن کی گھٹیا پلاننگ میں شامل ہو گئے تھے.

سہیل صاحب کا اپنے بڑے بھائی کے سوا اِس دنیا میں اور کوئی نہیں تھا. بڑے بھائی کو ہی سب کچھ مانا تھا مگر وہی دغا دے گیا تھا. اُنہیں اپنے آخری وقت میں بھی صرف عرزش کی فکر تھی. اِس لیے اور کوئی ایسا انسان نظر نہ آتے اُنہوں نے عرزش کے سامنے نوشیر وان کا نام لیا تھا. جس سے ابھی وہ پہلی اور آخری ملاقات کر کے آرہے تھے.

جیسا اُنہوں نے نوشیر وان خانزادہ کے بارے میں سنا تھا. وہ ویسا بالکل بھی نہیں تھا. ہاں اپنے مرتبے کا غرور اور انا تو اُس میں بہت زیادہ تھی مگر پرسنلی وہ سہیل صاحب کو ایک بہت ہی سُلجھا ہوا نوجوان لگا تھا.

اِس لیے اُنہیں امید تھی کہ وہ عرزش کی مدد ضرور کرے گا. شاید اُسے پروٹیکٹ بھی کرے مگر عرزش نے تو اُن کی بات کا مطلب ہی اُلٹا نکالا تھا.

وہ تینوں اِس وقت بظاہر مسرت بیگم کی عیادت کو آئے تھے مگر اُن کی طبیعت میں کوئی سدھار نہ پا کر وہ بہت خوش ہوئے تھے.

لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اِس وقت ہوش میں آچکی تھیں اور آنکھیں موندے اُن کے سارے کارنامے سن رہی تھیں. اُن کے دل نے شدت سے اپنی بیٹی کی سلامتی کے لیے دعا کی تھی. وہ نہیں جانتی تھیں کہ اُن کے پاس کتنا ٹائم بچا ہے مگر وہ ایک بار عرزش سے مل کر اُسے یہ سب بتانا چاہتی تھیں اور اُسے مزید کسی احمقانہ فیصلے سے بچانے کے لئے اُس کے حق میں کوئی بہت اہم فیصلہ کرنا چاہتی تھیں. اِس سب کے لیے اُنہیں اُس کے لوٹنے کا انتظار کرنا تھا.

صہیب لوگ کچھ دیر مسرت بیگم کے پاس بیٹھ کر اُنہیں ایسے ہی بے سدھ پڑا دیکھ وہاں سے نکل گئے تھے. اُن کا بس چلتا تو وہ دولت پانے کی خاطر مسرت بیگم کو بھی ختم کر دیتے مگر فی الحال وہ ایسا کچھ کر کے مشکوک نہیں ہونا چاہتے تھے.

اُن کے جانے کے بعد مسرت بیگم نے آنکھیں کھول دیں اور بے چینی سے عرزش کا انتظار کرنے لگی تھیں. اُسی لمحے نایاب اندر داخل ہوئی تھی. مسرت بیگم کو ہوش میں آتا دیکھ کر وہ خوشی سے جھوم اٹھی تھی۔ مسرت بیگم نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنے پاس بلایا تھا.

"عرزش کہاں ہے؟ کیا کرتی پھر رہی ہے وہ؟؟" اُن کی بات کے جواب میں نایاب نے اُنہیں جو بات بتائی تھی. مسرت بیگم کا دل چاہا تھا کہ اپنی بیٹی کے احمقانہ پن پر اپنا سر پیٹ لیں. اُنہوں نے نایاب کو نوشیر وان کا نمبر ملانے کے لیے کہا تھا.

نایاب کے پاس نوشیر وان کا پرسنل نمبر نہیں تھا مگر اُن کے اسرار پر اُس نے خان کا نمبر ڈائل کیا تھا. اُس کے کال اٹینڈ کرنے پر نوشیر وان کی بات عرزش کی مدد سے کروانے کی ریکویسٹ کی تھی. خان جو انکار کرنے والا تھا، کچھ سوچتے ہوئے اُس نے گاڑی ڈرائیو کرتے اپنے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے نوشیر وان کو عرزش کی مدد کی اِسی وقت ملنے کے لیے کی جانے والی ریکویسٹ کا بتایا تھا.

جسے سن کر نوشیر وان نے اُسے ہاسپٹل کی طرف گاڑی موڑنے کا آرڈر دیا تھا.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

جاری ہے۔۔۔

چپکے سے اتر مجھ میں

از فروا خالد

قسط6

عرزش بہت خوش خوش سی ہاسپٹل میں داخل ہوئی تھی. نوشیر وان کے خلاف کیس کی پہلی ہیئرنگ ہو چکی تھی. گو کہ اُس کے خلاف کوئی خاص ثبوت نہیں ملے تھے اور کیس اتنا مضبوط بھی نہیں تھا مگر عرزش پر اُمید تھی.

ہاسپٹل پہنچ کر جو خبر اُس کی منتظر تھی اُس نے عرزش کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی.

"ماما یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں. آپ چاہتی ہیں میں اپنے باپ اور بھائی کے قاتل سے نکاح کر لوں؟ ماما آپ نہیں جانتی اِس شخص کی حقیقت کو، یہ بہت بُرا آدمی ہے." عرزش نے مسرت بیگم کا ہاتھ تھام کر اُنہیں کنوینس کرنا چاہا مگر وہ تو اِس وقت عرزش کی کوئی بھی بات سننے کے موڈ میں ہی نہیں تھیں.

"ماما آپ کی بیٹی اتنی گری پڑی ہے کیا جو آپ یوں کسی بھی ایرے غیرے کے آگے ہاتھ جوڑ کر اُس سے نکاح کرنے کی بھیک مانگ رہی ہیں." عرزش نے اُن کو ایموشنل بلیک میل کرتے اپنا آخری حربہ آزمایا تھا مگر مسرت بیگم تو جیسے پوری پلاننگ کیے بیٹھی تھیں.

"نایاب عرزش کا حلیہ ٹھیک کرو. ابھی کچھ دیر میں نکاح خواں اور باقی لوگ آنے ہی والے ہوں گے."

اُن کے دوٹوک انداز پر عرزش بے بسی سے اُنہیں دیکھتی رہ گئی تھی.

جیسے ہی وہ واپس آئی تھی. مسرت بیگم کو ہوش میں دیکھ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا مگر وہیں اُن کے روم میں نوشیر وان خانزادہ کو کھڑا دیکھ کر وہ حد سے زیادہ حیران ہوئی تھی. ابھی تو وہ لوگ کوٹ کی پیشی سے واپس آرہے تھے تو پھر وہاں سے واپسی پر یہ شخص یہاں کیا کر رہا تھا. نوشیر وان اُس سے کوئی بھی بات کئے بغیر خاموشی سے وہاں سے نکل گیا تھا.

عرزش کی حیرانی دور کرتے مسرت بیگم نے اُسے بتایا تھا کہ نوشیر وان کو اُنہوں نے یہاں بلایا تھا.

"عرزش میں چاہتی ہوں، تمہارا نکاح نوشیر وان خانزادہ سے ہو جائے. میں نے نوشیر وان کے آگے ہاتھ جوڑ کر ریکویسٹ کی ہے جس پر میرا مان رکھتے ہوئے کھلے دل سے اُنہوں نے رضامندی دیتے ہمیں اپنا احسان مند بنالیا ہے. میں چاہتی ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے اگر ذرا سی بھی عزت اور محبت ہے تو اِس نکاح کے لیے تیار ہو جاؤ. ورنہ میں سمجھوں

مسرت بیگم نے اپنے لہجے کو ہر طرح سے بے لچک رکھتے جس طرح سے سخت الفاظ میں اُسے اپنا فیصلہ سنایا تھا. عرزش کے پاس انکار کا کوئی جواز ہی نہیں بچا تھا.
مگر پھر بھی روتے ہوئے اُس نے اُن کی منتیں کر کے بہت منانے کی کوشش کی تھی مگر انھوں نے اس کی کوئی بات نہیں مانی تھیں. باقی بہت سی باتوں سے بھی زیادہ عرزش کے لیے یہ بات زیادہ جان لیوا تھی کہ وہ زبردستی کسی کے سر پر مسلط کی جا رہی ہے.
اس کے رونے دھونے اور احتجاج کے باوجود بھی اس کی ایک نہ سنتے چند لمحوں میں ہی اُسے عرزش سہیل سے عرزش نوشیر وان خانزادہ بنا دیا گیا تھا.
جس زندگی پر صرف اُس کا حق تھا. چند ہی لمحوں میں وہ کسی اور کی ملکیت ہو گئی تھی
اور وہ بھی کس کی، اُس شخص کی جس سے اُس نے اِس دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کی تھی. جس کی مرنے کی دعائیں کرتی تھی وہ اور دل ہی دل میں نجانے کتنی بار اُسے مارنے کی پلاننگ بھی کر چکی تھی.
نوشیر وان اور عرزش کے نکاح کے گواہان میں خان، زیاد اور چند ایک نوشیر وان کے بہت خاص معزز جاننے والے بھی شامل تھے. مسرت بیگم نے اِس وقت یہ سب کچھ خفیہ رکھنے کی درخواست کی تھی. وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ابھی اُن کے ہوش میں آنے اور اِس نکاح کا علم صہیب لوگوں کو ہو.
جب کہ نوشیر وان بہت ہی خاموشی سے اُن کی ہر بات مانتا چلا گیا تھا. وہ بظاہر ہر کام سپاٹ چہرے کے ساتھ کر رہا تھا مگر اندر ہی اندر اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے سینے کے اندر ایک حصے میں بہار اتر آئی ہو. اُسے لگ رہا تھا کہ نکاح کے بولوں کے ساتھ ہی ایک سکون سا اُس کے تن بدن میں سرائیت کرتا جا رہا ہو. وہ بڑے ہی سنجیدہ انداز میں بیٹھا خان اور زیاد کی معنی خیز جانچتی نظریں یکسر نظر انداز کئے ہوئے تھا لیکن جو بھی تھا وہ دونوں آج بہت خوش تھے اور عرزش کی والدہ کے دل سے احسان مند تھے کیونکہ جو کام اُنہوں نے واسطے دے کر چند منٹوں میں نوشیر وان سے کروای تھا. وہ لوگ یہ کام پوری زندگی نہ کر سکتے. نوشیر وان خانزادہ جیسے اڑیل گھوڑے کو نکیل ڈالنا کوئی آسان کام نہیں تھا.
آب یہ عرزش پہ تھا کہ نوشیر وان خانزادہ جیسے ٹف انسان کو کیسے ہینڈل کرتی ہے. کیسے اپنے رنگ میں ڈھالتی ہے مگر یہ بھی سچ تھا کہ عرزش کے کچھ کرنے سے پہلے ہی نوشیر وان اُس کے آگے چاروں شانے چت ہو چکا تھا.
نکاح کے بعد نوشیر وان نے بلیک چادر میں لپٹی اپنی نئی نویلی زوجہ کی طرف دیکھا تھا. نوشیر وان گھونگھٹ ہونے کی وجہ سے اُس کا چہرہ تو نہیں دیکھ پایا تھا مگر اُس کی مٹھیاں بھینچی ہوئی دیکھ کر وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکا تھا.

عرزش مسرت بیگم سے سخت ناراض تھی اور اُن کی کسی بھی بات کا جواب ٹھیک سے نہیں دے رہی تھی مگر وہ ماں تھیں جانتی تھیں کہ اُن کی اولاد کے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط.

عرزش کو نوشیر وان خانزادہ کی مضبوط پناہوں میں دے کر وہ اب بالکل پر سکون ہو چکی تھیں.

نکاح ہوتے ہی نوشیر وان اور باقی سب لوگ بھی کمرے باہر نکل گئے تھے. جب مسرت بیگم نے عرزش کو اپنے پاس بلایا تھا اور اُس کا ماتھا چومتے ہوئے اُس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا تھا.

"میری بیٹی ناراض ہے مجھ سے. عرزش بیٹا اِس وقت میں تمہیں بہت غلط لگ رہی ہوں گی مگر میرا یہی فیصلہ بعد میں تمہیں اپنی زندگی کا سب سے ٹھیک فیصلہ لگے گا."

مسرت بیگم نے محبت سے اُسے اپنی بات سمجھاتے ہوئے آج صبح صہیب اور اُس کی فیملی کی کہی ہر بات بتادی تھی اور یہ بھی کہ صہیب نے اپنے منہ سے اقرار کیا ہے کہ سہیل صاحب اور دانیال کو اُنہوں نے ہی مارا ہے.

اُن کی بات پر عرزش نے حیرت سے اُن کی طرف دیکھا تھا.

"مگر ماما ضرور آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ بابا نے خود میرے سامنے نوشیر وان خانزادہ کا نام لیا تھا ہے. آپ تو میری بات سننے کو تیار ہی نہیں تھیں اور پکڑ کر اِسی شخص سے میرا نکاح کروادیا."

عرزش کے واپس اُسی بات پر آجانے پر مسرت بیگم نے گہری سانس بھرے اُس کی طرف دیکھا تھا. ڈاکٹر نے اُنہیں کم بولنے کی ہدایت کی تھی مگر پچھلے تین گھنٹوں سے وہ مسلسل بولے جارہی تھیں. اب اُنہیں اپنی طبیعت خراب ہوتی محسوس ہورہی تھی.

"عرزش غلط فہمی مجھے نہیں تمہیں ہوئی ہے. نوشیر وان قاتل نہیں ہے. وہ ایک بہت ہی اچھا انسان ہے اور خامیاں تو ہر شخص میں ہوتی ہیں. کوئی بھی یہاں پرفیکٹ نہیں ہے. مجھے اپنی تربیت پر پورا یقین ہے کہ میری بیٹی اپنے اچھے اخلاق اور محبت سے نوشیر وان خانزادہ کا دل جیت لے گی. اُس نے اتنے بُرے حالات میں تمہارا ہاتھ تھام کر ہم پر جو احسان کیا ہے وہ معمولی بالکل بھی نہیں ہے

اور میں چاہتی ہوں تم نوشیر وان کے خلاف کیا اپنا کیس واپس لے لو. صرف تمہاری بے وقوفی کی وجہ سے اُس جیسے بڑے شخص کی پورے ملک اور اپنے خاندان کے سامنے انسلٹ ہو رہی ہے. تمہاری وجہ سے نوشیر وان کو ذرا بھی تکلیف ہو میں یہ برداشت نہیں کروں گی."

مسرت بیگم کی آخری بات پر عرزش ہتھے سے اکھڑ گئی تھی اگر نوشیر وان خانزادہ بے گناہ تھا تو صہیب کے خلاف بھی تو ابھی کوئی ثبوت نہیں تھا. تو کیسے وہ یہ کیس واپس لے سکتی تھی.

اِس سے پہلے کہ مسرت بیگم مزید اُسے کوئی بات سمجھاتیں نوشیر وان اور زیاد اُن کو اپنے واپس جانے کا بتانے کے لیے اندر داخل ہوئے تھے مگر مسرت بیگم کے اگلے حکم پر عرزش نے بے یقینی سے آنکھیں پھاڑے اُن کی طرف دیکھا تھا. جو ابھی اُسے نوشیر وان کے ساتھ رخصت کرنے کے درپہ تھیں.

"ماما مجھے ابھی کہیں نہیں جانا. آپ کے پاس ہی یہاں رُکنا ہے." عرزش بہت مشکل سے ضبط کرتی صرف اتنا ہی بول پائی تھی جبکہ نوشیر وان کی گہری نظریں اُس کی روئی روئی آنکھوں پر تھیں. خود پر مسلسل نوشیر وان کی نظروں کی تپش برداشت کرتے ہوئے عرزش غصے سے دانت پیس کر رہ گئی تھی.

"میری جان میرے پاس بھی رُک جانا مگر ابھی تمہارا نکاح ہوا ہے اور میں تمہیں اپنے شوہر کے ساتھ خوشی خوشی رخصت ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں." مسرت بیگم نے اُس کو اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے اِس طرح اپنی بات کہی تھی کہ وہ چاہ کر بھی انکار نہیں کر پائی تھی.

اب تو وہ نوشیر وان پر بھی اپنا غصہ نہیں نکال سکتی تھی. نہ ہی اُس سے لڑ سکتی تھی کیونکہ یہ سب کچھ تو اُس کی ماما کی مرضی سے ہوا تھا. نوشیر وان بھی تو اُسی کی طرح اِس سب بات میں زبردستی ہی شریک کیا گیا تھا.

مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ نوشیر وان خانزادہ پر زبردستی کرنے والا کوئی شخص اِس دنیا میں موجود ہی نہیں تھا.

"بیٹا آپ نے آج ہماری مدد کر کے ہم پر جو احسان کیا ہے. وہ میں شاید چاہ کر بھی کبھی نہ اُتار پاؤں گی. بیٹا میری عرزش بہت نادان ہے اور تھوڑی ضدی بھی. اِس لیے اُس کی تمام نادانیوں کی معافی میں آپ سے مانگتی ہوں. وہ دل کی بُری بالکل نہیں ہے مگر زندگی میں ہونے والے اِس اتنے بڑے حادثے نے اُسے ایسا بنا دیا تھا لیکن میں جانتی ہوں جب اُسے اپنی غلطی کا احساس ہو گا وہ آپ سے معافی ضرور مانگے گی."

مسرت بیگم اپنے بیڈ پر اُٹھ کر بیٹھتے بہت ہی محبت اور عزت کے ساتھ نوشیر وان سے بات کرتے ہوئے بولیں.

مسرت بیگم سے مل کر عرزش پہلے ہی نایاب کے ساتھ باہر نکل گئی تھی. مسرت بیگم کے اپنے آگے ہاتھ جوڑ دینا نوشیر وان کو بالکل پسند نہیں آیا تھا.

اُس نے اپنی اب تک کی زندگی میں عورتوں کا جو رُوپ دیکھا تھا. اُسے عورت ذات سے ہی شدید نفرت ہو گئی تھی مگر پہلے عرزش اور اب مسرت بیگم سے مل کر وہ جاننے کے باوجود بھی ان سے سخت رویہ نہیں اپنا سکا تھا.

مسرت بیگم نے اُسے جس طرح اپنی بیٹی کو اپنانے کی بات کی تھی اگر آگے لڑکی عرزش نہ ہوتی جسے سے اُس کے بہت سارے حساب نکلتے تھے تو وہ کبھی اُن کی بات ماننے کے لیے حامی نہ بھرتا.

"دیکھیے اِس سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے. مجھے جو مناسب لگا وہ میں نے کیا اور آپ اِسے کوئی احسان مت سمجھیں۔ اِس سب میں میری مرضی شامل تھی. تب ہی یہ ممکن ہوا اور جہاں تک رہی آپ کی بیٹی کی نادانیوں کی بات تو اب وہ میری بیوی ہے. آپ کو اِس بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے."

نوشیروان بہت ہی سنجیدگی کے ساتھ اپنی بات کہتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا. جبکہ مسرت بیگم رشک بھری نظروں سے اُس کی چوڑی پشت دیکھ رہی تھیں.

یہ سوچ کر کہ یہ روشن پیشانی والا خوبرو نوجوان اب اُن کی بیٹی کا مقدر بن چکا ہے، مسرت بیگم کو لگا تھا کہ اب وہ چین کی موت مر سکتی ہیں. نوشیروان اُن سے بھی زیادہ اُن کی بیٹی کی حفاظت کر سکتا ہے.

□□□□□□□□□□□□

"مجھے کچھ بات کرنی ہے تم سے."یشفہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی جب شزا کے پیچھے سے پکارنے پر وہ خاموشی سے اُس کی جانب پلٹی تھی.

"پلیز جلدی بولو. میں کافی جلدی میں ہوں."

یشفہ اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی جانب دیکھتے ہوئے بولی.

"مجھے بھی کوئی خاص شوق نہیں ہے تم سے بات کرنے کا. میں بس تمہیں یہ کہنے آئی ہوں کہ زیاد سے دور رہو. تم یہ لڑنے جھگڑنے کا ناٹک کر کے جو اُس کے قریب آنے کی کوشش کر رہی ہو. وہ صاف سب کو نظر آرہا ہے."شزا کی بات سنتے ہی یشفہ کا دماغ گھوم گیا تھا.

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ تم پاگل تو نہیں ہو گئی؟ مجھے نہ ہی تمہارے اُس زیاد شیرازی میں انٹرسٹ ہے اور نہ ہی تمہاری اِس فضول بات میں."

یشفہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اُس کی اِس گھٹیا بات کے جواب میں اُس کا منہ توڑ دے.

"پاگل میں نہیں بلکہ تم ہو اور باقی سب کو بھی سمجھ رہی ہو. دو دفعہ تمہیں رات کے وقت زیاد کے گھر سے نکلتے دیکھا گیا ہے. اب بولو یہ بھی جھوٹ بول رہی ہوں میں۔ جو بھی ہے مگر میں تمہیں بس اتنا کہنے آئی ہوں کہ یہاں تمہاری دال میں کسی صورت نہیں گلنے دوں گی. اِس لیے خود ہی آرام سے پیچھے ہٹ جاؤ."

شنزا یشفہ کو بنا مزید کچھ بولنے کا موقع دیے اپنی بات کہتی وہاں سے نکل گئی تھی.

"بد تمیز پاگل جاہل لڑکی. خود ایک لڑکی ہو کر دوسری پر اتنا گھٹیا الزام لگا رہی ہے مگر اِسے اتنی شے ملی ہے اُس ایڈیٹ زیاد شیرازی سے تب ہی تو اتنا اُچھل رہی ہے ورنہ کوئی لڑکی بھلا بنا کسی حوصلہ افزائی کے ایسے کیسے بول سکتی ہے.

فلرٹی انسان ادھر مجھ سے فلرٹ جھاڑنے کی کوشش کر رہا ہے اور دوسری طرف اِس بندریا کو بھی اُمید دلا رکھی ہے."

یشفہ اِس بات میں بھی زیاد کی غلطی ڈھونڈتی اُسے دل ہی دل میں کوستی گاڑی کی جانب بڑھ گئی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

نوشیر وان نے عرزش کو خان اور ڈرائیور کے ساتھ گھر بھجوا دیا تھا اور خود کسی بہت امپورٹنٹ میٹنگ کے سلسلے میں آفس کی طرف نکل آیا تھا. جو اِس کیس اور پھر نکاح کے چکر میں اچھی خاصی لیٹ ہو چکی تھی.

زیاد بھی نوشیر وان کے ساتھ ہی تھا اور کب سے معنی خیز نظروں سے نوشیر وان کو گھورے جا رہا تھا.

"آخر مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ؟" نوشیر وان نے اُس کو مسلسل ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے پا کر چڑتے ہوئے پوچھا.

"میرے ساتھ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے. البتہ مجھے لگتا ہے تمہارے ساتھ بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے. کس بات کی بے چینی ہے تمہیں. پچھلے پندرہ منٹ میں دس کے قریب سگریٹ پھونک چکے ہو تم.

آخر ہوا کیا ہے؟ کہیں یہ نکاح کر کے پچھتا تو نہیں رہے؟" زیاد کی بات پر نوشیر وان نے اُسے سخت نظروں سے گھورا تھا.

"تم اچھے سے جانتے ہو. فیصلہ کر کے پچھتانے والوں میں سے نہیں ہوں میں اور میری اِس بے چینی کی وجہ یہ نکاح نہیں بلکہ وہ لڑکی ہے." نوشیر وان نے بات کرتے کرتے ایک اور سگریٹ سُلگایا تھا.

"کیا مطلب وہ لڑکی کیسے؟ تمہیں اُس سے سچی محبت تو نہیں ہو گئی کہیں؟؟" زیاد کو نوشیر وان کی کیفیت مزا دے رہی تھی. ہر ایک کو اپنی انگلیوں پر نچانے والا نوشیر وان خانزادہ اب خود ہی ایک لڑکی کی وجہ سے اُلجھا ہوا تھا.

"مجھے نہیں معلوم یہ محبت وجت کیا ہوتی ہے. میں بس اتنا جانتا ہوں کہ جس لڑکی کی ایک جھلک اگلے کئی دن میرے حواسوں کو کنٹرول کر کے مجھے پاگل کیے رکھتی تھی۔ اب اگر وہ دن رات میرے ساتھ رہی تو کیا ہو گا میرا؟"

نوشیر وان کی جھنجھلاہٹ پر زیاد کے منہ سے ایک زوردار قہقہہ برآمد ہوا تھا.

"میرے دوست! ابھی کہاں ابھی تو آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا." زیاد کے ہنسنے پر نوشیر وان کا پڑنے والا مکا اُس کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا.

"ویسے نوشیر وان مجھے ایک بات ابھی بھی سمجھ نہیں آرہی کہ تم اتنے آرام سے اِس نکاح کے لیے کیسے مان گئے؟ کیا تم واقعی اُس لڑکی میں انٹرسٹڈ ہو یا پھر تم نے یہ سب اُس سے بدلا لینے کے لیے کیا ہے؟ کیونکہ تمہارے جیسا بزنس مین کبھی گھاٹے کا سودا تو بالکل نہیں کرے گا."

زیاد نے اپنے دماغ میں کب سے چلتی اُلجھن آخر کار نوشیر وان کے سامنے بیان کر ہی دی تھی.

"اگر بدلا لینا ہوتا تو اُس کے اور بھی بہت طریقے تھے. تم اچھے سے جانتے ہو یہ اوچھے ہتھکنڈے اپنانا میرا شیوا بالکل بھی نہیں ہے اور انٹرسٹڈ والی بات کے بارے میں، میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر اُس لڑکی پر کسی اور کا سایہ تک پڑنا برداشت نہیں مجھے اور اب تو وہ ہے ہی میری ملکیت."

نوشیر وان کے چہرے پر یہ بات کرتے جو خوش کن تاثرات نمودار ہوئے تھے. وہ نظرانداز کیے جانے والے بالکل بھی نہیں تھے.

زیاد نے سچے دل سے اپنے دوست کی خوشیوں کے لیے دعا کی تھی. جو اس کی طرح ہمیشہ اکیلا رہا تھا مگر نوشیر وان کی تکلیف اور اپنوں کی کی گئی زیادتی زیاد سے کہیں زیادہ تھی. اِنہی سب چیزوں کی وجہ سے نوشیر وان نے ہمیشہ اپنے گرد ایک ایسا خول چڑھا کر رکھا تھا کہ کسی میں آج تک ہمت ہی نہیں ہوئی تھی اُس خول کو پار کر نوشیر وان کے قریب جانے کی.

مگر زیاد کو کہیں نہ کہیں عرزش کی طرف سے اتنی اُمید تھی کہ وہ ضرور اُس کے دوست کی زندگی میں خوشیاں بھر دے گی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

عرزش کو خان بہت عزت و احترام کے ساتھ بالکل ایک مالکن کی حیثیت سے نوشیر وان کے محل جیسے گھر میں لایا تھا.

عرزش نے نوشیر وان کے اس گھر کی تعریف بہت زیادہ سن رکھی تھی اور ایک دو بار مڈ یا پر وہ اس کے باہر کے مناظر بھی

دیکھ چکی تھی. گھر بہت ہی بڑا اور شاندار تھا. باہر سے جتنا خوبصورت تھا اندر سے یہ عالی شان گھر دیکھ کر وہ دنگ ہی رہ گئی تھی.

اُسے لگا تھا کہ نوشیر وان کی کوئی لمبی چوڑی فیملی ہو گی. جن کا سامنا کرنے کا سوچ کر وہ اندر ہی اندر پریشان ہو رہی تھی.

خان کے تھروپہ جان کر کہ نوشیر وان اِس گھر میں ملازموں کے ساتھ اکیلا ہی رہتا ہے. عرزش کو مزید حیران کر گیا تھا.

خان کو پتا تھا کہ نوشیر وان کو بالکل بھی پسند نہیں تھا کہ کوئی اُس کے بیڈروم میں قدم بھی رکھے. اِس لیے وہ اِسی کشمکش میں تھا کہ عرزش کو آخر کونسا کمرہ بتائے. آخر کار کافی سوچ وبچار کے بعد خان نے نوشیر وان کے بیڈروم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرزش کو بھی یہی اُس کا بیڈروم بتایا تھا.

اِس گھر میں سب ہی میل ملازم تھے. جس کی وجہ سے خان خود ہی یہ ڈیوٹی نبھارہا تھا مگر نوشیر وان کے حکم پر عرزش کے لیے کل ہی چار پانچ فی میل ملازماؤں کو ہائر کیا جانا تھا.

عرزش نے جیسے ہی بیڈروم میں قدم رکھا تھا. وہ اپنی جگہ پر ساکت رہ گئی تھی. یہ کمرہ تھا یا گھر کے اندر ایک اور الگ سے گھر بنایا گیا تھا.

جہازی سائز بیڈ جس کے چاروں اطراف میں پردے لگائے گئے تھے. ایک طرف ڈرائنگ روم کی ترتیب میں صوفے لگائے گئے تھے. واش روم ڈرائنگ روم سب اپنی مثال پیش کر رہے تھے. بیڈ کے بالکل سامنے والی دیوار پر بڑی سی دیوار گیر ایل ای ڈی نصب کی گئی تھی. جس سے کچھ فاصلے پر عین اوپر عرزش کی نظر نوشیر وان خانزادہ کے فل سائز فوٹو فریم پر پڑی تھی.

جس میں وہ اپنی وجاہت اور رعب ودبدبہ کے ساتھ مقابل کو اپنی مقناطیسی شخصیت کے حصار میں قید کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا تھا مگر اِس وقت مقابل میں عرزش تھی جو اُس سے محبت تو در کنار بلکہ شدید نفرت کرتی تھی.

"اِس شخص کی تصویر یہاں کیا کر رہی ہے. کہیں یہ اِس کا روم تو نہیں مگر وہ مغرور انسان مجھے اپنے روم میں بھلا کہاں رکھے گا. ضرور اپنی یہ تصویریں اُس نے اپنی انا کی تسکین کے لیے سب کمروں میں لگا رکھی ہوں گی مگر مجھے یہ شخص تو کیا اِس کی یہ تصویر بھی گوارہ نہیں ہے."

عرزش نے اُس تصویر کو وہاں سے ہٹانے کا ارادہ کرتے ہوئے ارد گرد کسی اسٹول کی تلاش میں نظریں دوڑائی تھیں. جب کچھ فاصلے پر پڑے اسٹول کو اُٹھا کر دیوار کے قریب رکھتے عرزش اُس کے اُوپر چڑھ گئی تھی اور پھر دس پندرہ منٹ کی اچھی خاصی تگ ودو کے بعد عرزش نوشیر وان کی تصویر وہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہو گئی تھی.

تصویر کو ٹھکانے لگانے کے بعد عرزش نے اپنے بیگ سے کپڑے نکال کر شاور لیا اور آرام سے سونے کی غرض سے بیڈ کی طرف بڑھ گئی تھی.

آج کا دن اُس کے لیے اتنا تھکا دینے والا تھا کہ اب وہ اچھی خاصی تھکان محسوس کر رہی تھی اور صرف سونا چاہتی تھی. بہت زیادہ رونے کی وجہ سے اب اُس کے سر میں بھی درد ہونے لگا تھا.

□□□□□□□□□□□□

"ویلکم سر! آپ پلیز آئیں نا، میں آپ کو یشفہ میم کے دادا دادی سے ملواتی ہوں. "زیاد بلیک کلر کی پینٹ شرٹ میں ملبوس فنکشن میں داخل ہوا تھا. جس کا گھر میں ہی یشفہ نے بہت ہی زبردست انتظام کیا ہوا تھا.

زیاد کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر فریحہ اُس کی جانب بڑھی تھی. یشفہ زیاد کو کہیں نظر نہیں آ رہی تھی. اِس لیے فریحہ کی بات پر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ اُس کے ساتھ چل پڑا تھا.

"سر یہ ہیں یشفہ میم کے دادا دادی اور دادا جان یہ ہیں زیاد شیرازی، اِس شہر کے سب سے بڑے وکیل اور یشفہ میں سب سے بڑے دشمن."

فریحہ کے شرارتی انداز میں تعارف کروانے پر اُن دونوں کے ساتھ ساتھ زیاد بھی مسکرا دیا تھا.

یشفہ کے دادا دادی اُس سے بہت اچھے سے ملیں تھے. کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ یشفہ جیسی لڑاکو لڑکی اِن دونوں کی پوتی ہے. اِسی طرح اُن دونوں کو بھی زیاد بہت پسند آیا تھا.

جو یشفہ کی بتائی گئی باتوں کے بالکل الٹ تھا.

یشفہ ہال میں آچکی تھی مگر اُس نے زیاد کو دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیا تھا. آج شام شزا نے جو باتیں اُسے کہیں تھیں اُس کے بعد یشفہ کا زیاد کی جانب دیکھنے کا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا.

"یہ دیکھو یشفہ نے لگتا ہے دیکھا نہیں آپ کو اِس لیے ادھر نہیں آئی."

ہاشم صاحب یشفہ کو دور کھڑا دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے اور فریحہ کو اُسے یہاں بلانے کے لیے بھیج دیا تھا.

"جی دادا جان آپ نے بلایا مجھے."یشفہ زیاد کو صاف نظر انداز کرتی ہوئی ہاشم صاحب سے مخاطب ہوئی تھی.

"بیٹا ہمارے خاص گیسٹ آچکے ہیں. آپ نے شاید ابھی بھی دیکھا نہیں. "فردوس بیگم کو یشفہ کا اِس طرح زیاد کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا بہت بُرا لگا تھا.

"اوہ آئم سوری، میں نے دھیان نہیں دیا۔ بہت خوشی ہوئی آپ کو یہاں دیکھ کر۔"

یشفہ چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے اُس سے بہت ہی عزت سے بولی تھی. کیونکہ وہ اِس وقت کچھ اُلٹا سیدھا کر کے اپنے دادا دادی کا موڈ اور فنکشن خراب نہیں کرنا چاہتی تھی.

زیاد نے بھرپور نگاہوں سے اُس کے چاندنی بکھیرتے رُوپ کا جائزہ لیتے ہوئے مسکرا کر اُس کی بات کا جواب دیا تھا.

یشفہ اِس وقت پنک کلر کے گھٹنوں تک آتی فراک میں، جس کے کناروں پر پنک اور وائٹ کلر کا بہت ہی نفاست سے کام کیا گیا تھا پہنے، بہت ہی زیادہ دلکش لگ رہی تھی. آج اس نے معمول سے ہٹ کر میک اپ بھی کر رکھا تھا. اُسے کے کٹاؤ دار نازک لبوں پر پنک لپسٹک اُس کی رعنائیوں میں مزید اضافہ کر رہی تھی.

زیاد کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ ایسے ہی اُس کے سامنے کھڑی رہے اور وہ بنا پلک جھپکے ایسے ہی اُسے دیکھتا جائے.

زیاد ایک بہت ہی سٹریٹ فارورڈ بندہ تھا. اُس نے سوچ لیا تھا کہ آج اِس حسین شام میں وہ اپنے دل میں موجود جذبات کا اظہار یشفہ سے ضرور کرے گا.

اُسے کچھ کچھ یشفہ کے رویے سے بھی پتا چل چکا تھا کہ بہت نہیں مگر کسی حد تک وہ بھی اُس کے حوالے سے کچھ محسوس کرنے لگی ہے لیکن اِس وقت یشفہ کا یوں نظر انداز کرنا اور نظریں چرانا زیاد کی سمجھ سے بالاتر تھا.

"ایکسکیوزمی دادا جان! آپ لوگ باتیں کریں۔ میں ذرا باقی مہمانوں کو دیکھ لوں."

یشفہ مصروف سے انداز میں کہتی وہاں سے ہٹ گئی تھی.

"یشفہ یار یہ ہینڈسم اور ڈیشنگ بندہ کون ہے؟ جب سے آیا ہے ہماری نظریں تو اِس سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہیں. انٹروڈیوس ہی کروا دو."

یشفہ کی ایک فرینڈ اُس کو زیاد کی جانب اشارہ کرتی ہوئی شوخی سے بولی۔ یہاں پر بھی زیاد کا ہی ذکر سن کر یشفہ کو اچھی خاصی تپ بھی چڑھ گئی تھی.

وہ جتنا اِس بندے کو اگنور کرنے کی کوشش کر رہی تھی وہ اُتنا ہی کہیں نہ کہیں سے اُس کے سامنے آ رہا تھا.

یشفہ نے پلٹ کر زیاد کی جانب دیکھا تھا. جو بلیک پینٹ شرٹ میں بالوں کو جیل لگا کر ہمیشہ کی طرح نفاست سے سیٹ کیے واقعی سب کو اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا. اُس کی ہائٹ اور چوڑے شانے بلیک شرٹ میں نمایاں تھے. یشفہ کچھ سیکنڈز تو اُس سے اپنی نظریں ہٹا ہی نہیں پائی تھی.

"وہ جو دیکھنے میں اتنا اچھا لگ رہا ہے. بائے نیچر وہ اتنا بد تمیز اور سڑو ہے. اِس لیے تم لوگ اُس سے بات کر کے اپنا موڈ آف نہ ہی کرو تو زیادہ اچھا ہے."

یشفہ انہیں سہولت سے انکار کرتی دوسری جانب بڑھ گئی تھی.

کچھ دیر بعد کیک کاٹا گیا تھا. جس کے بعد بہت ہی خوبصورت ماحول میں کھانا کھایا گیا تھا مگر زیاد کی نظریں مسلسل یشفہ پر تھیں جو ایک بار کے بعد دوبارہ اُس کے پاس نہیں آئی تھی مگر باقی سب کے پاس جا جا کر آدابِ میزبانی نبھا رہی تھی.

زیاد سب کو کھانے میں مصروف دیکھ کر ویٹر کو ہدایت دیتی یشفہ کی جانب بڑھا تھا.

"مجھے تم سے بات کرنی ہے. میرے ساتھ سائیڈ پر چلو." زیاد اُس کے قریب آتے ہوئے سنجیدگی سے بولا

"میں اِس وقت بہت بزی ہوں بالکل ٹائم نہیں ہے میرے پاس." یشفہ سپاٹ سے انداز میں جواب دیتی ایک بار پھر وہاں سے ہٹنے لگی تھی. جب زیاد غیر محسوس انداز میں اُس کی کلائی تھامتا ہوا ایک طرف موجود ٹیرس کی جانب بڑھ گیا. جبکہ یشفہ نے اُس سے اپنی کلائی چھڑوانے کے ساتھ گھبرا کر ارد گرد دیکھا مگر کسی کو اپنی جانب دیکھتا نہ پا کر سکھ کا سانس لیتے اس نے زیاد کی جانب خونخوار نظروں سے دیکھا تھا. تب تک زیاد اُسے ٹیرس پر لا چکا تھا.

"یہ کیا بد تمیزی ہے؟ کیوں مجھے اِس طرح کھینچ کر لائے ہو یہاں؟"

یشفہ کو پہلے ہی شمزا کی وجہ سے اس پر بہت غصہ تھا اور اُس کی حرکت پر وہ مزید تپ چکی تھی.

"وہی تو میں نے پوچھنے کے لیے تمہیں یہاں بلایا ہے کہ یہ کیا بد تمیزی ہے؟ کیوں مسلسل مجھے اگنور کر رہی ہو؟؟ آخر ہوا کیا ہے تمہیں؟؟؟"

زیاد سینے پر بازو باندھ کر اُس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا.

"دیکھو زیاد شیرازی میرے گھر میں اِس وقت پارٹی چل رہی ہے اور اِس پارٹی میں صرف تم ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سارے گیسٹ ہیں. جن سب کو ٹائم دینا ہے مجھے۔ میں فل ٹائم تمہارے ساتھ کھڑے ہو کر تمیں کمپنی نہیں دے سکتی."

یشفہ نے جس طرح پوری وضاحت کے ساتھ اُسے اپنی بات کا جواب دیا تھا. زیاد کو اب تو یقین ہو چکا تھا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہے مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اُسے کبھی بھی نہیں بتائے گی.

یشفہ اپنی بات کہہ کر اندر کی جانب مڑی تھی. جب زیاد نے ایک بار پھر اُس کا بازو پکڑ کر جھٹکے سے اپنے قریب کیا تھا اور اُس کے منہ پر بہت ہی نرمی سے اپنا مضبوط ہاتھ جماتے ہوئے اُسے پاس موجود دیوار سے لگا دیا تھا.

یشفہ نے آنکھیں پھاڑے حیرت سے زیاد کی اِس حرکت کو دیکھا تھا. جو اُس کے مسلسل موو کرنے پر اُس کی دونوں کلائیاں اُوپر کی جانب کر کے دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے اُس کے ہونٹوں پر ہاتھ جمائے اسے بالکل اپنے قبضے میں کر چکا تھا.

"بہت ضروری بات کرنی ہے مجھے تم سے. جانتا ہوں آرام سے تو تم نے سننا نہیں ہے. اِس لیے یہ طریقہ مجھے ٹھیک لگا."

یشفہ آنکھوں کی پتلیوں کو پورا واں کیے اُسے گھور رہی تھی اور زیاد کو بہت کیوٹ لگ رہی تھی.

"مس یشفہ ہاشم! میں نہیں جانتا کب اور کہاں مگر تم سے لڑتے جھگڑتے میں تمہارے آگے بے بس ہو کر اپنا دل تم پر ہار چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم ایسے ہی پوری زندگی مجھ سے لڑتے جھگڑتے میرے ساتھ رہو. آئی ریئلی لو یو. وِل یو میری می؟"

زیاد کا اتنا اچانک اور غیر متوقع اظہار سن کر یشفہ اپنی جگہ بالکل ساکت ہوئی تھی. اِس وقت اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ زیاد اُسے کچھ ایسا بھی کہہ سکتا ہے.

"اس پروپوزل کا جواب تو میں جانتا ہی ہوں مگر پھر بھی ایک بار تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں."

زیاد نے اُس کی حد سے زیادہ پھٹی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے شرارتی انداز میں کہتے ہوئے اپنے حصار سے آزاد کر دیا تھا.

"بہت ہی بے ہودہ مذاق تھا مسٹر زیاد شیر ازی مگر ایک بات سمجھ لیں کہ میں باقی لڑکیوں کی طرح بے وقوف نہیں ہوں. جو تمہاری اِن فضول باتوں میں آ جاؤں. مجھے نہ ہی تم میں انٹرسٹ ہے اور نہ ہی تمہارے پروپوزل اور نہ ہی آگے کبھی ہو گا."

یشفہ کو زیاد اِس وقت دنیا کا سب سے بڑا دوغلا انسان لگ رہا تھا. جو اُس کے مطابق ایک لڑکی کے ساتھ افیئر چلانے کے ساتھ ساتھ اب اُسے بھی اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کر رہا تھا.

"تم واقعی باقی سب لڑکیوں سے مختلف ہو یشفہ کیونکہ اگر اِس وقت تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو ضرور تھوڑا سا تو شرما ہی لیتی مگر تم تو ابھی بھی لڑنے کو ہی تیار ہو۔ ایک بات تم پہلی اور آخری لڑکی ہو اِس دنیا میں جسے زیاد شیر ازی نے پروپوز کیا اور شادی بھی میں تم ہی سے کروں گا."

زیاد بنا اُس کی بات کا بُرا منائے نرمی سے اُس کے گلابی گال کو چھوتا وہاں سے نکل گیا تھا.

جبکہ یشفہ اُس کی بات اور حرکت پر مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی تھی.

کہیں نہ کہیں اُس کے دل کے ایک کونے سے احتجاج جاری تھا کہ زیاد سچ کہہ رہا ہے.

"کہیں وہ شزا جھوٹ تو نہیں بول رہی کیونکہ جہاں تک میں جانتی ہوں اِس شخص کو، یہ کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر جھوٹا اور دھوکے باز نہیں ہو سکتا. مجھے کیا جب مجھے اِس فضول شخص میں ہی انٹرسٹ نہیں ہے تو اِس کے پرپوزل کے بارے میں کیا سوچنا. جھوٹا ہے یا سچا اُسی شزا کو مبارک ہو."

یشفہ کا دل و دماغ زیاد شیرازی کی جانب متوجہ ہو رہا تھا مگر اگلے ہی لمحے یشفہ اپنی سوچ کی سختی سے نفی کرتی واپس اندر کی جانب بڑھ گئی تھی. جہاں سے زیاد اب جا چکا تھا.

□□□□□□□□□□□□

نوشیروان رات ساڑھے دس بجے کے قریب گھر میں داخل ہوا تھا. پہلے میٹنگ میں اور پھر باقی کچھ ڈیلنگ میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے وہ یہ بات بھول ہی چکا تھا کہ اب اُس کی لائف میں ایک اور وجود کا اضافہ ہو چکا تھا.

گھر آ کر اچانک عرزش کا خیال آتے ہی نوشیروان نے خان سے اُس کے متعلق پوچھا تھا.

جس کے جواب میں خان نے سر جھکا کر اُس کی نوشیروان کے کمرے میں موجودگی کے بارے میں بتایا تھا. جسے سن کر نوشیروان کا پارہ اچھا خاصہ چڑھ چکا تھا مگر وہ نجانے کیا سوچ کر ضبط کر گیا تھا.

نوشیروان نے کوٹ بازو پر رکھے اپنے بیڈروم میں قدم رکھا تھا. جہاں پہلے سے ہی ملگجا سا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ایک مسحور کن سی خوشبو نوشیروان کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی.

بیڈ پر سکڑے سمٹے وجود پر ایک نظر ڈال کر بنا لائٹ آن کیے نوشیروان ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تھا.

کچھ دیر بعد فریش ہو کر واپس آتے نوشیروان بیڈ کی طرف بڑھا تھا. بیڈ کی دوسری سائیڈ کی طرف بڑھتے نجانے کیسے اُس کے قدم عرزش کی جانب مڑے تھے.

عرزش پر نظر پڑتے ہی نوشیروان کو اپنا دل بے قابو ہوتا محسوس ہوا تھا. اُس کی لمبی کالی گھٹائیں اُس کے خوبصورت سے دودھیا چہرے کے گرد بکھریں کسی چاند کا سا گمان پیش کر رہی تھیں. نوشیروان کتنے ہی لمحے مبہوت سا اُس کا ایک ایک نقش دیکھے گیا. وہ تو پہلے ہی اُس کے پوشیدہ حُسن سے بُری طرح گھائل تھا مگر اب اُسے لگ رہا تھا کہ رہے سہے حواس بھی یہ لڑکی اُس سے چھیننے والی تھی.

عرزش کی ہمیشہ عادت تھی کہ وہ دوپٹہ اُتار کر سوتی تھی. کیونکہ رات کو اُسے دوپٹہ گلے یا بازو میں ہونے کی وجہ سے بہت اُلجھن محسوس ہوتی تھی. آج بھی سونے سے پہلے عرزش نے دوپٹے کو اکٹھا کر کے اپنے سرہانے رکھ دیا تھا.

نوشیر وان جو کتنے ہی لمحے یک ٹک ٹکٹکی باندھے عرزش کے معصوم سے پاکیزہ نقوش کو اپنی آنکھوں میں بسا رہا تھا. اُس کے کسمسانے پر فوراً ہوش میں آتے سیدھا ہوا تھا. اور جلدی سے اُس سے نظریں پھیرتے ہوئے دوسری سائیڈ کی جانب بڑھ گیا تھا.

پہلو میں لیٹے رعنائیاں بکھیرتے وجود کی کشش اُس کو اب چین سے سونے بھی نہیں دے رہی تھی.

"خان کے بچے تم سے تو کل پوچھوں گا میں."

اپنے اندر لگی آگ کو کم کرنے کے لیے اے سی کی پہلے سے بڑھی کولنگ اُس نے مزید بڑھا دی تھی.

موسم تبدیل ہو رہا تھا. جس کی وجہ سے ہوا میں موجود خنکی رات کے وقت ٹھنڈ کا احساس دلاتی تھی. اُوپر سے نوشیر وان کے اے سی کی کولنگ بڑھانے پر کمرے کا ماحول اچھا خاصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا.

نوشیر وان بنا خود پر کچھ اوڑھے بیڈ پر لیٹا ابھی نیند کی آغوش میں جا ہی رہا تھا کہ جب اُسے اچانک محسوس ہوا تھا کہ اُس کے دائیں کندھے سے کوئی نرم گرم چیز آکر ٹکرائی تھی اور اگلے ہی لمحے اُسے اپنا دایاں پہلو اُسی نرم گرم گرفت میں جکڑا محسوس ہو رہا تھا.

نوشیر وان کی آنکھ فوراً کھل گئی تھی. اُس نے جیسے ہی دائیں جانب نظر دوڑائی ے وعرزش ٹھنڈ کی وجہ سے اُس کی پناہوں میں خود کو چھپاتی محسوس ہوئی تھی. اُس نے کمبل بھی اوڑھ رکھا تھا مگر پھر بھی ٹھنڈ کی وجہ سے وہ نیند میں نوشیر وان سے لپٹ کر گرماہٹ حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی. نوشیر وان نے اے سی کی کولنگ کم کرتے ہوئے اُسے پیچھے کی طرف کیا تھا مگر اگلے ہی لمحے وہ نوشیر وان کے لیے مزید امتحان ثابت ہوتے اُس کے گرد بازو لپیٹتے اُس کے سینے میں منہ چھپا گئی تھی.

عرزش کے اتنے قریب آجانے پر نوشیر وان کو اپنا دل سینے سے نکلتا محسوس ہو رہا تھا. وہ جتنا عرزش کو خود سے دور رکھنا چاہتا تھا. وہ اُتنا ہی اُس کے قریب آرہی تھی مگر نوشیر وان مزید اِس امتحان میں رات نہیں گزارنا چاہتا تھا.

اُس نے عرزش کے بازو کو جھنجھوڑتے ہوئے اُسے جگانا چاہا تھا مگر عرزش تو اِس وقت اپنے گدھے گھوڑے بیچ کر سوئی ہوئی تھی. وہ ذرا بھی نہیں ہلی تھی. نوشیر وان نے مزید ایک دوبار ایسے ہی ٹرائے کیا تھا مگر عرزش کو نیند سے اُٹھانا آسان کام نہیں تھا شاید.

جب نوشیر وان نے آخر کار تنگ آکر اپنا طریقہ آزمانا چاہا تھا.

نوشیر وان نے مسکرا کر جھکتے ہوئے اُس جنگلی بلی کو اُسی کے انداز میں اُٹھانے کی کوشش کرتے اُس کی گردن پر ہولے سے دانت گاڑھ دیے تھے.

جس پر عرزش اگلے ہی لمحے ہڑبڑا کر بیدار ہوئی تھی اور نوشیر وان کو خود پر جھکے دیکھ کر عرزش کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوئے تھے.

نوشیر وان کا ہاتھ ابھی بھی عرزش کی کمر کے نیچے دبا ہوا تھا.

"تم! تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے اتنے قریب آنے کی؟ پیچھے ہٹو. دور رہو مجھ سے."

عرزش نے نوشیر وان کے دونوں کندھوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے اُسے اپنے اُوپر سے ہٹانا چاہا تھا مگر اپنا پورا زور لگانے پر بھی وہ نوشیر وان کو ایک انچ بھی ہلا نہ پائی تھی.

"مس ڈرامہ کوئین ہر وقت بنا بات کے ڈرامہ کرنے کا بہت شوق ہے تمہیں. میں تمہارے قریب نہیں بلکہ تم میرے قریب آئی ہو. کب سے تمہیں اُٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں اب تو مجھے لگ رہا تھا کہ کہیں تم اُوپر تو نہیں پہنچ گئیں. اِس لیے تمہیں ہوش میں لانے کے لیے تمہاری طرح کا انداز ہی اپنایا."

نوشیر وان اُس کے اُوپر سے ہٹتا دور ہوا تھا جبکہ اُس کی بات سن کر عرزش کو اپنی نیند پر بہت شرمندگی محسوس ہوئی تھی.

"مگر یہاں تو میں سو رہی تھی. وہ تمہارا آدمی ہی مجھے یہ کمرہ دے کر گیا تھا تو تم اِس کمرے میں کیوں آئے ہو، اپنے کمرے میں جاؤ. خبردار جو میرے قریب آنے کی کوشش کی تو. میں نے پہلے بھی کہا ہے تمہیں کہ میں تم سے ڈرنے والی بالکل بھی نہیں ہوں."

عرزش اپنا دوپٹہ اُٹھا کر خود پر اچھے سے لپیٹتی نوشیر وان کو خونخوار نظروں سے گھورتی ہوئی بیڈ سے اترنے لگی تھی. اس کی بات سیدھی جا کر نوشیر وان کے دماغ پر لگی تھی. وہ پہلے ہی اُس کی قربت پر اچھا خاصہ جھنجھلایا ہوا تھا اوپر سے اُس کے چیلنجنگ انداز پر نوشیر وان کا دماغ مزید گھوما تھا.

اِس سے پہلے کے عرزش نیچے اُترتی نوشیر وان اُس کا بازو کھینچ کر واپس اُسے بیڈ پر گرا چکا تھا اور اُس کے ارد گرد اپنے دونوں بازو جماتے ہوئے نوشیر وان نے اُس کو پوری طرح سے اپنے قبضے میں لیا تھا.

"ایک بات کان کھول کر سن لو، مجھ سے بات کرتے ہوئے آئندہ اپنا والیوم کم رکھنا اور ہر بار تمہاری یہ نہ ڈرنے والی بات سن کر اگنور کرتا آیا ہوں مگر کیوں نا آج دیکھ ہی لیا جائے کہ آخر کتنی بہادر ہو تم. جو ہر وقت مجھ سے ٹکر لیتی رہتی ہو۔ میں اس وقت اپنے بیڈ روم میں موجود ہوں اور میری بیوی کی حیثیت سے تمہیں بھی اسی روم میں رہنا ہے اب."

نوشیر وان نے مسکرا کر جھکتے ہوئے اُس جنگلی بلی کو اُسی کے انداز میں اُٹھانے کی کوشش کرتے اُس کی گردن پر ہولے سے دانت گاڑھ دیے تھے.

جس پر عرزش اگلے ہی لمحے ہڑبڑا کر بیدار ہوئی تھی اور نوشیر وان کو خود پر جھکے دیکھ کر عرزش کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوئے تھے.

نوشیر وان کا ہاتھ ابھی بھی عرزش کی کمر کے نیچے دبا ہوا تھا.

"تم!تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے اتنے قریب آنے کی؟پیچھے ہٹو. دور رہو مجھ سے."

عرزش نے نوشیر وان کے دونوں کندھوں پر دباؤ ڈالتے ہوئے اُسے اپنے اُوپر سے ہٹانا چاہا تھا مگر اپنا پورا زور لگانے پر بھی وہ نوشیر وان کو ایک انچ بھی ہلا نہ پائی تھی.

"مس ڈرامہ کوئین ہر وقت بنا بات کے ڈرامہ کرنے کا بہت شوق ہے تمہیں. میں تمہارے قریب نہیں بلکہ تم میرے قریب آئی ہو. کب سے تمہیں اُٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں اب تو مجھے لگ رہا تھا کہ کہیں تم اُوپر تو نہیں پہنچ گئیں. اِس لیے تمہیں ہوش میں لانے کے لیے تمہاری طرح کا انداز ہی اپنایا."

نوشیر وان اُس کے اُوپر سے ہٹتا دور ہوا تھا جبکہ اُس کی بات سن کر عرزش کو اپنی نیند پر بہت شرمندگی محسوس ہوئی تھی.

"مگر یہاں تو میں سو رہی تھی. وہ تمہارا آدمی ہی مجھے یہ کمرہ دے کر گیا تھا تو تم اِس کمرے میں کیوں آئے ہو، اپنے کمرے میں جاؤ. خبردار جو میرے قریب آنے کی کوشش کی تو. میں نے پہلے بھی کہا ہے تمہیں کہ میں تم سے ڈرنے والی بالکل بھی نہیں ہوں."

عرزش اپنا دوپٹہ اُٹھا کر خود پر اچھے سے لپیٹتی نوشیر وان کو خونخوار نظروں سے گھورتی ہوئی بیڈ سے اترنے لگی تھی. اُس کی بات سیدھی جا کر نوشیر وان کے دماغ پر لگی تھی. وہ پہلے ہی اُس کی قربت پر اچھا خاصہ جھنجھلایا ہوا تھا اوپر سے اُس کے چیلنجنگ انداز پر نوشیر وان کا دماغ مزید گھوما تھا.

اِس سے پہلے کے عرزش نیچے اُترتی نوشیر وان اُس کا بازو کھینچ کر واپس اُسے بیڈ پر گرا چکا تھا اور اُس کے ارد گرد اپنے دونوں بازو جماتے ہوئے نوشیر وان نے اُس کو پوری طرح سے اپنے قبضے میں لیا تھا.

"ایک بات کان کھول کر سن لو، مجھ سے بات کرتے ہوئے آئندہ اپنا والیوم کم رکھنا اور ہر بار تمہاری یہ نہ ڈرنے والی بات سن کر اگنور کرتا آیا ہوں مگر کیوں نا آج دیکھ ہی لیا جائے کہ آخر کتنی بہادر ہو تم. جو ہر وقت مجھ سے ٹکر لیتی رہتی ہو۔ میں اس وقت اپنے بیڈ روم میں موجود ہوں اور میری بیوی کی حیثیت سے تمہیں بھی اسی روم میں رہنا ہے اب."

نوشیر وان عرزش کے بہت قریب تھا. اتنا کہ اُس کی گرم سانسوں سے عرزش کو اپنا چہرا جلتا ہوا محسوس ہوا تھا. عرزش کے بنا سوچے سمجھے بولنے والی عادت نے آج بُری طرح پھنسا دیا تھا.

"دیکھو میرا وہ مطلب نہیں تھا، پلیز۔"

عرزش نوشیر وان کے انداز سے بُری طرح گھبرا گئی تھی کیونکہ کافی دیر سے اپنے جذبات پر قابو پانے کے چکر میں اب نوشیر وان کی آنکھیں لال انگارہ ہو چکی تھیں. عرزش کو اتنی جلدی گھبراتے دیکھ کر نوشیر وان فوراً پیچھے ہٹ گیا تھا. کیونکہ عرزش کے اتنے قریب رہ کر وہ اُس سے زیادہ اپنا امتحان ہی لے رہا تھا. نوشیر وان کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر عرزش ایک سیکنڈ کی بھی دیر کیے بغیر بیڈ سے نیچے اُتری تھی.

"مجھے کہاں سونا ہے؟" عرزش کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ کہاں جائے۔ اُسے نوشیر وان کے گھر کا نقشہ بالکل بھی پتہ نہیں تھا. اِس لیے اکیلا باہر وہ نکل نہیں سکتی تھی اور نوشیر وان کے ہوتے ہوئے واپس بیڈ پر تو وہ مر کر بھی سونا نہیں جانا چاہتی تھی.

"یہاں بیڈ پر سو جاؤ. میں باہر جا رہا ہوں."

نوشیر وان بہت مشکل سے عرزش کے اُلجھے بکھرے حلیے سے نظریں پھیرتے ہوئے روم سے باہر نکلتا اپنے اسٹڈی روم کی جانب بڑھ گیا تھا.

جب کہ اُس کو باہر نکلتا دیکھ کر عرزش سکون کا سانس لیتی واپس بیڈ پر ڈھیر ہوئی تھی. اُس کا دل نوشیر وان کے اتنے قریب آ جانے کی وجہ سے ابھی تک بہت بُری طرح دھڑک رہا تھا اور سانسیں تھیں کہ اعتدال پر آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں.

لیکن اِس واقعہ سے اتنا تو عرزش کو سمجھ آ گئی تھی کہ یہ شخص کافی مضبوط کردار کا مالک ہے

مگر نوشیر وان کے بارے میں اچھی سوچ ایک سیکنڈ کے لیے ہی آئی تھی اُس کے دماغ میں.

"جنگلی کہیں کا." عرزش غصے سے زیرِ لب بڑبڑائی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

جاری ہے

چپکے سے اتر مجھ میں

از فروا خالد

قسط 7

خان صبح نو بجے کے قریب سٹڈی روم میں کسی فائل کی تلاش میں داخل ہوا تھا مگر نوشیر وان کو وہاں صوفے پر سویا دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ حیرت سے آگے بڑھا پھر نوشیر وان کی یہاں سونے کی وجہ سمجھتے وہ مسکرائے بنا نہ رہ سکا تھا.

نوشیر وان کی گیارہ بجے میٹنگ تھی. اِس وجہ سے اس کی ہدایت کے مطابق خان نے نوشیر وان کو جگا دیا تھا.

"سر آج گیارہ بجے میٹنگ ہے آپ کی۔" خان کے یاد دلانے پر نوشیر وان صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا.

نوشیر وان کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازے پر ہی روم سے باہر نکلتی عرزش سے بُری طرح ٹکرا گیا تھا.

اِس سے پہلے کے عرزش زمین بوس ہوتی نوشیر وان نے اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے گرنے سے بچایا تھا.

"کہاں جا رہی ہو؟" نوشیر وان کی نظریں ڈارک پرپل رنگ کے خوبصورت سے ڈوپٹے میں لپٹے عرزش کے دلکش چہرے سے ٹکرائیں تھیں.

"مجھے بھوک لگی ہے." عرزش نے چہرہ جھکائے جس طرح یہ بات کہی تھی. اُس کی معصومیت پر پیار آنے کے ساتھ ساتھ نوشیر وان کو اُس کے اب تک بھوکا ہونے پر غصہ بھی بہت آیا تھا.

"آؤ میرے ساتھ."

نوشیر وان عرزش کا ہاتھ پکڑے باہر کی طرف بڑھا تھا. ڈائننگ ٹیبل کے پاس پہنچ کر نوشیر وان کی ایک ہی آواز پر نوکروں کی پوری فوج وہاں جمع ہو گی تھی.

"یہ ہیں عرزش نوشیر وان خانزادہ تم لوگوں کی مالکن اور جس طرح میں اپنے معاملے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کرتا، اِن کے معاملے میں بھی بالکل بھی نہیں کروں گا. خان! نیکسٹ ٹائم اگر ایسی کوئی کوتاہی ہوئی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا."

نوشیر وان عرزش کو لوازمات سے بھرے ٹیبل کے پاس پڑی چیئر پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا. جبکہ عرزش بالکل خاموش حیران سی یہ سب دیکھ رہی تھی.

وہ دونوں ہی اِس رشتے کی حقیقت سے واقف تھے. پھر نوشیر وان اُسے سب کے سامنے اتنی اہمیت کیوں دے رہا تھا.

عرزش پہلے ہی مسرت بیگم کی کہی بات کی وجہ سے اچھی خاصی اُلجھی ہوئی تھی اور اوپر سے نوشیر وان کا اس کی اتنی بدتمیزیوں کے باوجود اتنا اچھا رویہ اُس کو بالکل بھی سمجھ نہیں آرہا تھا.

اگر وہ اُن کی بات مان بھی لیتی تو پھر بابا نے نوشیر وان کا نام کیوں لیا تھا اُس کے سامنے. کیا وہ اُسے کچھ اور کہہ رہے تھے.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

زیاد کے ساتھ چلتی شزا کی نظر جیسے ہی اندر داخل ہوتی یشفہ پر پڑی تو وہ اپنی سوچی سمجھی پلاننگ کے مطابق جان بوجھ کر لڑکھڑائی تھی اور گرنے سے بچنے کے لیے زیاد کا بازو پکڑ لیا تھا.

زیاد نے بھی شزا کا پیر مڑتا دیکھ کر اُسے سنبھالتے ہوئے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا اور یہی وہ لمحہ تھا جب یشفہ کی نظر اُن دونوں پر پڑی تھی. یشفہ زیاد شیرازی کو قہر بھری نگاہوں سے دیکھتی اپنے آفس کی جانب بڑھ گئی تھی.

جبکہ وہیں اپنا پلان کامیاب ہونے پر شزا کا دل خوشی سے جھوم اُٹھا تھا.

"آر یو اوکے ؟" شزا کو سیدھا کر کے کھڑا کرتے زیاد نے اس کی جانب دیکھا تھا.

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں. تھینک یو سوچ آپ نے مجھے گرنے سے بچا لیا." شزا کی بات کا سر ہلا کر جواب دیتے زیاد آگے کی جانب بڑھ گیا تھا. اِس بات سے انجان کہ اُس سے بے دھیانی میں سرزد ہوئی یہ حرکت کسی کو اُس سے بدگمان کر گئی تھی.

"بدتمیز ایڈیٹ! اچھا کیا رات میں نے اِس کا پروپوزل اس کے منہ پر مار کر. اِسی قابل ہے یہ شخص. اِدھر مجھ سے محبت کا اظہار کرتا پھر رہا ہے اور اُدھر کسی اور کو بانہوں میں بھرا ہوا ہے مگر مجھے بھلا اتنا بُرا کیوں لگ رہا ہے. مجھے تو خوش ہونا چاہیے کہ اِس شخص کی باتوں میں نہیں آئی. مجھے اِس کے کسی عمل سے کوئی فرق نہیں پڑتا."

یشفہ نے اپنا غصہ کم کرنے کے لیے خود کو ہی تسلی دی تھی مگر وہ ابھی یہ بات نہیں سمجھ رہی تھی کہ اُسے کتنا زیادہ فرق پڑ رہا تھا. زیاد کو شنزا کے ساتھ دیکھ کر غیر ارادی طور پر ہی سہی مگر یشفہ اب زیاد پر کہیں نہ کہیں اپنا حق سمجھتی تھی کہ جس سے لڑنا جھگڑنا اُس کو بُرا بھلا کہنے کا حق صرف اُسی کے پاس ہے۔ اب شنزا کو اُس کے قریب دیکھ کر اور شنزا کی اُس کے حوالے سے باتیں سن کر وہ اندر سے بہت ہرٹ اور ڈسٹرب ہو رہی تھی.

"السلام وعلیکم! میم." یشفہ ابھی مزید نجانے کتنی دیر یوں ہی غصے میں بڑبڑاتی رہتی. جب فریحہ عجلت میں اندر داخل ہوئی تھی.

"فریحہ! مجھے میری کچھ طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی. آج باقی کے کیسز بھی دیکھ لینا. میں واپس گھر جا رہی ہوں."
یشفہ اپنا پرس اُٹھاتی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی. جبکہ فریحہ حیرت سے اُسے جاتا دیکھنے لگی تھی. آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا. اُس کی طبیعت جتنی بھی مرضی خراب ہوتی رہے وہ اپنا کام چھوڑ کر نہیں جاتی تھی مگر فریحہ کو لگ رہا تھا کہ شاید کچھ زیادہ ہی طبیعت خراب ہے.

لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یشفہ ہاشم واقعی اب کافی خطرناک مرض یعنی دل کے مرض میں مبتلا ہو رہی تھی.

"کہاں جا رہی ہو؟" یشفہ ابھی گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھی. جب زیاد نے اُسے پیچھے سے پکارا تھا. جسے اَن سنا کرتے وہ گاڑی کا دروازہ کھول چکی تھی.

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں کہاں جا رہی ہو؟"

زیاد کو اب یشفہ کے اِس انداز پر غصہ آنے لگا تھا. جو کل سے مسلسل اُسے اگنور کر رہی تھی. اِس لیے وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے کی جانب کرتا گاڑی کا دروازہ بند کر چکا تھا.

"تم سے مطلب میں جہاں بھی جاؤں. میں تمہاری پابند بالکل بھی نہیں ہوں کہ ہر بار تمہیں بتا کر اور تم سے پوچھ کر جاؤں اور یہ بات بات پر تم مجھے ٹچ کیوں کرتے ہو. دور رہا کرو مجھ سے ورنہ۔"

یشفہ غصے سے آگ بگولا ہوتی اُنگلی اُٹھا کر اُسے وارن کرتے ہوئے بولی. یشفہ کی یہ حرکت زیاد کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی.

"ورنہ؟ ورنہ کیا کر لو گی تم بولو." زیاد سینے پر بازو باندھ کر اُس کے قریب ہوتے بولا.

اُس کے قریب آنے کی وجہ سے یشفہ پیچھے ہٹتی گاڑی سے جا لگی تھی.

"ورنہ میں تم پر ہراسمنٹ کا کیس کر دوں گی."
یشفہ کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی. جب زیاد کا زوردار قہقہہ اُسے اپنے کان کے پردے پھاڑتا محسوس ہوا تھا.
"اوہ ریئلی!اگر مجھ پر کیس ہونا ہی ہے تو کیوں نہ میں واقعی کوئی جرم سرزد کر دوں. "زیاد یشفہ کے ارد گرد گاڑی پر اپنے دونوں ہاتھ ٹکاتے یشفہ کے بالکل اوپر جھکا اور اپنا چہرہ یشفہ کے چہرے کے بہت قریب لے آیا تھا.
اُس کی اِس حرکت پر یشفہ کا دل بہت بُری طرح سے دھڑکنا شروع ہو چکا تھا. زیاد نے اپنی آنکھیں یشفہ کی آنکھوں میں گاڑتے اُسے بالکل اپنے بس میں کر لیا تھا. وہ بنا حرکت کئے ساکت سی زیاد کو تکتی جا رہی تھی.
زیاد اُس کے کان میں سرگوشی کرنے کے انداز میں جھکا تھا. اُس کی گرم سانسیں اپنی کان کی لو پر محسوس کرتے یشفہ کو اپنے چہرے کا سارا خون اِسی حصے میں سمٹتا محسوس ہو رہا تھا.
اِس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا شزا کے کھنکھارنے پر وہ بدمزہ سا ہو تا پیچھے ہٹا تھا یشفہ بھی جیسے ہوش میں آئی اور ایک نظر شزا پر ڈالی تھی. جو بظاہر مسکراتے ہوئے مگر آنکھوں میں حسد کی چنگاری لیے وہ یشفہ کو گھور رہی تھی.
"آئم ریئلی سوری آپ لوگوں کو ڈسٹرب کرنے کے لیے مگر زیاد سر آپ کی بہت ارجنٹ کال آ رہی تھی. اِس لیے مجھے آنا پڑا."
شزا زیاد کو اُسکا موبائل تھماتے ہوئے بولی. تب تک یشفہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل چکی تھی.
اُسے جاتا دیکھ زیاد بھی اندر کی جانب بڑھ گیا تھا.
"کہا تھا نا دور رہو مگر لگتا ہے یشفہ تمہیں آرام سے میری بات سمجھ میں نہیں آئی. اب جو میں کروں گی، اس میں بربادی صرف تمہاری ہی ہو گی."
شزا یشفہ کی گیٹ سے نکلتی گاڑی کو زیر خند نظروں سے دیکھتی زیاد کے پیچھے چلی گئی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

نوشیر وان بنا عرزش سے کوئی بھی بات کئے آفس جا چکا تھا. عرزش نے اُس کے انداز میں واضح اگنورینس دیکھی تھی. جیسے وہ اُسے جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا.

عرزش کی خاطر گھر میں چار فی میل ملازمین کا انتظام کر دیا گیا تھا اور نوشیر وان نے باقی میل ملازموں کو بنا ضرورت گھر کے اندر داخل ہونے سے سختی سے منع کر دیا تھا.

عرزش کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اِس کشمکش سے کیسے نکلے. اسی وقت اس کے موبائل پر صہیب کی کال آنے لگی تھی. عرزش نے ایک بار تو کال کاٹ دی تھی مگر دوسری بار پھر کال آنے پر کچھ سوچتے ہوئے عرزش نے کال اٹینڈ کر لی تھی.

صہیب اُس سے ایک بار ملنے کی ریکوئسٹ کر رہا تھا. اُس کے انداز سے یہی لگ رہا تھا کہ جیسے اُسے ابھی نوشیر وان سے اُس کے نکاح کا علم نہیں ہے.

عرزش اپنی کنفیوژن دور کرنا چاہتی تھی. جس وجہ سے اُس نے صہیب سے ملنے کی حامی بھر لی تھی مگر وہ جانتی تھی نوشیر وان اُسے کبھی جانے نہیں دے گا. اِس لیے اُسے یہاں سے جھوٹ بول کر نکلنا تھا.

عرزش جیسے ہی باہر نکلی تھی. نوشیر وان کا پرسنل ڈرائیور ناصر ہاتھ باندھ کر سر جھکائے اُس کے قریب آیا تھا.

"بی بی جی! سر کا سختی سے آرڈر ہے کہ آپ نے کہیں بھی جانا ہے تو میں آپ کو لے کر جاؤں."

عرزش کے اُسے انکار کرنے پر وہ بے چارگی سے بولا.

"مگر میں کسی کے آرڈر فالو کرنے کی پابند بالکل بھی نہیں ہوں اور نہ ہی تم مجھے زبردستی روک سکتے ہو۔ ہٹو میرے راستے سے."

اُس شخص کی بات پر عرزش غصے سے بولی تھی.

"بی بی جی! پلیز میری نوکری کا سوال ہے. آپ جہاں جانا چاہتی ہیں میں آپ کو لے جاؤں گا."

ناصر کو اتنا تو پتا چل گیا تھا کہ اُس کی یہ نئی مالکن نوشیر وان خانزادہ سے بھی زیادہ ٹیڑھے دماغ کی تھی اور اگر وہ اِسے اکیلی ٹیکسی پر جانے دیتا تو اُس کے بعد نوشیر وان نے اُسے کسی صورت نہیں بخشنا تھا.

اِس لیے وہ بہت ہی مسکینیت چہرے پر سجائے بولا. جس پر نا چاہتے ہوئے بھی عرزش اُس کی بات ماننے کو تیار ہو گئی تھی. اب اُسے کسی اور جگہ لے جا کر اِس شخص کو چکما دے کر نکلنا تھا.

عرزش نے ایسے ہی کیا تھا. مال میں لے جانے کا کہہ کر وہ بہت ہی ہوشیاری سے وہاں اُس کی نظروں سے او جھل ہوتے ہوئے دوسرے گیٹ سے باہر نکل کر ٹیکسی میں جا بیٹھی تھی.

صہیب نے اُسے کسی انجان سی جگہ پر بلایا تھا مگر عرزش ایسی کسی بھی جگہ پر جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی. اِس لیے اُس نے صہیب سے اُس کے گھر جا کر تایا تائی کے سامنے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا.

عرزش جیسے ہی صہیب کے گھر میں داخل ہوئی ہر طرف بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی. اُسے کوئی نظر نہیں آرہا تھا. ڈرائنگ روم بھی بالکل خالی پڑا تھا مگر ڈرائنگ روم سے اُسے کسی کے بولنے کی آواز آرہی تھی. وہ آگے بڑھی تھی جب صہیب کی آنے والی آواز نے اُس کے قدم وہیں ساکت کر دیے تھے. وہ شاید اپنے کسی دوست سے بات کر رہا تھا.

"کیسی باتیں کر رہے ہو ثاقب، میں نے وعدہ کیا تھا تم سے اس دانیال کو ختم کرنے میں میری مدد کرو. بزنس میں دس فیصد حصہ تمہارا ہو گا اور تم نے تو دانیال کے ساتھ ساتھ اُس کے باپ کو بھی مار کر جو اچھا کام کیا ہے. سچ میں دل خوش کر کے رکھ دیا ہے میرا. بس اب ذرا یہ عرزش بھی ہاتھ آجائے تو پھر سب کچھ سیٹ ہو جائے گا."

صہیب کی اتنی ہی بات سنتے عرزش کا دل چاہا تھا ابھی اِسی شخص کا قتل کر دے. وہ ایک سیکنڈ کی بھی دیر کیے بغیر اندر کی طرف بڑھی تھی جبکہ عرزش کو وہاں دیکھ صہیب سکتے میں آگیا تھا.

"گھٹیا انسان تمہیں شرم نہیں آئی اتنی گھناؤنی حرکت کرتے ہوئے. کیا بگاڑا تھا اُنہوں نے تمہارا؟"

عرزش نے آگے بڑھتے ہوئے ایک زناٹے دار تھپڑ صہیب کے منہ پر دے مارا تھا. صہیب اپنی جگہ ہکا بکا سا یہ سب دیکھ رہا تھا پھر جلدی سے ہوش میں آتے اس نے عرزش کے دوبارہ اُٹھتے ہاتھ کو گرفت میں لیتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے تھپڑ اُس کے منہ پر مارتے ہوئے اُسے سامنے پڑے صوفے پر اُچھال دیا تھا.

"ہاں مارا ہے میں نے اُنہیں. نفرت کرتا تھا میں اُن سے. تنگ آگیا تھا اُس دانیال کے بلاوجہ رعب جمانے اور اُس کی روک ٹوک سے." عرزش منہ پر ہاتھ رکھے شدید صدمے کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہی تھی.

اُس کے اپنوں کا قاتل اُس کا سگا تایازاد نکلا تھا اور وہ نوشیروان خانزادہ جیسے عزت دار انسان کو بدنام کرنے نکل پڑی تھی.

"میں چھوڑوں گی نہیں تمہیں۔ ابھی پولیس کو بلوا کر تمہاری ساری حقیقت اُن کو بتاتی ہوں."

عرزش زہر خند لہجے میں کہتی اپنی جگہ سے اُٹھی تھی مگر اگلے ہی پل اُسے اپنے قدم وہیں روکنے پڑ گئے تھے کیونکہ صہیب اپنی پاکٹ سے پستول نکال کر اُس پر تان چکا تھا.

"تم یہاں سے زندہ سلامت نکلو گی تب ہی تو کسی کو بتاپاؤ گی مگر کچھ کرنے سے پہلے ہی میں تمہارا منہ بھی بند کر دوں گا."

صہیب نے پستول کا رخ اُس کی کنپٹی کی طرف کر کے ہنستے ہوئے کہا تھا.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

یشفہ بہت ہی خراب موڈ کے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تھی اور بنا کسی سے بات کیے اپنے روم میں آگئی تھی. اُسے اتنی جلدی واپس آتا دیکھ کر فردوس بیگم فکر مند سی اُس کے پیچھے اُس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں.

"کیا ہوا میری گڑیا آج اتنی جلدی گھر کیسے آ گئی؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟؟" فردوس بیگم بیڈ پر یشفہ کے پاس بیٹھتے ہوئے فکر مندی سے بولیں.

"جی دادو میں بالکل ٹھیک ہوں. بس سر میں ہلکا سا درد ہو رہا تھا اور تھکن بھی اِس لیے سوچا گھر جا کر آرام کر لوں."

یشفہ نے اُن کی گود میں سر رکھتے ہوئے صفائی سے جھوٹ بولا تھا.

"اچھا کیا میرے بچے نے۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ تھوڑا آرام بھی کر لیا کرو. کل پورا دن جو بھاگ دوڑ کی تم نے اُس کی وجہ سے تھک گئی ہوں گی. میں تمہارے سر میں مالش کر دیتی ہوں. ساری تھکن اور درد ختم ہو جائیں گے."

فردوس بیگم نرم ہاتھوں سے یشفہ کے سر میں تیل لگاتے اُس کی مالش کرنے لگی تھیں.

"واؤ دادو مزا آ گیا. آپ کے ہاتھوں میں تو جادو ہے."

یشفہ کو بہت سکون مل رہا تھا. وہ آنکھیں موندے بچوں کی طرح خوشی سے بولی جس پر فردوس بیگم مسکرا دی تھیں.

"یشفہ وہ زیاد شیرازی تو بہت اچھا لڑکا ہے. تم نجانے اُس کے بارے میں کیا کیا بولتی رہتی ہو جبکہ وہ تو بہت ہی سمجھدار اور سُلجھا ہوا بچہ ہے. کل مجھے اور تمہارے داداجان کو اُس سے مل کر بہت اچھا لگا. بہت پسند آیا وہ ہمیں."

یشفہ جو سکون محسوس کرتے کچھ ٹائم کے لیے زیاد کو یکسر بھول چکی تھی. ایک بار پھر اُس کے ذکر پر اُس کا موڈ آف ہو گیا تھا.

یہ شخص اب اُس کو اپنی جان کا عذاب بنتا نظر آ رہا تھا کیونکہ جہاں وہ دیکھتی اور سنتی تھی. ہر طرف زیاد شیرازی ہی چھایا نظر آ رہا تھا.

"دادو ایسی بھی کوئی خاص بات نہیں ہے اُس میں. جیسے باقی لڑکے ہوتے ہیں ویسا ہی ہے وہ بھی بلکہ باقی لڑکے تو پھر بھی اُس سے کچھ نہ کچھ بہتر ہوتے ہیں."

یشفہ کو اپنی دادو کے منہ سے اُس کی تعریف ایک آنکھ نہیں بھائی تھی.

"بیٹا جی یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے میں نے. اُسے ایک نظر میں دیکھ کر ہی پہچان گئی تھی کہ کتنا پیارا بچہ ہے وہ اور یہ بھی کہ میری پوتی کو کتنا پسند ہے."

فردوس بیگم کے مسکرا کر اُسے چھیڑنے پر وہ جھٹکے سے اُن کی گود سے سر اُٹھاتے سیدھی ہوئی تھی.

"دادو کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ. میں اور پسند؟؟ وہ بھی اُس فضول انسان کو. ابھی میرا دماغ اتنا خراب بھی نہیں ہوا." یشفہ کو فردوس بیگم کی مسکراتی نظریں جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھیں. اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے اُن کو کلیئر کرے کہ وہ غلط سمجھ رہی ہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہے.

"یہ بات زیاد سے ملنے اور اُسے دیکھنے سے پہلے بھی میں یقین سے کہہ سکتی تھی کہ تم اُسے پسند کرتی ہو اور کل رات زیاد کے انداز اور نگاہوں نے بھی مجھے اچھے سے سمجھا دیا ہے کہ وہ بھی تمہیں پسند کرتا ہے. میری جان تم اچھے سے جانتی ہو کہ میں نے اور تمہارے دادا جان نے ہمیشہ تمہاری خوشی کو اپنی اولین ترجیح مانا ہے اور اب کی بار بھی ایسا ہی ہو گا. شاید ابھی تمہیں اپنی فیلنگز کی سمجھ نہیں آ رہی مگر بہت جلد تمہیں اس بات کا احساس ہو جائے گا کیونکہ میرے بچے تمہارے معاملے میں میں کبھی غلط نہیں ہو سکتی. زیاد کا ذکر چاہے وہ لڑائی ہی کیوں نہ ہو، کرتے وقت تمہاری آنکھوں میں جو چمک واضح ہوتی ہے وہ نظر انداز کیے جانے والی بالکل بھی نہیں ہوتی."

فردوس بیگم اچھے سے اُسے اپنی بات سمجھا کر اُس کا ماتھا چومتی کمرے سے نکل گئی تھیں.

جبکہ یشفہ ششدر سی اُن کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی. پہلے شزا کا اُسے ٹوکنا اور اب دادو کا یہ کہنا، یشفہ کو اچھا خاصا پریشانی میں مبتلا کر گیا تھا.

"کیامیں سچ میں زیاد شیر ازی کو پسند کرتی ہوں مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے.مجھے تو وہ شخص ایک آنکھ نہیں بھاتا."یشفہ ہمیشہ کی طرح خود سے ہی اُلجھنے لگی تھی.جب اُس کے دل کی آواز نے باقی آوازوں کو خاموش کروادیا تھا.

"اگر زیاد شیر ازی سے محبت نہیں ہے تمہیں تو کیوں بُرا لگتا ہے تمہیں اُس کا شزا سے قریب ہونا؟ یہاں تک کہ بات بھی کرنا.اُس کو چوٹ لگنے پر درد تمہیں کیوں ہوتا ہے؟ لڑنے کا ہی صحیح مگر ہر روز دل زیاد شیر ازی سے بات کرنے کو کیوں چاہتا ہے.اس کے قریب ہوتے اپنے آپ کو اتنا سیکیور فیل کیوں کرتی ہو تم؟"

یشفہ کو اپنے اندر سے اور بھی ایسی بہت سی آوازیں اُٹھتی محسوس ہو رہی تھیں.جو اُسے لاجواب کر گئی تھیں.واقعی یہ سب سچ تھا.زیاد شیر ازی اُس کی زندگی میں نہ ہو کر بھی پورے احساس کے ساتھ براجمان تھا.اُس کی ہر بات میں وہی تو ہوتا تھا.آج بھی اُسی کی وجہ سے تو وہ اپنا کام چھوڑ کر یہاں آگئی تھی کیونکہ وہ اُسے کسی اور لڑکی کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی تھی.

ناچاہتے ہوئے بھی یشفہ کا دل اِس بات کا اقرار کر گیا تھا کہ وہ زیاد شیر ازی کا ہو چکا ہے اور یشفہ کا اب اُس پر کوئی اختیار نہیں رہا.

یشفہ اِس کام میں بھی اُس شخص کے بازی لے جانے پر سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

نوشیر وان اپنے آفس سے میٹنگ کے لیے نکل رہا تھا جب خان گھبرائے ہوئے انداز میں اندر داخل ہوا تھا.

"خان کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے؟"نوشیر وان نے سوالیہ انداز میں خان کی طرف دیکھا.

"سر!وہ بیگم صاحبہ کا کچھ پتا نہیں چل رہا.وہ ڈرائیور کے ساتھ مال گئی تھیں مگر اب وہ وہاں نہیں ہیں.ڈرائیور اُنہیں ہر طرف دیکھ چکا ہے مگر اُن کا کچھ پتا نہیں چل رہا."

خان کی بات سنتے ہی نوشیر وان کا دل بے چین ہوا تھا.

"وہ لوگ اتنی لاپرواہی کیسے کر سکتے ہیں اور تم نے مجھے عرزش کے باہر نکلنے کے بارے میں انفارم کیوں نہیں کیا؟ خان اگر اُسے کچھ ہوا تو میں تم لوگوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا."

نوشیر وان غصے میں خان پر دھاڑ تا باہر کی طرف بڑھا تھا.

"سر وہ میٹنگ شروع ہونے والی ہے. "نوشیر وان کی اِس وقت بہت امپور ٹنٹ میٹنگ تھی. جس میں اُسے ایک بہت بڑا کانٹریکٹ ملنے کے چانسز تھے مگر اُس کو اِس طرح باہر جاتے دیکھ کر خان ہولے سے اُس کو یاد دہانی کرواتے ہوئے بولا.

"بھاڑ میں گئی میٹنگ. "نوشیر وان حس قدر غصے سے دھاڑا تھا خان سمیت باقی سب بھی اُس کا غصہ دیکھ کر سہم سے گئے تھے.

"ہیلو بلال میں نے ابھی تمہیں ایک نمبر سینڈ کیا ہے. ابھی اور اِسی وقت مجھے اُس کی لوکیشن ٹریس کر کے سینڈ کرو. "نوشیر وان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے عجلت میں کہا تھا.

اگلے چند منٹوں میں اُس کے پاس عرزش کے ڈیوائس کی لوکیشن پہنچ چکی تھی. جو اُس سے بیس منٹ کے فاصلے پر تھی.

جس ایریا کی لوکیشن سامنے آ رہی تھی جہاں تک نوشیر وان کی معلومات تھی یہ لوکیشن تو عرزش کے تایا کے گھر کی تھی.

عرزش کے بنا بتائے وہاں جانے پر نوشیر وان کا دماغ مزید غصے سے سلگنے لگا تھا.

نوشیر وان فل سپیڈ میں گاڑی دوڑاتا وہاں پہنچا تھا. جب اندر سے فائرنگ کی آواز آئی تھی. نوشیر وان کو یہ آواز سن کر اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی اور یہی وہ ادراک کا لمحہ تھا جو نوشیر وان کو اپنی زندگی میں عرزش کا مقام اور اہمیت اچھے سے واضح کر گیا تھا.

نوشیر وان بھاگتے قدموں سے اندر کی طرف بڑھا تھا.

عرزش صہیب کی چلائی گئی گولی سے بچنے کے لیے اُس کے منہ پر تکیہ پھینکتے دوسری طرف ہوئی تھی. جس کی وجہ سے اُس کی ایک گولی تو مس ہو گئی تھی مگر جیسے ہی غصے میں عرزش کی طرف بڑھتے صہیب نے دوبارہ اُس پر پستول تانا تو عرزش کو لگا تھا کہ اب وہ نہیں بچ پائے گی. یہی سوچتے ہوئے عرزش خوف سے آنکھیں بھینچ گئی تھی مگر اُسی وقت جو آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی تھی. عرزش نے فوراً سے آنکھیں کھول دی تھیں.

نوشیر وان ایک ہی جست میں صہیب پر جھپٹتے ہوئے اُس سے پستول چھین کر دور اُچھال چکا تھا. صہیب اِس اچانک نازل ہونے والی افتاد کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا. سمجھ تو اُسے تب آیا تھا. جب نوشیر وان کا فولادی ہاتھ اُسے اپنے چودہ طبق روشن کرتا محسوس ہوا تھا.

"گھٹیا انسان تمہاری اتنی ہمت کہ نوشیر وان خانزادہ کی بیوی پر ہاتھ اُٹھایا." صہیب کو پیٹتے نوشیر وان کی نظر جیسے ہی عرزش کے گلابی گال پر بنے اُنگلیوں کے نشان پر پڑی اُس کے انداز میں مزید جنون وحشت سی آگئی تھی. جسے دیکھ کر عرزش بھی ڈر گئی تھی. عرزش کو لگا تھا کہ نوشیر وان آج صہیب کو مار ہی دے گا مگر نوشیر وان کا انداز دیکھ کر اُسے جا کر روکنے کی ہمت عرزش خود میں نہیں پا رہی تھی.

اُسی لمحے خان، گارڈز اور پولیس کو لیے اندر داخل ہوا اور بہت ہی مشکل سے نوشیر وان کے قبضے سے ادھ موئی حالت میں صہیب کو آزاد کروایا گیا تھا.

صہیب کو چھوڑتے ہوئے نوشیر وان بنا کسی اور سے کوئی بات کیے عرزش کا ہاتھ تھامے وہاں سے نکل آیا تھا.

نوشیر وان کی سخت گرفت میں عرزش کو اپنی کلائی ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی. گاڑی میں آکر بیٹھتے ہوئے عرزش نے کن اکھیوں سے نوشیر وان کو دیکھا تھا. جو ڈرائیونگ کرتے ہوئے چہرے پر سخت تاثرات سجائے اپنے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں بھینچے ہوئے تھا.

عرزش جانتی تھی اُس نے نوشیر وان کی اجازت کے بناء یہاں آکر کتنی بڑی غلطی کی تھی اگر نوشیر وان وقت پر نہ پہنچتا تو اِس وقت وہ اپنی جان گنوا چکی ہوتی.

عرزش نے اسٹیئرنگ پر مضبوطی سے جمے سیاہ بالوں سے بھرے نوشیر وان کے سفید بازوؤں کی طرف دیکھا تھا. جہاں سے ہوتے اُس کی نظریں نوشیر وان کے وجیہہ چہرے پر بھٹکی تھیں. عرزش کا دل اُسے دیکھ کر نجانے کیوں زور سے دھڑکا تھا. آج پہلی بار عرزش نے غور سے اُسے دیکھا تھا اور دیکھتے ہی عرزش نے فوراً نظریں جھکالی تھیں. اُسے لگا تھا اگر وہ مزید کچھ لمحے ایسے ہی اِس شخص کی جانب دیکھتی رہی تو ضرور اِس کی اسیر ہو جائے گی.

اُسے اِس وقت اپنی بے وقوفیوں پر حد سے زیادہ پچھتاوا ہو رہا تھا. وہ اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتی تھی. نوشیر وان کے بالکل بے قصور ہوتے ہوئے اُس نے اُسے کتنی جگہوں پر ذلیل کرنے کی کوشش کی تھی.

وہ اُس کا اتنے سالوں سے بنایا نام اور مقام خراب کرنے کے درپر آگئی تھی اور نوشیر وان نے اُس کی اتنی غلطیوں کے باوجود بھی اُس کے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا تھا بلکہ اُس کو اپنا کر نہ صرف اُس کی ماں کا مان و عزت رکھی تھی بلکہ اُسے بھی اپنی زندگی میں معتبر مقام دیا تھا اور ساتھ ہی اُس کا کیس عدالت میں لے جا کر اُس کی سب سے بڑی مدد کی تھی.

عرزش صہیب کے بارے میں تو کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتی تھی. جو آستین کا سانپ تھا اور صرف نفرت کے قابل ہی تھا. عرزش جانتی تھی کہ اب اُسے صہیب اور اُس کی فیملی کی طرف سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں تھی. نوشیر وان اُن کو کسی قیمت پر چھوڑنے والا نہیں تھا مگر اس وقت تو وہ نوشیر وان کے تیور دیکھ خود ہی ڈری ہوئی تھی. گھر آتے ہی نوشیر وان نے گاڑی سے نکلتے ہوئے اُس کی طرف کا دروازہ کھولا تھا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جاتے اُوپر روم کی جانب بڑھ گیا تھا.

روم میں آتے ہی شدید غصے میں نوشیر وان نے اُسے سامنے پڑے صوفے پر پٹخا تھا.

"منع کیا تھا نا میں نے تمہیں اُس گھٹیا انسان سے ملنے کو پھر مجھے بنا بتائے کیوں گئی وہاں؟"

نوشیر وان بنا لحاظ کیے عرزش پر دھاڑا تھا. اُس کا دماغ ابھی یہ بات سوچ کر ہی سُلگ رہا تھا کہ اگر وہ ٹائم پر نہ پہنچتا تو... اِس سے آگے سوچتے ہوئے اُسے اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی.

"آئم سوری." عرزش چہرہ جھکائے ہولے سے منمنائی تھی. اُسے اِس وقت نوشیر وان سے بہت زیادہ ڈر لگ رہا تھا.

"عرزش! میری ایک بات کان کھول کر سن لو. جھوٹے اور دھوکے باز لوگوں سے سخت نفرت ہے مجھے. اپنی زندگی میں ایسے لوگ کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتا میں. اِسے تمہاری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر میں کچھ نہیں کہہ رہا لیکن اگر نیکسٹ ٹائم ایسا ہوا تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا." نوشیر وان عرزش کو لال ہوتی آنکھوں سے گھورتا باہر نکل گیا تھا.

وہ عرزش کو تو یہ بات بول گیا تھا مگر وہ خود اِس بات میں اُلجھا ہوا تھا کہ اُسے زیادہ بُرا عرزش کے جھوٹ بول کر جانے پر لگ رہا ہے یا اُس کا خود کو خطرے میں ڈالنے پر.

پچھلے اِس آدھے گھنٹے میں وہ اتنا تو جان گیا تھا کہ بہت زیادہ نظر انداز کرنے کے باوجود بھی یہ لڑکی اُس کے دل میں اتر چکی تھی. اُس کی زندگی کی اولین خواہش بنتی جا رہی تھی.

نوشیر وان کسی کو اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہتا تھا مگر یہ لڑکی اُس کی سب سے بڑی کمزوری بن چکی تھی اور دل ہی دل میں کہیں نا کہیں وہ یہ بات تسلیم کر چکا تھا کہ وہ محبت جیسے مرض میں مبتلا ہو چکا ہے مگر ایک چیز اندر ہی اندر اُسے یہ بات تسلیم کرنے سے روک رہی تھی.

وہ تھی اُس کی عورت ذات سے نفرت اور بے اعتباری. جس کی بنا پر وہ چاہنے کے باوجود عرزش کے بھی قریب نہیں آپا رہا تھا.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

جاری ہے

چپکے سے اتر مجھ میں از فروا خالد

قسط 8

نوشیر وان اور عرزش کا کیس ایک نیا رُخ لے چکا تھا. نوشیر وان جیسی بڑی شخصیت کے فیور میں کیس لڑنے کی وجہ سے میڈیا کی جانب سے بھی بہت پریشر تھا. جو روز ہی کوئی نیوز ملنے کے لیے تیار کھڑے ہوتے تھے.

صہیب اور ریاض صاحب کا معاملہ بیچ میں آجانے کی وجہ سے نوشیر وان کا کیس مزید مضبوط ہو گیا تھا.

آج کیس کی سنوائی تھی. جس میں آج پہلی بار زیاد شیر ازی کو ہرا کر اس نے یہ کیس جیت جانا تھا.

اِس کے ساتھ ہی یشفہ کا دوسرا کیس جو چوہدری فیاض کی فیور اور ملک خیام کے خلاف تھا. وہ بھی اپنے اختتام کو پہنچنے والا تھا. جس میں نوے فیصد امکان یشفہ کے جیتنے کے تھے. ساتھ ہی ملک خیام کی جانب سے ملنے والی دھمکیاں ایک بار پھر زور پکڑ چکی تھیں مگر یشفہ ڈرنے والوں میں سے نہیں تھی. وہ بہت ہی بہادری اور ایمانداری کے ساتھ اپنا کام کر رہی تھی.

وہ آفس بہت کم ہی آتی تھی تا کہ زیاد سے کم سے کم سامنا ہو۔ وہ زیادہ کام گھر بیٹھ کر ہی کر رہی تھی. یہی وجہ تھی کہ اُس دن کے بعد سے اُن دونوں کا ایک بار بھی سامنا نہیں ہوا تھا.

مگر نا چاہتے ہوئے بھی آج یشفہ کو زیاد شیر ازی سے سامنا کرنا تھا. جس کا سوچتے صبح سے اُس کے دل کی دھڑکنیں منتشر تھیں اور اِسی وجہ سے یشفہ کو خود پر غصہ آئے جا رہا تھا.

یشفہ اپنے آفس میں ہی بیٹھی ہوئی تھی جب ایک دم دروازہ کھولتے ہوئے زیاد اندر داخل ہوا تھا پھر اُسی انداز میں آفس کا دروازہ اندر سے لاک کرتے یشفہ کی جانب بڑھا تھا.

"کیا پرابلم ہے تمہارے ساتھ؟ کیوں مجھ سے چھپنے کی کوشش کر رہی ہو. اگر کچھ ہوا ہے تو بتا کیوں نہیں رہیں؟ تمہیں میں نجانے کتنی کالز کر چکا ہوں. نہ تم میری کال پک کر رہی ہو. نہ ہی آفس آ رہی ہو. تمہارے گھر گیا وہاں تم نے ملنے سے انکار کر دیا. آخر تمہارے دماغ میں چل کیا رہا ہے، بتاؤ مجھے. ملک خیام کی طرف سے کوئی دھمکی ملی ہے کیا یشفہ جو بھی پرابلم ہے شیئر کرو مجھ سے ورنہ جب تک تم بتاؤ گی. نہ میں یہاں سے باہر نکلوں گا نہ تمہیں نکلنے دوں گا."

زیاد یشفہ کی چیئر کو موڑ کر اُس کی بیک ٹیبل کے ساتھ لگاتے چیئر کے دونوں بازوؤں پر اپنے مضبوط ہاتھ جماتے یشفہ کے اُوپر تقریباً جھکا ہوا تھا.

آگے کو جھکنے کی وجہ سے زیاد کے سیاہ بال اُس کی کشادہ پیشانی پر بکھر گئے تھے. اُس کے وجیہہ ودلکش نقوش اِس وقت غصے کی وجہ سے تنے ہوئے تھے.

کچھ لمحے اُسے یوں بے خود سا ہو کر دیکھنے پر اچانک یشفہ کو ہوش آیا تھا اور اپنی خجالت مٹانے کے لیے وہ بھی غصے بھرے تاثرات چہرے پر سجائے اُس کی جانب مڑی تھی.

زیاد اپنی بات کرنے کے بعد خاموش جانچتی نظروں سے یشفہ کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ نوٹ کر رہا تھا.

"مسٹر زیاد شیر ازی میں پہلے بھی آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میں کسی سے ڈرنے والی بالکل نہیں ہوں. میری مرضی میں آفس میں کام کروں یا گھر پر. آپ مجھ سے اِس بارے میں سوال کرنے والے کوئی نہیں ہوتے۔ جہاں تک رہی کال پک نہ کرنے اور نہ ملنے والی بات تو میں مصروف تھی اِس لیے ایسا کیا. اب اگر تمہیں تمہارے سارے سوالوں کے جواب مل چکے ہیں تو پلیز اب جاؤ یہاں سے مجھے کام کرنا ہے."

یشفہ بنا اُسکی آنکھوں میں دیکھے بولی. اُس کا یوں نظریں چرانا اور کترانا زیاد کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا.

"واقعی میرے سارے سوالوں کے جواب تو مجھے مل چکے ہیں. سوائے ایک کے۔ تم نے ابھی تک میرے پروپوزل کا جواب نہیں دیا."

زیاد یشفہ کے ماتھے پر آئی پسینے کی ننھی بوندے اپنی اُنگلی کی پوروں پر چنتے ہوئے بولا.

اُس کا لمس محسوس کرتے یشفہ نے فوراً سر پیچھے کیا تھا مگر کرسی کی بیک کی وجہ سے وہ زیادہ دور نہیں ہو پائی تھی.

"اگر تمہیں یاد ہو تو اِس بات کا جواب میں تمہیں اُسی دن دے چکی ہوں."

یشفہ کو زیاد کی جذبے لٹاتی نظریں بہت زیادہ کنفیوز کر رہی تھیں. وہ جتنا خود کو گھر سے زیاد سے سامنے کے لیے تیار کر کے آئی تھی. وہ ساری پلاننگ فلاپ ہو چکی تھی. اِس وقت اُس کا دل چاہ رہا تھا. فوراً سے پہلے یہاں سے غائب ہو جائے مگر نہ زیاد اُسے کہیں جانے دے رہا تھا نہ خود یہاں سے ہل رہا تھا۔

"مجھے نہیں یاد دوبارہ بتادو. "زیاد کی نظریں کیچر سے نکل کر یشفہ کے چہرے کو چھوتی اُس کی لٹوں پر تھیں.

یشفہ اُس کے انداز پر اب اچھی خاصی زچ ہو چکی تھی.

"اپنی ریجیکشن سننے کا بہت شوق ہے نا تمہیں تو سنو. میں تمہارے پروپوزل سے صاف انکار کرتی ہوں. مجھے تم میں اور تمہارے پروپوزل میں کوئی انٹرسٹ نہیں."

یشفہ نے اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے نظریں چُراتے بہت مشکل سے اپنی بات مکمل کی تھی. جبکہ اُس کا یہ انداز زیاد کو پہلی والی یشفہ سے بالکل مختلف لگ رہا تھا. وہ یشفہ کی رگ رگ سے واقف تھا اور اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ ضرور کوئی بات ہے. جو یشفہ کو ڈسٹرب کئے ہوئے ہے اور یہ بھی کہ یہ پاگل مگر پیاری سی لڑکی بھی اُسے چاہنے لگی تھی.

کیونکہ آج اُس کے قریب آنے پر یشفہ کے چھوٹتے پسینے اور اُس کے سرخ گال زیاد کے سامنے اُس کے دل کا حال بیان کر رہے تھے.

اُس کا ارادہ اتنی جلدی جانے کا نہیں تھا. مگر یشفہ کی گھبرائی ہوئی حالت کے پیش نظر وہ پیچھے ہٹ گیا تھا.

"مس یشفہ ہاشم ایک نظر شیشہ دیکھ لو پھر تمہیں اچھے سے سمجھ آجائے گی کہ تمہیں مجھ میں اور میرے پروپوزل میں کتنا انٹرسٹ ہے اور ہاں یہ سرخ چہرے کے ساتھ باہر مت آنا. سب مجھ پر شک کریں گے کہ میں نے پتا نہیں ایسا کیا کیا جو....."

زیاد معنی خیزی سے کہہ کر اپنی بات ادھوری چھوڑ تا وہاں سے نکل گیا تھا.

جبکہ اُس کے جانے کے بعد یشفہ جلدی سے اُٹھ کر واش روم میں لگے شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی. اپنے لال انار ہوتے چہرے پر ہاتھ پھیرتے وہ اپنا ماتھا پیٹ کر رہ گئی تھی.

اُف کہیں داوو کی طرح یہ بھی تو میرے دل کے حالات سے واقف نہیں ہو گیا.

واقعی اِس شخص سے کچھ بھی چھپانا بہت مشکل تھا اُس کے لیے.

□□□□□□□□□□

عدالت میں اُن کے کیس کی سنوائی جاری تھی. ججز نے نوشیر وان کے خلاف کوئی ایک بھی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اُسے باعزت بری کر دیا تھا.

نوشیر وان کو چند لمحے بھی کٹہرے میں کھڑا دیکھ عرزش کا دل ندامت کے احساس سے ڈوب گیا تھا. عرزش کو اُس لمحے خود سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی. زیاد نے صہیب اور ریاض صاحب جو پہلے سے ہی گرفتار تھے، کے خلاف اپنے جمع کیے تمام ثبوت پیش کر دیے تھے. جو اتنے واضح تھے کہ اگلی پیشی میں ہی اُنہیں سزا ہو جانے کے سو فیصد چانسز تھے.

پیشی کے ختم ہوتے ہی نوشیر وان عرزش کو مکمل نظر انداز کیے خان کو عرزش کو گھر لے جانے کا اشارہ کرتے زیاد سے مل کر وہاں سے گیا تھا. عرزش اُس سے بات کرنا چاہتی تھی، معافی مانگنا چاہتی تھی مگر نوشیر وان اُسے ایسا کوئی موقع ہی نہیں دیا تھا.

عرزش کورٹ سے نکل کر سیدھا قبرستان گئی تھی. دانیال اور سہیل صاحب کی قبر پر بیٹھ کر دیر تک روتی رہی تھی. اُس نے سہیل صاحب سے معافی بھی مانگی تھی جو اُن کے سمجھانے کے باوجود کچھ سمجھ ہی نہیں پائی تھی اور نوشیر وان جیسے شریف انسان کو غلط سمجھ بیٹھی تھی. وہاں سے اُٹھ کر وہ مسرت بیگم کے پاس ہسپتال چلی گئی تھی. کیونکہ اُن کی طبیعت سنبھلنے کے بجائے دن بدن بگڑتی جارہی تھی. مگر اُنہوں نے اُسے نوشیر وان کے ساتھ اچھے سے رہنے کی ہزاروں نصیحتیں کرتے جلد ہی واپس بھیج دیا تھا.

گھر آکر عرزش نوشیر وان کا انتظار کرنے لگی تھی. تاکہ اُس سے اپنی تمام غلطیوں کی معافی مانگ سکے. مگر شام سے رات ہو چکی تھی نوشیر وان گھر نہیں آیا تھا اور پھر نجانے کتنے ہی دن ایسا ہی چلتا رہا تھا. نوشیر وان کا انتظار کرتے عرزش کو دن سے رات ہو جاتی تھی. مگر نوشیر وان گھر نہیں آتا تھا. عرزش خان سے بھی نجانے کتنی بار پوچھ چکی تھی. ہر بار اُس کا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ سر مصروف ہیں. عرزش اتنی بے وقوف بھی نہیں تھی. اچھے سے سمجھ رہی تھی کہ نوشیر وان جان بوجھ کر اُسے نظر انداز کر رہا ہے.

ایک ہفتہ تک یہ سب دیکھنے کے بعد عرزش بھی اب اچھی خاصی چڑ چکی تھی. اِس لیے اُس نے کل سے کھانا چھوڑ دیا تھا اور بھوک ہڑتال کا اعلان کرتے ہوئے خان کو اُس کے سر تک اپنا پیغام پہنچانے کا کہہ دیا تھا کہ جب تک نوشیر وان اُسے ملنے نہیں آئے گا. وہ کھانا نہیں کھائے گی. وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کیا نوشیر وان کو اُس کی ذرا بھی پرواہ ہے یا نہیں.

ٹھنڈ اچھی خاصی بڑھ چکی تھی اور اب تو ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی. جسے دیکھ کر عرزش بنا کوئی گرم چیز اوڑھے لان میں جا بیٹھی تھی. اگلے دس منٹ میں خان اُس کے سر پر تھا.

"بیگم صاحبہ! سر کا سختی سے آرڈر ہے کہ آپ اندر چلیں."

خان کے پیغام پر یہ جان کر کہ نوشیر وان اُس کے بارے میں بالکل بھی بے خبر نہیں ہے بلکہ ہر طرح سے خبر رکھے ہوئے ہے. عرزش کو بہت خوشی دے گیا تھا.

"جا کر کہہ دو اپنے صاحب کو. جیسے وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں ویسے ہی میں بھی. جو میرا دل چاہے گا کروں گی."

عرزش بھی اُسے انکار کرتے ضدی لہجے میں بولی.

جبکہ خان کو لگ رہا تھا کہ وہ اِن دونوں ضدی میاں بیوی کے درمیان اب اچھا خاصا پسنے والا ہے.

خان کو گئے دس منٹ گزر چکے تھے۔ وہ واپس باہر نہیں آیا تھا. عرزش کو اب ٹھنڈ کی وجہ سے اپنی قلفی جمتی محسوس ہو رہی تھی. ٹھیک پانچ منٹ بعد اُسے مین گیٹ سے نوشیر وان کی گاڑی اندر آتی دکھائی دی تھی. عرزش کے ہونٹوں پر بہت ہی پیاری سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی.

نوشیر وان سخت تاثرات چہرے پر سجائے اُس کی طرف آتا دکھائی دیا تھا.

"یہ کیاڈرامہ ہے؟تم اندر کیوں نہیں جارہیں؟؟اتنی ٹھنڈ میں بیٹھنے کا کیا مطلب ہے؟؟؟"

نوشیروان اُس کے کپکپاتے وجود کو نظروں کی گرفت میں لیتے کڑے تیوروں سے گھورتے ہوئے بولا.

"ڈرامہ میں نہیں آپ بنارہے ہیں. پچھلے ایک ہفتے سے میں آپ سے بات کرناچاہتی ہوں. مگر آپ ہیں کہ گھر آنے کانام ہی نہیں لے رہے."

عرزش اُسی کے انداز میں جواب دیتے بولی. جبکہ اُس کے آپ کہنے پر نوشیروان ایک لمحے کے لیے چونکا تھا.اگلے ہی پل گہرا سانس لیتے نوشیروان نے اپنا کوٹ اُتار کر آگے بڑھتے اس کو پہنادیا تھا. کیونکہ عرزش کے نیلے پڑتے ہونٹ نوشیروان کے سامنے اُس کی حالت واضح کر گئے تھے.

عرزش اِس وقت مہرون رنگ کے سوٹ میں مہرون رنگ کا ہی ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے ٹھنڈ سے کپکپاتی نوشیروان کو اچھاخاصاڈسٹرب کر گئی تھی. اُس کی سفید رنگت اِس وقت لال گلابی سی ہوئی اُس کے چہرے کی دلکشی کو مزید بڑھارہی تھی.

"اندر چلو.وہاں چل کربات کرتے ہیں. "نوشیروان نے نرمی سے کہتے اندر کی جانب اشارہ کیا تھا.

"نہیں مجھے نہیں جانا.یہاں پرہی میری بات کاجواب دیں. "عرزش کے ضدی لہجے پر نوشیروان سمجھ گیا تھا کہ وہ اُس کی بات آرام سے بالکل بھی نہیں مانے گی اور اگر مزید وہ یہاں رکی تو ٹھنڈ کی وجہ سے ضرور بے ہوش ہو جائے گی.

اِس لیے نوشیروان مزید کوئی لفظ بھی بولے آگے بڑھااور اُس کو اپنے بازوؤں میں اُٹھاتے اندر کی جانب بڑھ گیا تھا.

"یہ کیاکر رہے ہیں آپ؟سب ملازم موجود ہیں کیاسوچیں گے.پلیز نیچے اُتاریں مجھے."

عرزش نوشیروان کی حرکت پر شرم سے دوہری ہوتی اُس کے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کرتے بولی.

"میں نے آرام سے کہاتھا مگر میری کوئی بات تمہاری سمجھ میں تو آتی نہیں ہے.اب نیچے تو میں روم میں جاکر ہی اُتاروں گا تمہیں."

نوشیروان اُس کی ٹھنڈ سے سرخ ہوئی ناک کو دیکھتے ہولے سے مسکرایا تھا.عرزش اُس کی مسکراہٹ نہیں دیکھ پائی تھی.

اُس کی بہت کوششوں کے باوجود بھی نوشیروان نے اُسے کمرے میں لاکر ہی نیچے اُتارا تھا.

"جاؤپہلے کپڑے چینج کرکے آؤ."

نوشیروان صوفے پر بیٹھتے سنجیدگی کے ساتھ اُسے آرڈر دیتے بولا.

"میں ٹھیک ہوں۔مجھے آپ سے بات کرنی ہے. "عرشش کپکپاتے ہوئے بولی۔

"یار تم آرام سے کوئی بات نہیں مان سکتیں؟تم کیاچاہتی ہواب یہ کام بھی میں زبردستی کروں."

نوشیروان کی بات کامطلب سمجھتے عرزش اُسے گھور بھی نہیں پائی تھی اور خفت زدہ سی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی.

"اب آپ پھر موبائل پر بزی ہو چکے ہیں. مجھے بات کرنی ہے آپ سے."

نوشیر وان جو کال پر مصروف تھا عرزش کی آواز پر اُس کی جانب متوجہ ہوا تھا. مگر عرزش پر نظر پڑتے ہی وہ اپنی بات ہی بھول چکا تھا. عرزش سیاہ اور سرخ امتزاج کے سیاہ موتیوں سے مزین نفیس سے گرم سوٹ میں اپنے گیلے لمبے بالوں کو کھلا چھوڑے سادگی میں بھی غضب ڈھا رہی تھی. نوشیر وان کو لگا تھا کہ اگر کسی دن وہ مکمل ہتھیاروں سے لیس اُس کے سامنے آئی تو کہیں اُس کا ہارٹ فیل ہی نہ ہو جائے.

عرزش نے آج پہلی بار اپنے پورے ہوش و حواس اُس کے سامنے دوپٹہ سر سے اُتار کر کندھے پر ڈال رکھا تھا. شاید وہ دل سے اِس رشتے کو قبول کر چکی تھی.

"جی محترمہ فرمائیں اب کونسا نیا الزام لگانا چاہتی ہیں آپ مجھ پر."

نوشیر وان کے طنز پر عرزش اپنی جگہ شرمندہ سی ہو گئی تھی. ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا وہ آج تک ہر ملاقات میں اُس نے نوشیر وان پر الزام ہی تو لگایا تھا.

"میں جانتی ہوں میں نے آپ کے ساتھ بہت غلط کیا. بلاوجہ آپ کو اِس سب میں گھسیٹا جبکہ آپ بالکل بے قصور تھے. آپ نے مجھے اتنا سمجھایا اور پھر میری اتنی بدتمیزیوں کے باوجود میرا ساتھ دیا. آپ جتنا پاورفل انسان میری بدتمیزیوں کے جواب میں اچھی طرح سے میری عقل ٹھکانے لگوا سکتا تھا مگر آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا. پلیز مجھے معاف کر دیں. میں ہر معاملے میں غلط تھی."

عرزش نے نوشیر وان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے. بات کرنے کے دوران نجانے کتنے ہی آنسو ٹوٹ کر عرزش کی گالوں پر بکھرتے نوشیر وان کو بے چین کر گئے تھے. جو بھی تھا مگر وہ اِس لڑکی کو روتے اور تکلیف میں کسی قیمت پر نہیں دیکھ سکتا تھا.

"اوکے معاف کیا. اب اپنے یہ آنسو صاف کرو. مجھے روتے ہوئے لوگ بالکل نہیں پسند."

اپنی اتنی لمبی بات کے جواب میں نوشیر وان کے اتنے مختصر جملے پر عرزش نے نظریں اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا تھا لیکن نوشیر وان کی خود پر مرکوز نظروں کی تاب نہ لاتے وہ واپس سر جھکا گئی تھی.

"پتا نہیں کس ٹائپ کے لوگ پسند ہیں. مجھے لگتا ہے میں تو اُن لوگوں کی کیٹیگری میں بالکل بھی نہیں آتی."

عرزش کی ہولے سے کی گئی بڑبڑاہٹ آرام سے نوشیر وان کے کانوں تک پہنچ گئی تھی.

"کیوں؟ کیا تم میرے پسندیدہ لوگوں کی کیٹیگری میں آنا چاہتی ہو؟؟"

نوشیر وان اپنی جگہ سے اُٹھتا سامنے بیٹھی عرزش کے پاس صوفے پر جا بیٹھا تھا اور اُس کی بالوں کی لٹ کو اپنی اُنگلی پر لپیٹتے اُس کا چہرہ اُوپر اُٹھاتے بولا. بار بار عرزش کے چہرے کو چھوتی ان لٹوں سے اُسے جلن محسوس ہو رہی تھی.

عرزش نے اُس کے اتنے قریب آنے پر پیچھے کھسکنا چاہا تھا. مگر اُس کے گرد بازو کا حصار قائم کرتے نوشیر وان نے اُسے خود سے دور نہیں ہونے دیا تھا.

"تمہیں اُس دن مجھ سے کیا چیلنج تو یاد ہے نا. میں اپنی بات پوری کر چکا ہوں. اب تمہاری باری ہے."

نوشیر وان نے اُس کے گال کو انگوٹھے سے چھوتے اسکے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لیا تھا. اپنی گردن پر نوشیر وان کی انگلیوں کی حرکت محسوس کرتے عرزش کی دھڑکنوں کا شور بڑھا تھا.

"کیا کرنا ہو گا مجھے ؟" عرزش بہت مشکل سے یہ الفاظ بول پائی تھی. کیونکہ نوشیر وان اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اُسے اپنا اسیر بنا رہا تھا.

نوشیر وان کچھ لمحے ایسے ہی عرزش کو دیکھتا رہا تھا. پھر نرمی سے اُس کی دونوں آنکھوں کو چومتے اُسے اپنے حصار سے آزاد کرتے اُٹھ گیا تھا.

"ایسے ہی میری بیوی بن کر رہنا ہو گا. کبھی میرے کسی معاملے میں دخل اندازی نہیں کرو گی. دنیا کے سامنے ہم ہزبینڈ وائف ہوں گے مگر حقیقت میں ہمارے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں ہو گا."

نوشیر وان کی بات پر عرزش نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے بے یقینی سے اُس کی جانب دیکھا تھا.

یہ شخص اتنا مشکل کیوں تھا. ایک طرف اُس کی اتنی کیئر اور دوسری طرف وہ اُس سے بالکل قطع تعلقی کرنے کی بات کر رہا تھا.

"مگر مجھے یہ منظور نہیں ہے. اگر ایسا ہی ہے تو مجھے یہ رشتہ رکھنا ہی نہیں ہے."

عرزش کو نوشیر وان کا فیصلہ بہت تذلیل آمیز لگا تھا. اِس لیے وہ ہمیشہ کی طرح غصے میں بنا سوچے سمجھے بول گئی تھی. یہ بات تو اُس کا دل جانتا تھا کہ اب وہ اِس شخص سے اتنے آرام سے دور ہونے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی.

عرزش کی بات پر نوشیر وان غصے سے اُس کی طرف پلٹا تھا.

"یہ لفظ آج کے بعد میں تمہارے منہ سے دوبارہ نہ سنوں اور جہاں تک رہی نہ ماننے کی بات تو تمہارے پاس ایسی کوئی چوائس نہیں ہے۔ تمہیں ہر حال میں میری بات ماننی ہی ہو گی. تم پہلے ہی اِس بات کی ہامی بھر چکی ہو."

نوشیر وان اپنی بات مکمل کرتا بنا اُسے دیکھے وہاں سے پلٹ گیا تھا. عرزش اُسے جاتا دیکھ غصے سے تن فن کرتی اُس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی.

"کیا میں وجہ جان سکتی ہوں اِس فیصلے کی. اگر آپ کو میں آپ کے اسٹینڈرڈ کے مطابق نہیں لگی تھی تو کیوں کی مجھ سے شادی؟ انکار کر دیتے میری ماں کو. دوسروں کے سامنے عظیم بننے کا بہت شوق ہے نا آپ کو اور میں مانتی ہوں آپ بہت عظیم انسان ہیں. جتنی آپ نے

میری مدد کی، کوئی بھی نہ کرتا. میں وعدہ کرتی ہوں مجھے چھوڑنے سے اب آپ کی ساکھ پر کوئی آنچ نہیں آئے گی. ویسے بھی لوگ ہمارے نکاح کے بارے میں لاعلم ہیں. میں آپ کی زندگی سے بہت دور چلی جاؤں گی. کبھی آپ کے سامنے نہیں آؤں گی مگر میں یوں کسی کی زندگی میں ان چاہے وجود کی طرح نہیں رہنا چاہتی. پلیز مجھ پر ایک اور احسان کر دیں."

عرزش کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو جاری ہو چکے تھے. اُس کے لیے یہ بات ہی بہت اذیت ناک تھی کہ وہ کسی کی زندگی میں ایک اَن چاہے وجود سے زیادہ کچھ نہیں ہے. اُسے لگ رہا تھا کہ نوشیر وان نے صرف اُس کی مرتی ہوئی ماں پر ترس کھا کر اُن کی بیٹی کو اپنایا ہے.

ابھی تو اُس کے دل میں اِس شخص کے لیے پیار کی ننھی کونپلیں پھوٹی تھیں. جو اِس سنگدل شخص نے بُری طرح مسل دی تھیں.

"میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔ مجھے اِس بارے میں مزید کوئی بات نہیں کرنی."

نوشیر وان عرزش کو دیکھنے سے اجتناب کرتا ہوا بولا.

اُس نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر یہ فیصلہ لیا تھا. وہ جانتا تھا اِس پر عمل کرنا اُس کے لیے کتنا مشکل تھا مگر بعد میں پیش آنے والی تکلیف سے یہ تکلیف زیادہ بہتر تھی.

"مگر مجھے بات کرنی ہے. کیونکہ اِس فیصلے میں میری زندگی بھی شامل ہے." عرزش اُس کی بے حسی پر چلاتے ہوئے بولی.

"تو پھر سنو. نفرت کرتا ہوں میں تم سے اور اِس دنیا کی ہر عورت سے کیونکہ تم لوگ دھوکے باز اور بے وفا ہوتی ہو. جنہیں ہمیشہ صرف اپنی خوشیاں اپنی خواہشات عزیز ہوتی ہیں. میں اپنے دشمنوں پر تو اعتبار کر سکتا ہوں مگر تم لوگوں پر بالکل بھی نہیں. جانتا ہوں جب تمہیں کسی اور جگہ اپنا فائدہ نظر آیا تو تم مجھے چھوڑنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگاؤ گی. اِس لیے میں تم سے کسی قسم کا کوئی تعلق بنا کر ایک بار پھر ٹوٹنا نہیں چاہتا۔ رہی بات تمہیں چھوڑنے کی تو وہ میں اِس لیے کبھی نہیں کروں گا کیونکہ بہت کوشش کے باوجود بھی میں تم سے محبت کرنے سے خود کو نہیں روک پایا."

محبت لفظ پر عرزش نے بے یقینی سے اُس کی طرف دیکھا تھا.

"ہاں محبت کرتا ہوں میں تم سے بہت زیادہ محبت جتنی شاید میں نے آج تک کبھی کسی سے نہیں کی مگر میری عورت سے نفرت اِس محبت سے کئی زیادہ ہے اور تم بھی تو ایک عورت ہو نا. جس پر شاید میں کبھی اعتبار نہ کر پاؤں. تمہیں خود سے جدا کر کے شاید میں زندہ بھی نہ رہ پاؤں. اِس لیے ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے مگر کبھی ایک نہیں ہوں پائیں گے."

نوشیر وان اپنی بات ختم کرتا عرزش کے بھیگے چہرے کو اپنی اُنگلی کی پوروں سے صاف کرتا باہر نکل گیا تھا.

وہ روم سے ہی نہیں شاید گھر سے بھی نکل گیا تھا. عرزش نجانے کتنے ہی لمحے سکتے کے عالم میں وہیں کے وہیں جمی رہی تھی.

نوشیر وان عورت ذات سے اتنی نفرت کیوں کرتا تھا. اُس کے ماضی میں ایسا کیا ہوا تھا. جو وہ عورت ذات سے اتنا بد گمان تھا. عرزش کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اِس بارے میں کس سے پوچھے کیونکہ اُس نے نوشیر وان کے کسی ایک بھی فیملی ممبر کو ابھی تک دیکھا بھی نہیں تھا. جب اچانک خان کا خیال آتے ہی عرزش شال اچھے سے اپنے گرد لپیٹتے باہر نکل گئی تھی.

"جی بیگم صاحبہ آپ نے بلایا مجھے."

خان سر جھکائے ہمیشہ کی طرح بہت ہی احترام سے سر جھکائے ڈرائنگ روم میں اُس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا.

نوشیر وان جتنے خراب موڈ کے ساتھ باہر نکلا تھا اور اب عرزش کا اُسے یوں بلوانا خان سمجھ گیا تھا کہ ضرور ان کے درمیان لڑائی ہوئی ہے.

"خان تمہاری نظروں میں میرا کیا مقام ہے؟"

عرزش کے عجیب سے سوال کے باوجود بھی خان نے اپنی نظریں نہیں اُٹھائی تھیں.

"بیگم صاحبہ! آپ میرے لیے بہت زیادہ قابل عزت ہیں کیونکہ آپ نوشیر وان خانزادہ کی بیوی ہیں. جن کے لیے خان کی جان بھی قربان ہے."

خان کی بات پر عرزش کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ اُس کی بات پر خوش ہو یا خود پر ہنسے کیوں کہ نوشیر وان خانزادہ تو اُسے اپنی بیوی ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا.

"تو پھر میں جو بھی پوچھوں گی مجھے سچ سچ بتانا. تم کب سے نوشیر وان کے ساتھ ہو؟" عرزش نے جانچتی نظروں سے خان کی طرف دیکھا تھا.

"نو سال سے." خان نے نظریں جھکائے ہی جواب دیا۔

"مطلب تم نوشیر وان کی زندگی کی ساری حقیقتوں سے واقف ہو. خان پلیز جھوٹ مت بولنا. تم اگر واقعی اپنے سر کے خیر خواہ ہو تو مجھے نوشیر وان کی زندگی کی ساری حقیقت بتانا ہو گی تمہیں. نوشیر وان عورت ذات سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں؟" خان کو اِسی بات کا ڈر تھا.

"بیگم صاحبہ مجھے اجازت نہیں ہے کچھ بھی بتانے کی."

"مطلب تم نہیں چاہتے کہ نوشیر وان ایک نارمل زندگی گزار سکیں. اوکے جیسی تمہاری مرضی."

عرزش نے جس طرح خان کو اپنی باتوں سے گھیرا تھا. وہ بے چارگی سے پہلو بدل کر رہ گیا تھا.

آخر کار خان کو بتاتے ہی بنی تھی. کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ عرزش ایسے تو بخشنے نہیں والی تھی.

نوشیر وان ابھی صرف پانچ سال کا تھا.جب اُس کی سگی ماں اُسے اور اُس کے باپ کو چھوڑ کر کسی غیر شخص کے ساتھ بھاگ گئی تھی.
نوشیر وان اُس وقت بہت چھوٹا تھا.اُس کے ذہن میں یہ چیز نقش ہو کر رہ گئی تھی.
اُس کے والد وہاب خانزادہ نے اُس کو اِس سب سے دور رکھنے کی بہت کوشش کی تھی.لاہور میں نوشیر وان خانزادہ کے دادا کا آبائی گھر ہے.جہاں اُس کی دادی،دونوں چچاؤں کے خاندان اور ایک طلاق یافتہ پھوپھو اور اُن کی بیٹی رہتی ہیں.دس سال پہلے نوشیر وان اور اُس کے والد وہاب بھی وہاں رہتے تھے.
مگر وہاب صاحب نے یہاں کراچی میں اپنا بزنس شروع کر رکھا تھا.جس کے سلسلے میں وہ زیادہ تر اِدھر ہی رہتے تھے.نوشیر وان جیسا حساس بچہ پہلے ماں اور پھر باپ کی دوری کی وجہ سے بہت ہی خاموش سا رہنے لگا تھا.بہت کم ہی کسی سے بات کرتا تھا.نوشیر وان اگر کسی سے زیادہ اٹیچ تھا تو وہ تھیں اُس کی دادی جان. جنہوں نے اُسے بہت پیار دیا تھا.اِسی طرح وہاب صاحب جب بھی لاہور جاتے نوشیر وان اُن کی بے انتہا محبت سے بہت خوش ہوتا.مگر نوشیر وان کے نصیب میں جیسے باپ کی محبت بھی نہیں تھی.نوشیر وان پندرہ سال کا تھا.
جب اُس کے والد کو بلڈ کینسر کی تشخیص ہوئی تھی.
اِس خبر نے پورے خانزادہ خاندان کو ہلا کر رکھ دیا تھا.وہاب صاحب کے علاج کے لیے بہت بھاگ دوڑ کی گئی تھی. جس چکر میں اُن کا دن رات کی محنت سے کھڑا کیا بزنس بھی ڈوبنے کے درپے تھا.لیکن بہت کوششوں کے باوجود خاندان والے اُنہیں بچا نہیں پائے تھے.ایک سال کے اندر اندر وہ نوشیر وان خانزادہ کو روتا چھوڑ کر اِس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے.
اُن کے جانے کے بعد نوشیر وان بہت بُری طرح ٹوٹ چکا تھا.اُسی دوران اُس کی پھوپھو زاد فاخرہ جس سے نوشیر وان کی بچپن میں ہی منگنی ہو چکی تھی.اس کے قریب ہو گئی تھی.اُس کے ساتھ بیٹھنا،کھانے پینے کا خیال رکھنا یہاں تک کہ وہ سایہ بن کر نوشیر وان کے ساتھ رہنے لگی تھی.نوشیر وان بھی کسی حد تک اُس سے اٹیچ ہونے لگا تھا.جب ایک دن اچانک نوشیر وان کے ساتھ اُس کے کمرے میں بیٹھے ہوئے فاخرہ نے پہلے اُٹھ کر دروازہ بند کیا اور پھر نوشیر وان کے ایسا کرنے کی وجہ پوچھنے پر اُس نے اپنے کپڑے پھاڑتے ہوئے چیخنا چلانا شروع کر دیا تھا.نوشیر وان حیرت کے مارے اپنی جگہ بیٹھا یہ منظر دیکھ رہے تھے.اُنھیں ہوش تو تب آیا جب باہر سے کسی کے دروازہ پیٹنے کی آوازیں آنے لگیں.مگر نوشیر وان کے دروازہ کھولنے سے پہلے ہی فاخرہ اُس کے قریب آتے اُس کے چہرے اور کپڑوں کو نوچنا شروع کر چکی تھی.فاخرہ سے بمشکل خود کو چھڑواتے نوشیر وان نے جیسے ہی دروازہ کھولا.گھر کے سب فرد ہی بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے اور نوشیر وان کی پھوپھو نے بنا کسی کو کچھ سمجھنے کا موقع دیے بغیر اُس پر الزام لگا دیا کہ یہ میری بیٹی کے ساتھ زبردستی کر رہا تھا.

نوشیر وان کے کردار سے واقف ہونے کے باوجود بھی وہاں موجود کوئی شخص فاخرہ کے نوشیر وان پر لگائے گئے الزام سے انکار نہیں کر پایا تھا. نوشیر وان نے اپنے دونوں چچا اور دادی سب کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی بہت کوشش کی تھی مگر کوئی بھی اُس کی بات ماننے کو تیار نہیں تھا اور اُسی شام سولہ سالہ نوشیر وان کو دھکے مار کر وہاں سے نکال دیا گیا تھا.

خان اُس کے خاندانی ملازم خادم حسین کا بیٹا تھا. جس نے اُس رات نوشیر وان کو اپنے گھر پناہ دی تھی. اگلے دن صبح ہوتے ہی نوشیر وان خادم حسین کے بہت روکنے کے باوجود بھی کراچی کے لیے نکل آیا تھا اور اُس دن سے خان نوشیر وان کے ساتھ تھا. آج دس سال گزرنے کے بعد بھی وہ سائے کی طرح نوشیر وان کے ساتھ تھا.

نوشیر وان نے شہر میں آکر چھوٹی سی عمر میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ اپنے بابا کا ٹھپ ہوا بزنس بھی واپس شروع کیا تھا. جس میں وہاب صاحب کے کچھ دوستوں نے اُسے گائیڈ کرتے اُس کی مدد کی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے نوشیر وان دس سالوں میں ملک کے نمبر ون بزنس مین کے طور پر سامنے آیا تھا.

عورت کے لیے نوشیر وان کے دل میں نفرت پانچ سال کی عمر سے ہی پیدا ہو چکی تھی. مگر اُس میں مزید پختگی فاخرہ اور نوشیر وان کی پھوپھو لائی تھیں. ایک عورت نوشیر وان کی دادی جان جنہیں وہ اپنی ماں کا مقام دینے لگا تھا. اُس دن جب وہ تنہا کھڑا سب کے الزام برداشت کر رہا تھا تو بجائے اُس کا ساتھ دینے کے وہ بھی باقی سب کے ساتھ جا کھڑی ہوئی تھیں. جس نے نوشیر وان کا عورت پر رہا سہا اعتبار بھی ختم کر دیا تھا.

بعد میں نوشیر وان کو خان کی زبانی ہی پتا چلا تھا کہ فاخرہ نے یہ سب کسی اور سے اپنی پسند کی شادی کے لیے کیا تھا. مگر اپنے کیے کی سزا کے طور پر فاخرہ دو سال بعد ہی طلاق لے کر واپس ماں کے دروازے پر آگئی تھی. نوشیر وان پر لگائے گئے اپنے الزام کا پچھتاوا نہ سہتے اُس نے سب گھر والوں کے سامنے اپنا قصور بتاتے نوشیر وان کی بے گناہی سب کے آگے ثابت کر دی تھی.

جس کے بعد نوشیر وان کے خاندان کا ہر فرد فاخرہ اور پھوپھو سمیت باری باری اُس سے معافی مانگنے آچکا تھا. مگر نوشیر وان اُن میں سے کسی کو بھی معاف کرنے کو تیار نہیں تھا.

خان نے ساری حقیقت عرزش کے سامنے رکھ دی تھی. جسے سنتے عرزش کو اپنا دل نوشیر وان کے درد اور تکلیف سے پھٹتا محسوس ہوا تھا. اُس نے تو اپنی پوری زندگی میں کبھی خوشیاں دیکھی ہی نہیں تھیں.

ہمیشہ دھوکا، فراڈ اور رشتوں میں بے اعتباری ہی دیکھی تھی. پھر بھلا کیسے وہ اُس پر یا کسی بھی عورت پر اعتبار کر پاتا. عرزش کو نوشیر وان اپنی جگہ بالکل ٹھیک لگا تھا. وہ اُس سے محبت تو کرتا تھا مگر کہیں عرزش بھی باقی سب کی طرح اُسے دھوکا نہ دے دے. اُس کے قریب آکر اُسے چھوڑ نہ جائے اس ڈر سے وہ اُسے خود سے قریب نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن خود سے دور بھی نہیں کر پا رہا تھا.

عرزش خان کا شکریہ ادا کرتی اپنے روم کی طرف آگئی تھی.

"بی بی جی نیچے والے پورشن میں آپکا کمرہ سیٹ کر دیا ہے. سر کا کہنا ہے کہ آپ اب وہاں ہی رہیں گی." عرزش کو نوشیر وان کے کمرے کی جانب جاتا دیکھ کر ایک ملازمہ اُس کے پاس آتے بولی.

جس پر عرزش نے اُسے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا تھا۔ وہ پوری ملکیت کے ساتھ عرزش نوشیر وان کے روم میں داخل ہوتے مسکرائی تھی.

"مسٹر نوشیر وان خانزادہ کیا بول رہے تھے تم. مجھے اگنور کرو گے تم. مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے تم. دیکھتی ہوں کب تک اپنی اِس بات پر قائم رہتے ہو تم اور کیسے اگنور کرتے ہو مجھے."

عرزش ڈریسنگ روم میں اُتار کر رکھی گئی نوشیر وان کی تصویر پر محبت سے ہاتھ پھیرتے بولی. اُسے لگ رہا تھا جیسے اُس کا دل نوشیر وان خانزادہ کا اسیر ہو رہا تھا. وہ اُس کا اتنا روڈ فیصلہ سنانے کے بعد بھی خود کو اس اکڑو اور مغرور انسان سے خود کو محبت کرنے سے روک نہیں پا رہی تھی.

جو اُس سے محبت کرنے کے باوجود بھی خود سے قریب نہیں کرنا چاہتا تھا. وہ سوچ چکی تھی کہ اُسے اب کیسے نوشیر وان کو ہینڈل کرنا تھا. اُس کی بے رنگ زندگی میں کیسے رنگ بھرنا تھا.

عرزش الماری سے سیاہ رنگ کا نائٹ سوٹ نکالتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی. کچھ دن پہلے ہی اُس نے یہ ساری شاپنگ کی تھی. جو اُسے نہیں معلوم تھا کہ اتنی جلدی کام آنے والی تھی.

واش روم سے نکل کر شیشے کے سامنے کھڑے ہوتے عرزش نے اپنا جائزہ لیا تھا. سیاہ نائٹ سوٹ بالکل بھی نامناسب نہیں تھا مگر اس کی چمک دمک عرزش کے معمول کے مطابق پہنے گئے ڈریسز سے تھوڑی زیادہ تھی. کیونکہ نائٹ سوٹ کی شرٹ اور اُوپر گاؤن سیاہ رنگ کے ہی نفیس نگوں سے بھرا ہوا تھا. عرزش نے دونوں کلائیوں میں سیاہ رنگ کی چوڑیاں ڈالتے اپنے گلابی لبوں کو ہلکی سرخ لپسٹک سے سجایا اور اپنی تیاری پر ایک نظر ڈالتی ہوئی بیڈ کی طرف بڑھ گئی تھی.

نوشیر وان خانزادہ دیکھتی ہوں کب تک دور رہو گے تم مجھ سے. جب تک تم اپنی یہ فضول ضد چھوڑ نہیں دیتے، میں نے بھی تمہاری ناک میں دم کر کے نہ رکھ دیا تو میرا نام بھی عرزش نہیں. عورت ذات سے نفرت اب میں ختم کروں گی تمہاری." عرزش نوشیر وان کے غصے اور چڑھنے کا سوچتی مسکرائی تھی مگر پہلے کب اُس نے نوشیر وان کے غصے کی پرواہ کی تھی جو اب کرتی.

بیڈ پر لیٹ کر اب وہ شدت سے نوشیر وان کا انتظار کرنے لگی تھی.

ایک گھنٹے کے انتظار کے بعد اُسے روم کا دروازہ کھولنے کی آواز آئی تھی. جسے سنتے ہی وہ جلدی سے سوتی بن گئی تھی. اُس نے یہ تیاری پہلے تو بہت ہی بہادری کے ساتھ کرلی تھی. مگر اب آگے آنے والے لمحوں کا سوچتے ہوئے اُس کا دل بُری طرح لرز رہا تھا. روم میں کھڑکی سے آتی چاند کی ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی.

نوشیر وان فریش ہو کر بیڈ کی طرف بڑھا تھا. اُسے بیڈ کی طرف آتا دیکھ کر عرزش کو اپنے دل کی دھڑکنیں ناقابل یقین حد تک بڑھتی محسوس ہوئی تھیں.

نوشیر وان بنا پورے بیڈ پر نظر دوڑائے اپنی سائیڈ پر جا کر لیٹ گیا تھا. اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار عرزش کا بھیگا چہرا آکر اُسے ڈسٹرب کررہا تھا.

نوشیر وان کی اتنی لاپرواہی پر عرزش کو اپنی پوری تیاری بیکار جاتی محسوس ہورہی تھی. ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی. جب نوشیر وان نے کروٹ بدلی تھی اور اُس کا آگے کو پھیلایا بازو بالکل سیدھی لیٹی عرزش کے پیٹ سے جا ٹکرایا تھا.

عرزش کی چیخ نکلتے نکلتے بچی تھی اور نوشیر وان کے بھاری ہاتھ کے لمس پر عرزش کو اپنا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلتا محسوس ہوا تھا.

جبکہ نوشیر وان حیرت سے اپنے بالکل سامنے لیٹی عرزش کو دیکھ رہا تھا. وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ واقعی عرزش ہے یا اُس کا وہم ہے.

عرزش کے کھلے بال اُس کے آدھے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھے. نوشیر وان عرزش کے اِس نئے روپ پر مبہوت ہوتے ہاتھ بڑھا کر اُس کے چہرے سے بال ہٹانے لگا تھا. جب اُس کی نظر عرزش کے لال ہونٹوں پر پڑی تھی. نوشیر وان کو اِس وقت عرزش کو دیکھنے کی بہت زیادہ طلب ہورہی تھی اور اُس کے مطابق تو عرزش اِس وقت نیچے والے روم میں تھی تو یہ یقیناً اُس کا وہم ہی تھا.

نوشیر وان نے عرزش کے نرم و ملائم ہونٹوں کو ہاتھ سے چھوا تھا. نوشیر وان کے اتنے قریب آجانے پر عرزش گھبراہٹ کے مارے لال ہوئی تھی. اِس صورتحال کے حوالے سے تو اُس نے کچھ سوچا ہی نہیں تھا. جیسے ہی وہ اس پر جھکنے لگا تھا عرزش نے فوراً کروٹ بدل لی تھی. اُس کے ہلنے پر نوشیر وان ہوش میں آیا تھا.

عرزش کو سچ میں اپنے بیڈ پر سویا ہوا دیکھ کر وہ اپنی بے خودی پر خود کو ملامت کرتا واپس پہلے والے سرد نوشیر وان میں تبدیل ہوچکا تھا.

"میرا پیغام تم تک پہنچا نہیں تھا کہ تم اب نیچے والے روم میں رہو گی. پھر تم یہاں کیا کررہی ہو؟"

نوشیر وان نے اُسی پوزیشن میں لیٹے عرزش کو مخاطب کیا تھا. مگر عرزش منہ دوسری طرف کیے ٹس سے مس تک نہیں ہوئی تھی.

"میں تم سے بات کررہا ہوں." نوشیر وان نے اُسے بازو سے پکڑ کر اپنی جانب موڑتے سختی سے کہا تھا.

"نوشیر پلیز مجھے نیند آئی ہے۔ سونے دیں تنگ مت کریں." عرزش اُس کے ہاتھ سے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کرتے بولی. اُس کا پورا دھیان نوشیر وان پر تھا.

نوشیر وان اپنااِس انوکھے انداز سے لیے جانے والے نام پر ایک پل کے لیے ٹھٹھکا تھا. اُس کو اپنانام اتنا اچھا کبھی نہیں لگا تھا.
نہ آج تک اُس نے کسی کو اجازت دی تھی اور نہ ہی کبھی کسی نے اُسے اتنی محبت اور بے تکلفی سے بلایا تھا.
"ایکسکیوزمی مس عرزش! میرا نام نوشیر نہیں، نوشیر وان ہے اور تنگ میں آپ کو نہیں آپ مجھے کر رہی ہیں. فوراً اپنے روم میں جائیں."
نوشیر وان کی نظریں عرزش کے حسین ترین سراپے میں کھو رہی تھیں. اُسے ڈر تھا کہ اگر وہ مزید کچھ دیر اور اُس کے سامنے ایسے ہی لیٹی رہی تو وہ ضرور اپنا ضبط کھو بیٹھے گا.
"پہلی بات تو میں مس نہیں مسز ہوں اور دوسری بات میرے شوہر کا نام جیسے دل چاہے گا میں لوں گی اور تیسری اور آخری بات اِس روم پر میرا ابھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کا. سو پلیز خود بھی چپ کر کے سو جائیں اور مجھے بھی سونے دیں."
عرزش آنکھیں کھول کر نوشیر وان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی مسکراتے ہوئے بولی تھی. دوبارہ کروٹ لیتے اپنے سینے پر ہاتھ رکھے بُری طرح سے دھڑکتے دل پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی تھی. جو نوشیر وان کے اتنے قریب ہونے کی وجہ سے اپنی رفتار سے تجاوز کر چکی تھیں.
جب کچھ دیر عرزش کی پشت کو گھورنے کے بعد نوشیر وان بھی دوسری جانب کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا. وہ سمجھ گیا تھا کہ عرزش جان بوجھ کر اُسے تنگ کر رہی ہے.
ابھی اُسے آنکھیں موندے پندرہ منٹ ہی گزرے تھے. جب چھن چھن کی آواز پر وہ حیرت سے پلٹ کر عرزش کی طرف دیکھنے لگا تھا.
جس کے شاید کروٹ بدلنے کی وجہ سے اُس کے دونوں ہاتھوں میں موجود چوڑیاں شور کرنے لگی تھیں اور نوشیر وان کو ایک بار پھر اُن کی آواز بُری طرح ڈسٹرب کرنے لگی تھی.
یہ لڑکی آج کی رات اُس کا امتحان لینے پر تلی ہوئی تھی. وہ گہری سانس ہوا میں خارج کرتا اُس کی جانب پلٹا تھا.
"اب یہ کیا نیا ڈرامہ ہے یار. رات کو کون چوڑیاں پہن کر سوتا ہے، اُتارو اِنہیں. میں ڈسٹرب ہو رہا ہوں."
نوشیر وان جانتا تھا عرزش ایک بار کہنے سے اُس کی بات تو مانے گی نہیں. اِس لیے اب کہنے کے ساتھ عمل بھی کرتے اُس کی دونوں کلائیاں اپنی گرفت میں لے چکا تھا.
جبکہ عرزش اُس سے اپنی کلائیاں چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی اور اِسی چکر میں وہ دونوں گتھم گتھا ہوتے ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے تھے.
حس کا ہوش نوشیر وان کو ہی آیا تھا.

عرزش اپنی دونوں بازو اپنے سر کی جانب اُوپر کیے ہوئے تھی اور نوشیر وان اُس کے اُوپر جھکا اُس کی دونوں کلائیاں اپنی مضبوط گرفت میں لیے ہوئے تھا۔

"کیوں کر رہی ہو یہ سب؟" نوشیر وان کا اشارہ اُس کے حلیے پر تھا۔

"کیا مطلب کیا کر رہی ہوں میں؟ میں تو صرف سو رہی تھی۔"

عرزش چہرے پر ناسمجھی کے تاثرات سجائے بولی۔

"تم اچھے سے جانتی ہو۔ میں کس بارے میں بات کر رہا ہوں۔ اِس سب سے کچھ نہیں ہونے والا۔ اِس لیے تمہیں اپنا ٹائم ویسٹ کرنے کی بالکل بھی ضرورت نہیں ہے۔"

نوشیر وان سپاٹ انداز میں کہتا اُسے چھوڑ کر واپس اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گیا تھا۔

جبکہ عرزش اُس کی باتوں پر غور کرتی اُسے صرف گھور ہی سکی تھی۔

"اکڑو کہیں کا۔ دکھالو نخرے اِس سب کا بدلہ لوں گی۔" عرزش زیرِ لب بڑبڑاتی چوڑیاں اُتارنے لگی تھی۔

کیونکہ آج کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ وہ مزید کوئی ڈرامہ کر کے اب نوشیر وان کا غصہ نہیں جگانا چاہتی تھی۔

□□□□□□□□□□□□

جاری ہے۔۔

چپکے سے اتر مجھ میں

فرواخالد

قسط9

یشفہ اور زیاد سمیت بہت سے وکیل کسی سیمینار کے سلسلے میں لاہور آئے ہوئے تھے. جہاں وہ سب ایک ہی ہوٹل میں ٹھہرے تھے. اُن کا یہ اسٹے دو دنوں کا تھا.یشفہ کچھ ریلیکس تھی کیونکہ نوشیروان والا کیس اب ختم ہو چکا تھا اور چوہدری فیاض والا کیس بھی بس اب کامیابی کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچنے والا تھا.

مگر ملک خیام کی جانب سے ملنے والی دھمکیوں پر اب وہ اندر سے بہت زیادہ ڈر بھی رہی تھی. زیاد کا کہنا ٹھیک تھا وہ شخص نہ صرف خطرناک تھا بلکہ بہت گھٹیا بھی تھا جس سے کسی بھی حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی.

یشفہ باقی سب کے ساتھ بہت لیٹ سیمینار سے لوٹی تھی اور بہت تھک بھی گئی تھی. اِس لیے آتے ساتھ ہی بنا کھانا کھائے وہ سیدھی اپنے کمرے میں آ گئی تھی. کچھ دیر بعد زیاد نے ویٹر کے ہاتھ اُس کے لیے کھانا بھجوا دیا تھا.یشفہ خود کو یہاں اکیلے ہوتے ہوئے بھی اکیلا محسوس نہیں کر رہی تھی کیونکہ زیاد اِسی طرح اُس کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں کا خیال رکھ رہا تھا لیکن اُس دن کے بعد سے اُس نے دوبارہ یشفہ کو مخاطب بالکل بھی نہیں کیا تھا.

نہ یشفہ نے ایسا کچھ کیا تھا کیونکہ وہ جب بھی ایسا کچھ کرنے کا سوچتی تھی، شنزا وہیں زیاد کے پاس بوتل والے جن کی طرح حاضر ہو جاتی تھی اور اُسے زیاد کے ساتھ دیکھ کر یشفہ کو اُس سے بھی زیادہ زیاد پر غصہ آ جاتا تھا جو اِس لڑکی کو بلاوجہ ہی اپنے ساتھ چپکنے دے رہا تھا.

یشفہ تھوڑا سا کھانا کھانے کے بعد سونے کے لیے لیٹ گئی تھی. ابھی اُسے سوئے چند گھنٹے ہی گزرے تھے. جب ایک انجانے سے احساس کے تحت اس کی آنکھ کھلی تھی. روم کی لائٹ آن دیکھ یشفہ حیران ہوتے اٹھ بیٹھی تھی. جہاں تک اُسے یاد تھا وہ تو لائٹ آف کر کے سوئی تھی پھر یہ آن کیسے ہوئی تھی.

یشفہ نے جیسے ہی کمرے میں نظر دوڑائی سامنے ہی صوفے پر اُسے ملک خیام بیٹھا نظر آیا تھا. جسے اس وقت اپنے روم میں دیکھ کر یشفہ ڈر و خوف کے مارے کانپ گئی تھی.

"تم !تم کیا کر رہے ہو میرے روم میں ؟ ابھی اور اِسی وقت نکلو یہاں سے."یشفہ گھبراہٹ کے مارے بنا ڈوپٹہ اوڑھے بیڈ سے نیچے اُتر کر

"ارے ابھی بھی کیا جلدی ہے وکیل صاحبہ، ایک بار آرام سے بیٹھ کر میری بات تو سن لیں." ملک خیام اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیتا یشفہ کے سراپے پر اپنی گندی نظریں گاڑتے ہوئے بولا.

"بے شرم انسان تمہیں ذرا شرم نہیں آرہی رات کے اس وقت کسی غیر لڑکی کے کمرے میں اس طرح آتے ہوئے. ابھی کہ ابھی دفع ہو جاؤ یہاں سے."

یشفہ اُسے باہر نکل جانے کا اشارہ کرتی دروازے کی طرف بڑھی تھی. جس پر ملک خیام اُسے روکنے کیلئے اس کے پیچھے بھاگا تھا. یشفہ کے دروازہ کھولنے سے پہلے ہی باہر دستک ہونے لگی تھی.

یشفہ نے ملک خیام کو اپنی طرف آتا دیکھ کر جلدی سے دروازہ کھول دیا تھا.

مگر سامنے ہی ایک اور قیامت اس کی منتظر تھی. وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی.

ooooooooooooooo

زیاد اپنے کمرے میں بیٹھا کام کر رہا تھا جب اُس کے دروازے پر زور زور سے دستک ہونے لگی تھی.

زیاد جلدی سے اُٹھ کر دروازے کی جانب بڑھا تھا. سامنے ہی ویٹر کو پریشان حالت میں کھڑا دیکھ کر زیاد کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تھا.

اُسے ملک خیام کی جانب سے کسی حرکت کی اُمید تھی. اس لیے اس نے ایک ویٹر کو یشفہ کے روم کی نگرانی پر لگا رکھا تھا اور اب ویٹر کو اس طرح دیکھ کر زیاد کی حالت غیر ہوئی تھی.

"سر! وہ ان میڈم کے کمرے میں ابھی کوئی شخص داخل ہوا ہے." ویٹر کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی جب زیاد اُسے سائیڈ پر کرتا یشفہ کے کمرے کی جانب بھاگا تھا.

یشفہ کے کمرے کے باہر اتنی بھیڑ اور میڈیا والوں کا رش دیکھ کر زیاد کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی تھی.

لوگوں کو سائیڈ پر کرتا وہ اندر کی جانب بڑھا تھا. جب نظر سامنے ہی بت بنے ساکت سی کھڑی یشفہ پر پڑی تھی. جو صدمے کی حالت میں میڈیا اور کیمروں کی جانب دیکھ رہی تھی.

زیاد نے جلدی سے اپنی جیکٹ اتار کر یشفہ کے گرد پھیلائی تھی اور میڈیا والوں کی بھیڑ سے منہ چھپا کر نکلتے ملک خیام کو گردن سے دبوچتے بری طرح پیٹ ڈالا تھا.

"گھٹیا انسان تمہاری ہمت کیسے ہوئی کسی لڑکی کے کمرے میں اس طرح داخل ہونے کی؟"

زیاد کے مکے اور گھونسوں سے ملک خیام کا چہرہ پورا لہولہان ہو چکا تھا. اُس نے بھی پلٹ کر زیاد پر حملہ کرنا چاہا تھا مگر اس کے غصے اور قہر کے آگے اُس کی نہیں چل پائی تھی.

وہاں کچھ فاصلے پر کھڑی شزا جو اپنا پلان کامیاب ہو جانے پر بہت خوش ہو رہی تھی اب اچانک زیاد کے وہاں آجانے اور بجائے یشفہ کو باقی لوگوں کی طرح بُرا بھلا کہنے کے اُس نے جس طرح وہاں کا منظر تبدیل کیا تھا، شزا کو یہ سب بہت ہی ناگوار لگ رہا تھا. وہ تو یشفہ کو سب کے سامنے بدنام کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہتی تھی کہ زیاد اُسے اِس طرح اتنی رات کو کسی غیر مرد کے ساتھ کمرے میں اکیلا دیکھ کر اس سے نفرت کرنے لگے کیونکہ یشفہ تو نہیں مگر شزا زیاد کی آنکھوں میں یشفہ کے لیے والہانہ محبت کے جذبات دیکھ چکی تھی اور یہی بات اُس کو برداشت نہیں ہو رہی تھی.

جیسے ہی اُسے اِس بات کا علم ہوا تھا کہ ملک خیام کی طرف سے یشفہ کو دھمکیاں مل رہی ہیں. شزا نے اپنا سورس استعمال کرتے ہوئے ملک خیام سے رابطہ کیا تھا اور اُسے مشورہ دیا تھا کہ یشفہ کو حراساں کر کے اِس کیس کو چھوڑنے کے لیے راضی کرے. ملک خیام خود بھی یہی چاہتا تھا. اِس لیے اُس نے شزا کو مدد کرنے کا کہا تھا. وہ مدد آج موقع ملتے ہی شزا نے اُسے یہاں بلا کر کر دی تھی.

مگر شزا عین وقت پر میڈیا کو بلا کر اُس کے ساتھ بھی گیم کھیل گئی تھی.

اب زیاد کے یشفہ پر اتنا اندھا اعتماد دکھانے پر شزا کو اپنی ساری محنت ضائع جاتی محسوس ہو رہی تھی.

زیاد بنا کچھ دیکھے اندھا دھند ملک خیام کو پیٹ رہا تھا. جب ہوٹل کے عملے نے آکر بہت مشکل سے اُسے چھڑوایا تھا.

زیاد اُسے اِس حرکت پر وارن کرتا یشفہ کی جانب بڑھا اور اُسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے لوگوں کو سائیڈ پر کرتا ہوا اسے وہاں سے نکال کر لے گیا تھا.

یشفہ کی حالت سے ایسا لگ رہا تھا کہ اِس اچانک پیش آنے والی صورتحال پر وہ جیسے اپنے حواس کھو چکی ہو. وہ بنا کچھ بولے زیاد کی بانہوں میں چھپی اُس کے ساتھ وہاں سے نکل آئی تھی.

زیاد یشفہ کو لیے اُسی وقت کراچی کے لیے نکل آیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یشفہ کے دادا دادی کو اگر اِس خبر کا علم یشفہ کے اُن کے پاس پہنچنے سے پہلے ہو گیا تو وہ بہت زیادہ پریشان ہو جائیں گے. راستے میں اُس نے یشفہ کو ریلیکس کرنے کی بہت کوشش کی تھی اور اُسے یقین دلایا تھا کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر دے گا مگر یشفہ اپنی اتنی بدنامی پر کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی. وہاں موجود میڈیا کے روح کو چیرتے سوالات اور باقی وکلاء جو شور سن کر وہاں آگئے تھے، اُن کی نظریں اور باتیں یشفہ کو ابھی تک اپنے کانوں میں گونجتی سنائی دے رہی تھیں.

زیادہ سے یشفہ کی یہ حالت دیکھنا بہت مشکل ہو رہا تھا. اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ ابھی جا کر اُس ملک خیام کا قتل کر دے. وہ ہونٹ بھینچے کس طرح خود پر ضبط کیے ہوئے تھا، یہ وہی جانتا تھا.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

ایک ہفتے سے اُوپر ہو چکا تھا. عرزش نوشیر وان کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرنے لگی تھی. اُس کے کپڑے نکالنے سے لے کر کھانا بنانے تک. کھانا بنانا اُسے اتنا خاص نہیں آتا تھا مگر نوشیر وان کی خاطر وہ سیکھ رہی تھی.
دوسری طرف نوشیر وان بظاہر تو اِس سب پر کبھی عرزش کو ڈانٹ دیتا کبھی خاموشی سے اُس کی بات مان لیتا لیکن عرزش کے اتنی توجہ دینے پر وہ اندر ہی اندر اُس سے ہار رہا تھا. اُس کا عادی ہو رہا تھا اور ایسا وہ بالکل نہیں چاہتا تھا.
اِس وقت بھی وہ آفس میں بیٹھا عرزش کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا. جب اُس کا سیل فون بجا تھا. جس پر نصرت بیگم کے بجائے گھر کا نمبر دیکھ کر اُس نے ناچاہتے ہوئے بھی کال اٹینڈ کر لی تھی.
آگے سے جو خبر ملی تھی وہ نوشیر وان کو بہت ہی پریشانی میں مبتلا کر گئی تھی.
اُس کے تایا کی کال تھی. جو اُسے نصرت بیگم کی خرابئ طبیعت کا بتاتے لاہور آنے کی منتیں کر رہے تھے. وہ سب اپنی غلطی پر بہت زیادہ نادم تھے. ایک بار نوشیر وان سے ملنے، اُسے دیکھنے اور معافی مانگنا چاہتے تھے لیکن نوشیر وان نے پچھلے دس سالوں سے اُنہیں ایسا کوئی موقع بھی نہیں دیا تھا مگر اب اپنی ماں جیسی دادی کی بیماری کا سن کر وہ بے چین ہو گیا تھا.
ابھی وہ اِسی ٹینشن میں بیٹھا تھا جب عرزش بنا ناک کیے اُس کے آفس کا دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تھی.
"مسٹر نوشیر وان خانزادہ! آپ جیسا انا پرست اور گھمنڈی انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا. میں صبح سے آپ کو نجانے کتنی کالز کر چکی ہوں اور میری کالز اٹینڈ کرنا تو دور کی بات ایک جواب دینا بھی مناسب نہیں سمجھا آپ نے."
عرزش غصے سے لال ہوتی اُس کی جانب بڑھی تھی. جو اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا خاموشی سے اُس کا غصے سے لال ہوتا چہرہ دیکھ رہا تھا. کسی کی جرات نہیں تھی اُس سے اِس لہجے میں بات کرنے کی مگر اُس کی یہ زوجہ محترمہ نہ صرف اُس کو اچھا خاصا ڈانٹ دیتی تھی بلکہ اکثر بہت سی باتوں میں اُس پر اپنا آرڈر بھی چلاتی تھی اور نوشیر وان اُسے کبھی کچھ سخت الفاظ کہہ نہیں پاتا تھا کیونکہ اُسے بھی عرزش کا یہ حق جتانا، دھونس جماتا انداز بہت پیارا لگتا تھا.
"محترمہ! میں یہاں کام کرنے کے لیے بیٹھا ہوں. آپ کی بلاوجہ کی کالز اٹینڈ کرنے نہیں."

نوشیر وان چیئر کی بیک سے ٹیک لگاتے اُسے اُسی کے انداز میں گھورتے ہوئے بولا۔
ابھی سنی گئی فون کال سے اُس کا موڈ جو خراب ہوا تھا۔ اب عرزش کو اپنے سامنے دیکھ کر بحال ہو چکا تھا۔
عرزش گرے کلر کے خوبصورت سے ڈریس میں گرے کلر کا ہی دوپٹہ اوڑھے بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔ نوشیر وان کو اُسے دیکھنا ہمیشہ ہی بہت سکون دیتا تھا اور اب عرزش اُس کی ضد ختم کرنے کیلئے جو حرکتیں کر رہی تھی۔ نوشیر وان غصہ کرنے کے بجائے اُن سے بہت محظوظ ہو رہا تھا۔
"مجھے شاپنگ پر چلنا ہے ابھی اور اِسی وقت میرے ساتھ چلیں۔" وہ مزے سے اسے حکم دیتی ہوئی بولی۔
"واٹ! اور تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا؟" نوشیر وان اپنی سیٹ سے اُٹھ کر عرزش کے سامنے آتے بولا۔
عرزش اُس کے اِس طرح قریب آجانے سے پزل ہونے کے باوجود سر اثبات میں ہلا گئی تھی۔
"دیکھیں یہ غلط ہے۔ آپ مجھے اِس طرح کنفیوز نہیں کر سکتے۔" نوشیر وان کے گہری نظروں سے اُس کو سر سے لے کر پیروں تک گھورنے پر عرزش گھبراتے ہوئے بولی۔ خود وہ کچھ بھی بولتی اور کرتی رہتی تھی مگر نوشیر وان کی ذرا سی پیش رفت پر وہ ایسے ہی گھبرا جاتی تھی۔
اُس کی بات کے جواب میں نوشیر وان نے اُس کو بازو سے تھام کر ایک جھٹکے سے خود سے بے حد قریب کیا تھا۔
جس کے نتیجے میں عرزش کا دوپٹہ سر سے پھسل کر کندھوں پر ڈھلک آیا تھا۔
"تم ابھی تک تھکی نہیں ہو یہ سب ڈرامہ کر کے۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تمہیں۔ کچھ ٹائم پہلے تو شدید نفرت تھی نا تمہیں مجھ سے۔ اب اچانک یہ اتنی محبت اور کیئر کا ناٹک کیوں کر رہی ہو تم اگر یہ سب تم میرا احسان اُتارنے کے لیے کر رہی ہو تو پلیز یہ سب مت کرو اور اُس دن جو شرط میں نے تمہارے آگے رکھی تھی کہ میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا تو اب میں اُس سے پیچھے ہٹتا ہوں۔ بہت جلد طلاق دے دوں گا تمہیں۔ سو پلیز اب یہ ناٹک کر کے خود کو ہلکان مت کرو کیونکہ میں جانتا ہوں تم بھی یہ سب زبردستی ہی کر رہی ہو۔"
نوشیر وان کا ایک ہاتھ عرزش کی کمر پر تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اُس نے عرزش کی ٹھوڑی پکڑ کر اُس کا چہرہ اپنی جانب اُوپر کر رکھا تھا۔
نوشیر وان کی بات پر عرزش بے یقینی سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ جو اُس کی اتنے دنوں کی محبت کو صرف ایک ناٹک کا نام دے رہا تھا۔
"مگر میں اب یہ طلاق نہیں چاہتی۔"
عرزش بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر صرف اتنا ہی بول پائی تھی۔ جس کے جواب میں نوشیر وان اُس پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ اُچھالتے اُسے آزاد کرتا آفس سے نکل گیا تھا۔
یہ شخص اُس کی سوچ سے بھی زیادہ سنگدل اور بے حس تھا۔

عرزش اُس کے پیچھے گئی تھی مگر اُس سے پہلے ہی وہ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل چکا تھا.
عرزش گاڑی میں آبیٹھی تھی. جب اُسے ہسپتال سے مسرت بیگم کی بگڑتی طبیعت کے بارے میں میسج ملا جسے دیکھتے ہی وہ پریشانی کے عالم میں ہسپتال کے لیے نکل گئی تھی.

□□□□□□□□□□□□

مسرت بیگم نے اپنے شوہر اور بیٹے کی موت کا اتنا صدمہ لیا تھا کہ اُن کی طبیعت میں سُدھار آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا. وہ خطرناک حد تک کمزور ہو چکی تھیں.
عرزش فوراً ہسپتال پہنچی تھی مگر اسے پہنچنے میں دیر ہو چکی تھیں. اُس کا اکلوتا خونی رشتہ اُس کی ماں اُسے چھوڑ کر جا چکی تھی.
پہلے نوشیر وان کے اتنے بڑے فیصلے اور اب اِس صدمے نے اُسے اندر تک توڑ کر رکھ دیا تھا. اُس کا دھاڑیں مار مار کر رونے کو دل چاہ رہا تھا.
عرزش نے نوشیر وان کو اِس بارے میں کوئی اطلاع نہیں بھجوائی تھی. اُس کے مطابق وہ پہلے ہی نوشیر وان سے بہت زیادہ مدد لے چکی تھی. اب مزید اُس کا کوئی احسان نہیں لینا چاہتی تھی. عرزش نے اطلاع نہیں دی تھی تو نوشیر وان خود بھی نہیں آیا تھا.
مسرت بیگم کے انتقال کو دو دن ہو چکے تھے مگر نوشیر وان نے عرزش کی دو دن کی گھر میں غیر موجودگی کا شاید کوئی نوٹس نہیں لیا تھا شاید عرزش اس کے لیے کوئی اہمیت رکھتی ہی نہیں تھی.
ایسی ہی نجانے کتنی سوچیں اور خیالات تھے. جو پچھلے دو دن سے سوچ سوچ کر عرزش نے اپنی طبیعت سخت خراب کر لی تھی. مسلسل رونے اور ذہنی ٹینشن کی وجہ سے عرزش اب بخار میں تپ رہی تھی. دو دن سے نایاب ہی اُس کے ساتھ تھی اور اُس کا خیال رکھ رہی تھی.

□□□□□□□□□□□□

"بیٹا! یشفہ کی حالت ابھی تک سنبھلنے میں نہیں آ رہی. رو رو کر پاگل ہو رہی ہے. ہاشم صاحب الگ اُس کی ٹینشن لے کر اپنی طبیعت خراب کر چکے ہیں. مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا، کیسے سنبھالوں یہ سب. خاندان والے سو باتیں بنا رہے ہیں. خدا غرق کرے اُن لوگوں کو. میری پھول جیسی بیٹی کا یہ حال کر کے رکھ دیا ہے."

زیاد ملک خیام کو گرفتار کروا چکا تھا اور اُس کی اِس حرکت پر اُسے چھوڑنے کے موڈ میں بالکل نہیں تھا.

وہاں سے فارغ ہو کر اُس نے فردوس بیگم کو کال ملائی تھی تاکہ یشفہ کے بارے میں پوچھ سکے جسے پرسوں وہ بہت خراب حالت میں چھوڑ کر گیا تھا.

"دادی جان! آپ فکر مت کریں. میں بس ابھی تھوڑی دیر میں پہنچتا ہوں آپ کے پاس. آپ بس یشفہ کے قریب رہیں۔ اُسے اکیلا مت چھوڑیں. وہ جذباتی لڑکی کوئی اُلٹی سیدھی حرکت نہ کر بیٹھے."

زیاد کو یشفہ کی بہت فکر ہو رہی تھی. جس ذہنی دباؤ اور سٹریس سے وہ گزر رہی تھی. اس حالت میں اُسے ہینڈل کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا.

اگلے بیس منٹوں میں زیاد یشفہ کے گھر پر تھا. فردوس بیگم سے مل کر اُنہیں تسلی دیتا وہ یشفہ کے کمرے کی جانب بڑھا تھا.

یشفہ کمرے میں بالکل اندھیرا کیے نیچے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی چہرہ دونوں گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھی.

زیاد نے دکھ بھری نظروں سے اُس کی جانب دیکھا تھا. اُس نے اِس لڑکی کو ہمیشہ ہنستے مسکراتے اور لڑتے جھگڑتے ہی دیکھا تھا. اب یہ حالت دیکھنا اُس کے لیے بہت مشکل تھا.

لائٹ آن کر کے زیاد یشفہ کی پوزیشن میں ہی اُس کے ساتھ جا بیٹھا تھا.

"بہت بڑی بڑی بہادری کی باتیں کرنے والی ایڈوکیٹ یشفہ ہاشم بس اتنے چھوٹے سے واقعہ پر یوں کمرے میں چھپ کر بیٹھ گئی ہیں، ویری امیزنگ."

زیاد کی آواز پر یشفہ نے چہرا اُٹھا کر اُس کی جانب دیکھا تھا.

"کیوں آئے ہو تم یہاں. باقی سب کی طرح تم بھی میرا تماشہ دیکھنے آئے ہو کیا یا پھر مجھ پر ترس کھا کر اپنی جھوٹی ہمدردی دکھانے آئے ہو؟"

یشفہ بھیگی آنکھوں میں اذیت بھرے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی.

زیاد کی نظریں یشفہ کے سوجے پپوٹوں پر جم کر رہ گئی تھیں.

"یشفہ !ایسا کچھ نہیں ہوا جس پر تم اتنا سوگ منا رہی ہو اور کسی پر ترس کھانے کے لیے کوئی بات ہونی چاہیے. ایسی کوئی بات، کوئی وجہ مجھے تم میں تو بالکل بھی نظر نہیں آ رہی. "یشفہ کے چلانے پر زیاد اُس سے زیادہ ڈبل آواز میں چلایا تھا.

جس پر یشفہ کے آنسوؤں میں مزید اضافہ ہوا تھا.

"میں نے بھلا کسی کا کیا بگاڑا تھا. جو یوں پوری دنیا کے سامنے میری عزت کو اُچھالا گیا مجھے ذلیل کیا گیا. "یشفہ زیاد کی بات سننے اور سمجھنے کے بجائے اپنی ہی بات کہیں جا رہی تھی.

زیاد نے ایک نظر بُری طرح روتی ہوئی یشفہ پر ڈالی اور کھینچ کر اُسے سینے سے لگاتے خود میں بھینچ لیا تھا.

اُس کے سینے سے لگتے ہی یشفہ کے رونے میں مزید شدت آ گئی تھی. کافی دیر اِسی طرح زیاد کے سینے سے لگے وہ اُس کی بانہوں میں جھول گئی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤

"واٹ عرزش دو دن سے گھر نہیں آئی اور تم لوگوں نے مجھے ایک بار بھی اطلاع دینے کی کوشش نہیں کی. میں دبئی ہی تھا کہیں مر تو نہیں گیا تھا."

نوشیر وان اُس دن عرزش سے بات کرنے کے بعد اپنی کسی میٹنگ کے سلسلے میں دبئی چلا گیا تھا. آج دو دن بعد اُس کی واپسی ہوئی تھی. یہ دو دن عرزش کو بنا دیکھے، اُس سے بات کیے بنا اُس نے کتنی مشکل سے گزرے تھے یہ وہی جانتا تھا۔ اب پاکستان واپس آ کر وہ صرف عرزش سے ملنا اور بات کرنا چاہتا تھا مگر گھر آ کر جو خبر اُسے ملی تھی. اس نے نوشیر وان کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی کہ عرزش دو دن سے گھر ہی نہیں آئی. نوشیر وان جلدی سے باہر کی جانب بھاگا تھا.

اُس نے عرزش کو چھوڑنے کے حوالے سے جو بات کی تھی. وہ صرف خود کو آزمانے کے لیے تھی کہ کیا وہ واقعی عرزش کے بغیر رہ سکتا تھا یا نہیں مگر ان دو دنوں کی دوری نے اُس کی بات کی سختی سے نفی کر دی تھی.

نایاب سے بات کرنے پر نوشیر وان کو عرزش پر گزری قیامت کا پتا چلا تھا اور اتنے مشکل وقت میں اپنے عرزش کے ساتھ نہ ہونے پر نوشیر وان کو خود پر شدید غصہ آ رہا تھا. وہ عرزش کے معاملے میں اتنا لاپرواہ کیسے ہو سکتا تھا.

عرزش کے گھر پہنچ کر نایاب سے عرزش کا پوچھتے وہ اُس کے کمرے کی طرف بڑھا تھا. جہاں وہ بیڈ پر لیٹی دوائیوں کے زیرِ اثر نیند میں تھی.

نوشیر وان نے عرزش کے پاس بیڈ پر بیٹھتے اُس کے چہرے سے کمبل ہٹایا تھا. اُس کے بخار کی تپش سے دہکتے سرخ چہرے کو والہانہ نظروں سے دیکھتے اس نے جھک کر اُس کی پیشانی چوم لی تھی.

"آئی ایم ریئلی سوری میری جان. "عرزش کا نازک ہاتھ ہونٹوں سے لگاتے اُس کی سوجی آنکھوں کی طرف دیکھا تھا.

اُس کے لمس کا اثر تھا یا نظروں کی تپش عرزش نیند میں کسمسائی اور ہولے سے کچھ بڑبڑانے لگی تھی.

پہلے تو نوشیر وان کو اُس کی کوئی بات سمجھ نہیں آئی تھی مگر پھر غور کرنے پر اُس کے کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ سمجھ میں آنے لگے تھے.

"وہ کہہ کہتے ہیں کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں مگر میں۔۔۔ واقعی ان... سے محبت کرتی ہوں. میں نہیں رہ۔۔۔ سکتی اُن... کے بغیر.... وہ مجھے... چھوڑ... دیں گے."

بات کرنے کے دوران عرزش کی بند آنکھوں سے نجانے کتنے ہی آنسو ٹوٹ کر گرے تھے. اُس کی باتیں پوری توجہ سے سنتے نوشیر وان نے اُنہیں بے مول ہونے سے پہلے اپنے ہونٹوں سے چن لیا تھا.

اُسے شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ وہ کسی اور کے کیے کی سزا اِس معصوم لڑکی کو کیسے دے سکتا تھا. جس سے وہ اتنی محبت کرتا تھا پھر اپنی نفرت کو اِس محبت پر کیسے حاوی ہونے دے سکتا تھا.

عرزش بہت کچھ کہنے کے بعد اب ایک بار پھر خاموش ہو چکی تھی.

نوشیر وان نے آگے بڑھ کر عرزش کے بال سمیٹ کر اُس کے گرد دوپٹہ لپیٹتے ہوئے اُسے اپنی بانہوں میں بہت ہی احتیاط اور نرمی سے بھر لیا تھا. جیسے وہ کوئی کانچ کی گڑیا ہو.

ایسے ہی عرزش کو اپنے سینے سے لگائے نوشیر وان اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا. وہ اب ایک لمحے کیلئے بھی عرزش کو خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ خود سے وعدہ کر چکا تھا کہ اب کبھی عرزش کی آنکھوں میں ایک بھی آنسو نہیں آنے دے گا.

یہ لڑکی اُس کی بے رُخی اور نفرت سہنے کے قابل بالکل بھی نہیں تھی.

گھر آکر اُسے ایسے ہی بانہوں میں اُٹھائے نوشیر وان نے اپنے بیڈ روم میں آتے پورے حق سے اُسے اپنے بیڈ پر لٹا دیا تھا.

نوشیر وان یک ٹک عرزش کی جانب دیکھ رہا تھا. جو ابھی تک آنکھیں موندے لیٹی تھی. ڈاکٹر اُسے دیکھ کر جا چکا تھا. جس کے مطابق صدمے اور بہت زیادہ سوچنے اور ٹینشن لینے کی وجہ سے اُسے بخار ہو گیا تھا مگر اب بخار کی شدت پہلے سے کافی کم ہو چکی تھی.

نوشیر وان کا موبائل بجا تھا. عرزش کے آرام کا دھیان کرتے وہ کال اٹینڈ کرتا ٹیرس کی جانب بڑھ گیا تھا.

"سر پتا نہیں کہاں سے میڈیا والوں کو آپ کے نکاح کا علم ہو چکا ہے. جس کی وجہ سے اب بار بار مختلف چینلز والے مجھے کال کر کے اِس بات کی تصدیق چاہ رہے ہیں. آپ کی طرف سے اِس بارے میں کیا آرڈر ہے؟ کیا جواب دوں میں اُن کو."

خان کی بات سنتے ہی نوشیر وان زیرِ لب مسکرایا تھا.

"خان! اتنی اچھی خبر کو اب مزید چھپانا ٹھیک بات بھی نہیں ہے. تم بتادو سب کو اور یہ بھی کہ نوشیر وان خانزادہ اب بہت جلد ایک گرینڈ ریسپشن دے کر اُن سب کے گلے دور کر دے گا."

خان نے نوشیر وان کی بات سن کر حیرت سے آنکھیں پھاڑے کان سے موبائل ہٹا کر دیکھا تھا. جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو کہ کیا واقعی وہ نوشیر وان سے ہی بات کر رہا تھا. جہاں تک اُسکی حسیات تھیں. اُسے یہی لگ رہا تھا کہ نوشیر وان ابھی اُس سے بات کرنے کے دوران مسکرا بھی رہا تھا.

عرزش نے کسمساتے ہوئے آنکھیں کھول دی تھیں. اپنے کمرے کے بجائے خود کو نوشیر وان کے بیڈ روم میں پا کر وہ حیران سی ارد گرد دیکھنے لگی تھی کہ کہیں وہ ابھی نیند میں تو نہیں ہے.

عرزش بے یقینی کی کیفیت میں کمبل ہٹاتے بیڈ سے نیچے اُتر آئی تھی. اُس کا سر بہت بُری طرح سے چکرا رہا تھا. چند قدم چل کر ہی اُسے بہت زور کا چکر آیا تھا. اِس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی نوشیر وان نے ایک جست میں ہی اُس کے قریب آتے اپنی بانہوں کے حصار میں لیتے گرنے سے بچایا تھا.

"آرام سے میری جان بیڈ سے اُٹھنے کی کیا ضرورت تھی." نوشیر وان اُس کے گرد اپنے دونوں بازوؤں کا حصار باندھتے محبت پاش نظروں سے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا.

"پلیز چھوڑیں مجھے اور آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں. جب آپ مجھے طلاق ہی دینا چاہتے ہیں تو اب یہ سب کرنے کا مقصد؟"

طلاق کی بات کرتے ہوئے عرزش کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے. جنہیں گرنے سے پہلے ہی نوشیر وان نے پوری شدت سے اپنے ہونٹوں سے اُس کی دونوں آنکھوں کو چوم لیا تھا.

عرزش نے نوشیر وان کی حرکت پر شرم سے لال ہوتے اُس کے سینے پر دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے اُس سے دور ہونا چاہا تھا.

"پلیز دور رہیں مجھ سے. لگتا ہے آپ ہوش میں نہیں ہیں." عرزش کا دل پوری شدت سے دھڑک رہا تھا اور نوشیر وان کی قربت پر کانوں کی لوئیں تک سُرخ ہو چکی تھیں.

"ابھی ہی تو ہوش میں آیا ہوں اور میرے ہوش میں آتے ہی کچھ دن پہلے کی شیرنی اچانک بھیگی بلی کیسے بن گئی. کچھ دن پہلے تو بہت اُچھل رہی تھی. میری ایک ہی بات پر یقین کرتے ہوئے اتنی جلدی ہار مان لی؟"

نوشیر وان نے اُس کی ٹھوڑی کو چومتے ہوئے اُس کا مذاق بنایا.

"دیکھیں نوشیر! آپ کچھ زیادہ ہی فری ہو رہے ہیں. دور رہیں مجھ سے. میں بہت سخت ناراض ہوں آپ سے."

عرزش نے نوشیر وان کے سینے پر ہاتھ رکھتے دونوں کے درمیان فاصلہ قائم کرنا چاہا تھا.

"یار جس طرح تم میرا نام لیتی ہو. قسم سے دل خوش ہو جاتا ہے اور بے اختیار تمہیں اِس کا انعام دینے کا دل چاہتا ہے." نوشیر وان شرارتی انداز میں کہتا ہوا عرزش کے ہونٹوں پر جھکا تھا.

اِس سے پہلے کہ عرزش اُس کی بات کا مطلب سمجھتی نوشیر وان اُس کے ہونٹوں کو اپنی قید میں لے چکا تھا.

ایک سکون سا اُس کے رگ وپے میں سرائیت کر گیا تھا.

وہ اپنے اتنے دنوں کی تڑپ اور پیاس آج ختم کرنا چاہتا تھا.

عرزش کا پورا وجود ہولے لرز رہا تھا. نوشیر وان جیسے اکڑو اور روکھے شخص سے اِس حرکت کی توقع بالکل بھی نہیں تھی. یہ شخص اتنا رومانٹک بھی ہو سکتا ہے عرزش کو یقین نہیں آرہا تھا اور اس وقت تو شرم کے مارے اُس کی نظریں بھی اُوپر نہیں اُٹھ رہی تھیں.

"تم یہی چاہتی تھی نا کہ میں اپنی نفرت سے پہلے اپنی محبت کو رکھوں. تم پر اعتبار کروں تو آج میں اِس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نوشیر وان خانزادہ اپنی بیوی عرزش نوشیر وان سے بے انتہا محبت کرتا ہے اور اُس سے بھی کہیں زیادہ اعتبار کرتا ہوں. میں اِس دنیا میں ہر ایک چیز اور انسان کو چھوڑ سکتا ہوں سوائے تمہارے. کیونکہ تمہارے بغیر میں ایک پل بھی نہیں رہ سکتا. تم نے نوشیر وان خانزادہ جیسے بے حس انسان کو ایک محبت کرنے والے نوشیر وان میں تبدیل کر دیا ہے. جو عرزش کے بغیر کچھ نہیں ہے.

میں جانتا ہوں تم کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی اور اگر کبھی تم نے ناراض ہو کر مجھ سے دور جانے کی کوشش بھی کی تو میں ایسا ہونے نہیں دوں گا."

نوشیر وان نے بات کرتے مسکرا کر اُس کی جانب دیکھا تھا.

اُس کے اتنے خوبصورت انداز پر عرزش یک ٹک اُسے دیکھے گئی تھی اور نوشیر وان کی دلکش مسکراہٹ پر دل وجان سے فدا ہوئی تھی. یہ شخص واقعی صرف اور صرف محبت کے اور چاہے جانے کے قابل تھا.

"مانتی ہوں عرزش پاگل ہے بے وقوف ہے اور بہت غلطیاں کرتی ہے مگر اتنی پاگل بالکل بھی نہیں ہے کہ کبھی نوشیر وان خانزادہ کو چھوڑنے کا سوچے گی بھی سہی اور ایسا کبھی کوئی خیال ذہن میں آیا بھی سہی تو وہ اُس کی زندگی کا آخری دن ہو گا."

عرزش نوشیر وان کا اظہار سن کر بہت خوش تھی. اُس کے لیے یہی بات ہواؤں میں اُڑنے کا سبب تھی کہ نوشیر وان خانزادہ اُس پر بھروسہ کرتا تھا.

"ویسے آپ اتنے اکڑو کیوں ہیں؟ ہر وقت اتنے سخت تاثرات سے اگلے بندے کو ڈرائے رکھتے ہیں. کبھی مسکرا بھی لیا کریں صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے."

عرزش نوشیروان کے گلے میں بانہیں ڈالے منہ بنا کر بولی. جس پر نوشیروان نے اُس کی کمر میں بازو حمائل کر کے اُسے اپنے قریب ترکیا تھا.

"پہلے میرے پاس مسکرانے کی کوئی وجہ نہیں تھی مگر اب ایک بہت ہی خوبصورت وجہ مل چکی ہے مجھے." نوشیروان نے اُس کی بات کا جواب دیتے اُسے اپنے اندر بھینچ لیا تھا.

▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫▫

جاری ہے۔۔۔

چپکے سے اتر مجھ میں

فرواخالد

قسط10

"میری شریف بچی کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے اُس گھٹیا شخص نے. اب کون اپنائے گا اُسے. ہم لوگ ہمیشہ تو اُس کے ساتھ نہیں رہیں گے. کیا ہو گا میری بچی کا."

فردوس بیگم ہاشم صاحب کے پاس بیٹھیں روتے ہوئے بولیں. ابھی کچھ دیر پہلے وہ یشفہ کو دیکھ کر آئی تھیں. صبح سے وہ دوبار بے ہوش ہو چکی تھی. اُس کی حالت دیکھ اب تو فردوس بیگم بھی ہمت ہار چکی تھیں.

"اللہ مالک ہے. ہماری بچی بہت نیک اور فرماں بردار ہے. تم پریشان نہ ہو. اُوپر والے نے اُس کے نصیب میں ضرور کوئی اچھا ہی لکھ رکھا ہو گا."

زیاد جو ایک ضروری کال آجانے پر اُن کو شام میں دوبارہ آنے کا کہتا وہاں سے نکل گیا تھا یشفہ کی کچھ فائلز دینے وہ واپس اندر آیا تھا مگر فردوس بیگم اور ہاشم صاحب کی بات سن کر اُس کے قدم وہیں رُک گئے تھے.

وہ کسی صورت یشفہ کو اِس مشکل وقت میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا تھا. وہیں کھڑے ایک سیکنڈ کے اندر ہی زیاد فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا ہے.

زیاد نے اندر داخل ہوتے سلام کر کے اُن دونوں کو اپنی جانب متوجہ کیا تھا. فائز ٹیبل پر رکھتے وہ فردوس بیگم کے کہنے پر اُن دونوں کے قریب جا بیٹھا تھا.

"بیٹا! آپ بیٹھو میں آپ کے لیے چائے لے کر آتی ہوں."

فردوس بیگم زیاد کے لیے چائے لانے کے لیے اُٹھی تھیں مگر زیاد نے اُن کو روکتے واپس بٹھا دیا تھا.

اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بات کا آغاز کیسے کرے مگر پھر گہرا سانس بھرتے اُس نے اپنی بات کا آغاز کیا تھا.

یشفہ کے لیے اپنی پسند سے لے کر زیاد نے اُنہیں اپنی فیملی کے حوالے سے بھی ساری حقیقت بتادی تھی.

فردوس بیگم کو تو ویسے بھی زیاد بہت پسند تھا اور وہ یشفہ کی زیاد کے لیے پسندیدگی سے بھی واقف تھیں. ایسے حالات میں یشفہ کو اپنانے کا اتنا بڑا فیصلہ کر کے زیاد نے اُن کی نظروں اپنا مقام مزید بڑھا لیا تھا.

لیکن ہاشم صاحب اپنی جگہ پر کچھ کشمکش کا شکار تھے. اُنہیں کہیں نہ کہیں یہ خدشہ لاحق تھا کہ کہیں زیاد اُن کی پوتی سے یہ شادی کسی ہمدردی کے تحت تو نہیں کر رہا.

زیاد نے اُن کی پریشانی سمجھتے ہوئے بہت ہی اچھے انداز میں اُن کو اپنی طرف سے مطمئن کر دیا تھا.

"مگر یشفہ کو کون منائے گا. وہ کہیں اِس طرح اچانک ہونے والے نکاح کو کسی اور رخ پر نہ لے جائے. مجھے نہیں لگتا وہ آسانی سے اِس سب کے لیے مانے گی."

ہاشم صاحب اپنے دوسرے خدشے کا اظہار کرتے بولے. وہ یشفہ کی ضدی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے.

"اُس کی آپ لوگ فکر مت کریں یشفہ کو میں ہینڈل کر لوں گی."

فردوس بیگم جانتی تھیں یشفہ کو کیسے راضی کرنا ہے.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

عرزش شاور لے کر نکلی تھی. جب اُسے بیڈ پر پڑا نوشیر وان کا موبائل بجتا نظر آیا تھا. نوشیر وان اُسے روم میں کہیں نظر نہیں آیا تھا. اِس لیے بج بج کر پاگل ہوتے فون کو اُس نے آگے بڑھ کر اُٹھا لیا تھا.

"جی میں نوشیر وان کی وائف بات کر رہی ہوں۔ آپ کون؟"

نوشیر وان کے فون سے کسی لڑکی کی آواز سن کر نصرت بیگم کافی حیران ہوئی تھیں کیونکہ اتنا تو وہ جانتی تھیں کہ یہ نمبر نوشیر وان کا ذاتی تھا جسے ہاتھ لگانے کی اجازت کسی کو نہیں تھی

مگر اُن کے سوال کا عرزش نے اُنہیں جو جواب دیا تھا اُسے سن کر وہ حیران بالکل بھی نہیں ہوئی تھیں. ابھی کچھ دیر پہلے وہ نیوز میں نوشیر وان کی شادی کے حوالے سے چلتی خبر سن چکی تھیں. جس پر اُنہیں دکھ بہت ہوا تھا مگر اِس سب کی قصوروار بھی تو وہ خود تھیں.

اپنے پوتے کو اُنہوں نے خود ہی اپنے آپ سے دور کیا تھا. اُن کی نظروں میں نوشیر وان کسی بھی معاملے میں غلط نہیں تھا.

"میں نوشیر وان کی دادی بات کر رہی ہوں. اگر اُس کی بیوی ہو تو اُس کے بارے میں ہر بات سے واقف بھی ہو گی."

نصرت بیگم جیسی جہاندیدہ خاتون یہ بات تو سمجھ گئی تھیں کہ اگر نوشیر وان نے کسی لڑکی کو اپنے اتنے قریب کیا تھا، اپنی زندگی میں اتنا اُونچا مقام دیا تھا تو وہ کوئی عام لڑکی بالکل نہیں تھی.

"جی میں نوشیر وان کی زندگی کی تمام حقیقتوں سے واقف ہوں."

عرزش مختصراً بولی تھی.

"بیٹا دس سال ہو گئے ہیں مجھے، اپنے جان سے پیارے پوتے کو ملے، اُسے دیکھے. جب بھی میں اُسے ملنے گئی اُس نے ہر بار ملنے سے انکار کر دیا. وہ ہم سب کی شکل دیکھنے کو بھی تیار نہیں ہے. مگر میں مرنے سے پہلے ایک بار اُس سے ملنا چاہتی ہوں. اپنی غلطی کی معافی مانگنا چاہتی ہوں. کیا تم اُسے یہاں اُس کے اپنوں کے بیچ لاؤ گی؟ تم ہی واحد ہستی ہو جو ایسا کر سکتی ہے. پلیز بیٹا میری آخری امید ختم مت کرنا."

نوشیر وان کی دادی ابھی مزید بھی کچھ بول رہی تھیں. جب نوشیر وان نے آگے بڑھ کر عرزش کے ہاتھ سے اپنا موبائل لے لیا تھا اور بنا خود اُن سے بات کیے فون کاٹ دیا تھا.

"نوشیر آپکی دادو کی کال تھی. آپ ایسے کیسے کاٹ سکتے ہیں. ایک بار اُن کی بات ہی سن لیتے."

عرزش کو نوشیر وان کی یہ حرکت بالکل بھی پسند نہیں آئی تھی.

"تمہاری طبیعت ابھی مکمل ٹھیک نہیں ہوئی. شاور لینے کی کیا ضرورت تھی. مزید ٹھنڈ لگ جائے گی."

نوشیر وان عرزش کی بات یکسر نظر انداز کرتا ہوا ہیٹر آن کرتے بولا.

"نوشیر مجھے آپ کی فیملی سے ملنا ہے."

عرزش ضدی لہجے میں کہتی نوشیر وان کے سامنے آئی تھی.

"میری کوئی فیملی نہیں ہے."

نوشیر وان موبائل میں مصروف بنا عرزش کی جانب دیکھے بولا.

"آپ اِس طرح مجھے نظر انداز کر کے میرے سوال کو اگنور نہیں کر سکتے. میں آپ کے ماضی کی ہر حقیقت سے واقف ہوں. خان مجھے سب بتا چکا ہے."

عرزش کو لگا تھا اُس نے نوشیر وان کو بہت شاکنگ بات بتائی ہے مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ خان نوشیر وان سے کچھ نہیں چھپاتا تھا. اُسے پہلے ہی سب کچھ بتا چکا تھا.

"اگر تم سب جانتی ہو تو پھر تو تمہیں اُن کا میرے سامنے ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے."

نوشیر وان اپنے سامنے کھڑی عرزش کو سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے بولا.

جو اِس وقت ٹی پنک کلر کے شارٹ فراک اور کیپری میں نہا کر گیلے بالوں کے ساتھ نکھری نکھری سیدھی نوشیر وان کے دل میں اُتر رہی تھی.

"دس سال کی سزا بہت زیادہ ہوتی ہے. آپ کی دادو بیمار ہیں. آپ سے ایک بار ملنا چاہتی ہیں. کیا آپ صرف ایک دفعہ اُن سے ملنے نہیں جاسکتے. آپ کی پوری فیملی اپنے کئے پر نادم ہے. پچھلے اتنے سالوں سے اپنے کیے پر پچھتا رہے ہیں. آپ اُن کو ایک موقع تو اور دے سکتے ہیں نا. آپ کی پھوپھو اور اُن کی بیٹی کو وہ لوگ چاہنے کے باوجود بھی اپنے گھر سے نہیں نکال سکتے۔ اُن کے پاس اور کوئی ٹھکانہ نہیں ہے."

نوشیر وان جو اچھی خاصی اُس کی بات سن رہا تھا. پھوپھو کا ذکر سن کر واپس اُس کے بھنویں تن گئی تھیں.

"اگر تمہیں یہی سب باتیں کرنی ہیں تو شوق سے کرو، میں جا رہا ہوں. کیونکہ شاید تمہارے لیے مجھ سے زیادہ وہ سب امپورٹنٹ ہیں اور ویسے بھی میں تو تمہیں ہر معاملے میں غلط ہی لگتا ہوں."

نوشیر وان غصے سے کہتا عرزش کے روکنے کے باوجود وہاں سے نکل گیا تھا.

"اُف اللہ جی یہ آرام سے کوئی بات کیوں نہیں سمجھتے."

عرزش سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

خود کو سٹڈی روم میں بند کیے نوشیر وان کو تین گھنٹے سے اُوپر ہو چکے تھے. نہ وہ خود باہر آ رہا تھا اور نہ ہی کسی کو اندر جانے کی پرمیشن تھی اور روم لاک ہونے کی وجہ سے عرزش چاہنے کے باوجود اندر نہیں جاسکتی تھی.

"خان سٹڈی روم کی ڈپلیکیٹ کیز تو ہوں گی نا تمہارے پاس. ابھی اِسی وقت لا کر دو مجھے اور مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش بالکل بھی مت کرنا."

عرزش اب نوشیر وان پر اچھی خاصی تپی ہوئی تھی. اِس لیے خان کو سختی سے آرڈر دیتے بولی.

"معاف کیجئے گا بیگم صاحبہ مگر میں نہیں دے سکتا مجھے اجازت نہیں ہے."

خان نظریں جھکائے اپنے مخصوص انداز میں بولا.

سب سے زیادہ تو وہ پھنسا ہوا تھا اگر ایک کی بات نہیں مانتا تھا تو دوسرا نہیں چھوڑتا تھا اُسے.

"خان! اِس سب میں تمہارے سر کی ہی بھلائی ہے. وہ مزید نجانے کتنی دیر ایسے ہی اندر بیٹھ کر وہ فضول چیز پیتے رہیں گے."

عرزش نے خان کو اُس کے مطابق ہی ہینڈل کرنا چاہا تھا. وہ جانتی تھی خان کے لیے نوشیر وان کتنا امپورٹنٹ تھا.

کچھ ہی دیر مزید اِسی طرح کی باتیں کرنے پر عرزش خان کو منانے میں کامیاب ہو چکی تھی اور خان نے کیز لا کر اُس کے سامنے رکھ دی تھیں.

عرزش سٹڈی روم کا دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تھی.

جہاں نوشیر وان شراب کی بوتل سامنے ٹیبل پر رکھے ریوالونگ چیئر کی بیک سے سر لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھا.

آہٹ پر بنا دیکھے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ یہاں اُس کی اجازت کے بغیر آنے کی ہمت ایک ہستی ہی کر سکتی ہے.

نوشیر وان سے ہوتی عرزش کی نظر سامنے والی وال پر موجود اپنی لارج سائز تصویر پر پڑی تھی. یہ عرزش کی اُس دن کی پارٹی والی پکچر تھی. جس میں وہ ارد گرد سے بیگانہ موبائل میں بزی تھی.

عرزش نے خوشی اور بے یقینی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ نوشیر وان کی جانب دیکھا تھا لیکن اُس کے سامنے موجود شراب کی بوتل دیکھ کر عرزش کا موڈ خراب ہوا تھا.

"نوشیر آپ شراب پیتے ہیں؟ کیا میں بھی ٹیسٹ کر سکتی ہوں؟ مجھے بھی دیکھنا ہے کیسا ذائقہ ہوتا ہے اِس کا."

عرزش جان بوجھ کر ایسا بولتی ٹیبل سے شراب کی بوتل اُٹھا چکی تھی.

اِس سے پہلے کہ وہ بوتل جو منہ سے لگاتی نوشیر وان تیزی سے اپنی جگہ سے اُٹھتے اُس سے وہ بوتل چھین چکا تھا.

"پاگل ہو گئی ہو تم. خبر دار جو دوبارہ اِسے ہاتھ لگانے کی کوشش بھی کی تو."

نوشیر وان کو عرزش کی اِس حرکت پر بہت غصہ آیا تھا. وہ کہاں اِس زہر کا ایک گھونٹ بھی برداشت کر سکتی تھی.

"کیوں جب آپ پی سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں؟"

عرزش اپنے اور نوشیر وان کے درمیان موجود دو قدم کا فاصلہ بھی طے کرتی قریب آتے بولی.

"میری اور بات ہے."

نوشیر وان واپس چیئر کی جانب مڑتا مختصراً بولا.

"آپ ابھی ایک منٹ کے اندر ملازم کو بلا کر یہ ساری بوتلیں باہر پھینکوائیں اور اگر آپ نے دوبارہ اِسے منہ لگانے کی کوشش کی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا."

عرزش کے دھونس جماتے انداز ہر ہمیشہ کی طرح نوشیر وان کو غصہ آنے کے بجائے ہنسی آرہی تھیں. کیونکہ اِس طرح کرتی وہ اُسے بہت کیوٹ لگتی تھی.

"اِس سب کے بدلے کیا ملے گا مجھے. آفٹر آل اتنی بڑی قربانی تو دے رہا ہوں میں. اِس کا کوئی نعم البدل بھی تو ہونا چاہیے."

نوشیر وان کی نظریں عرزش کے حسین سراپے پر تھیں.

"اوکے آپ جو بولیں گے میں کروں گی مگر پہلے میری بات ماننی ہو گی آپ کو."

عرزش بنا نوشیر وان کے لہجے اور الفاظ پر غور کرتے جوش سے بولی کیونکہ اُسے یقین نہیں تھا نوشیر وان اُس کی اتنی بڑی بات اتنی جلدی مان جائے گا.

عرزش کے ہاں بولتے ہی نوشیر وان نے ملازم کو بلا کر اگلے دس منٹ کے اندر اندر ساری جگہوں سے شراب کو نکلوا کر ضائع کروا دیا تھا.

عرزش اپنا کام ہو جانے پر ہولے سے وہاں سے کھسکنے لگی تھی مگر نوشیر وان کو چکما دینا اتنا آسان نہیں تھا. ابھی اُس نے ایک قدم ہی بڑھایا تھا کہ نوشیر وان نے اُس کا بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا. اگلے ہی لمحے عرزش سیدھی اُس کے اُوپر جا گری تھی.

"نوشیر وان خانزادہ سے فرار اتنا آسان نہیں ہے."

نوشیر وان اُس کے چہرے پر بکھرے بال کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے بولا.

جبکہ اُس کی اُنگلیوں کا لمس اپنے چہرے اور گردن پر محسوس کرتی عرزش کی سانسیں تیز ہوئی تھیں. دھڑکنیں تو پہلے ہی نوشیر وان کے اتنے قریب آجانے کی وجہ سے بے قابو ہو چکی تھیں.

"میں اچھے سے جانتی ہوں یہ بات. آپ مجھے کام بتائیں کیا کرنا ہے؟"

عرزش جو دور بیٹھ کر شیرنی بنتی رہتی تھی. نوشیر وان کے قریب آکر اُس کی بتی گل ہو جاتی تھی. ابھی بھی یہی حال تھا. اِس لیے وہ جلد از جلد فرار ہونا چاہتی تھی.

"روز مجھے یہاں کس کرنی ہو گی."

نوشیر وان آنکھوں میں شرارت لیے اپنے ہونٹوں کی جانب اشارہ کرتے بولا.

جبکہ اُس کی بے باک باتوں اور نظروں کو برداشت کرتے عرزش کا سارا خون اُس کے چہرے پر سمٹ آیا تھا.

"یہ کیسا کام ہوا بھلا. آپ کو شرم نہیں آتی ایسی باتیں کرتے ہوئے."

عرزش نظریں چراتی اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی. کیونکہ اِس وقت نوشیر وان کی طرف دیکھنا اُسے زندگی کا سب سے مشکل کام لگ رہا تھا.

"ویسے بھی تم نے شراب تو ساری باہر پھنکوا دی ہے. اب اُس جیسی بلکہ اُس سے بھی کہیں زیادہ ایک اور نشیلی چیز موجود ہے تو میں اُسے منہ کیوں نہیں لگاؤں گا."

نوشیر وان عرزش کی سُرخ ہوتی ناک پر ہونٹ رکھتے اُسے مزید تنگ کرتے ہوئے بولا.

"دیکھیے نوشیر آپ کچھ زیادہ ہی فری ہو رہے ہیں. پلیز جانے دیں مجھے. آج زیاد بھائی کا نکاح ہے اُس کے لئے بھی ریڈی ہونا ہے مجھے." وہ حیا سے کسمساتی بولی.

اُسے کہاں علم تھا نوشیر وان کی اتنی بے باکیوں کا ورنہ اُسے پنگا ہی نہ لیتی.

"ابھی کے لیے تو رعایت دیے رہا ہوں."

نوشیر وان ایک شوخ سی جسارت کرتا عرزش کو آزاد کر گیا تھا. جب کہ اُس کی گستاخی پر عرزش اُسے گھور بھی نہیں سکی تھی.

عرزش کا شرم سے لال ٹماٹر ہوتا چہرہ دیکھ کر نوشیر وان کے ہونٹوں پر ایک مخصوص دلکش مسکراہٹ بکھر گئی تھی.

جسے دیکھ کر باہر کی جانب بڑھتی عرزش نے ہمیشہ ایسے ہی اُس کے ہونٹوں پر بکھری رہنے کی دعا کی تھی.

اُس نے سوچ لیا تھا کہ اب نوشیر وان کی فیملی کا ذکر اُس کے سامنے نہیں کرے گی. وہ دل سے چاہتی تھی کہ نوشیر وان اپنی فیملی سے ملے اُس کی زندگی کی تمام محرومیاں دور ہو جائیں مگر وہ واپس اُن کی بات کر کے نوشیر وان کو دوبارہ ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

یشفہ بلکل ساکت کسی سٹیچو کی طرح بیوٹیشن کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی.

وہ پہلے ہی ایک کرب سے گزر رہی تھی. اُوپر سے دادادادی کے فیصلے نے اُسے مزید ہلا کر رکھ دیا تھا. وہ لوگ فوری طور پر اُس کی شادی زیاد سے کروا رہے تھے اور اُس کی دادو نے اُسے اِس بات کا ریزن کیا دیا تھا کہ وہ لوگ یہ سب صرف اپنی عزت کی خاطر لوگوں کی زبانیں بند کروانے کے لیے کر رہے ہیں.

اِس سب میں زیاد کی پوری پوری رضامندی شامل تھی یشفہ انکار کرنا چاہتی تھی مگر دادی کی بات نے کہ اگر تم چاہتی ہو کہ مزید ہماری عزت داؤ پر نہ لگے تو اِس شادی کے لیے رضامندی دے دو. اُن کی یہ بات سن کر یشفہ بالکل خاموش ہو گئی تھی. اُسے بہت دکھ ہو رہا تھا کہ اُس کے دادادادی کو اس پر ذرا سا بھی بھروسہ نہیں تھا.

جو وہ اُسے اپنے سر سے فرض کی طرح اُتار رہے تھے اور یہ بات تو اُسے مزید کھائے جا رہی تھی کہ زیاد بھی اُس پر ترس کھا کر اُس سے شادی کر رہا ہے. مگر اِس وقت وہ جذبات سے عاری بالکل کوئی روبوٹ معلوم ہو رہی تھی.

وہ نہیں جانتی تھی اُس نے کونسا لباس پہنا ہے کون اُس کے پاس آیا کون گیا. اُس کو ہوش تو تب آیا تھا جب اُس کے کانوں میں نکاح کے بول پڑے تھے. ہاشم صاحب کے اُس کے سر پر ہاتھ رکھنے پر وہ ہوش میں آئی تھی. کانپتے ہاتھوں سے پین پکڑتے اُس نے نکاح نامے پر سائن کر دیے تھے. سائن کرتے ہی ایک آنسو ٹوٹ کر نکاح نامے پر جا گرا تھا.

اُس نے سوچا تھا کہ وہ کبھی شادی نہیں کرے گی، کبھی اپنے دادادادی کو چھوڑ کر نہیں جائے گی. مگر اُس کی زندگی میں آنے والے اِس ایک طوفان نے اُس کے سارے پلانز سارے خواب چکنا چور کر کے رکھ دیے تھے.

"بہت بہت مبارک ہو. آخر کار اپنی محبت حاصل کر ہی لی."

نوشیر وان زیاد سے بغل گیر ہوتے خوشی کا اظہار کرتے بولا.

"ہاں مگر ابھی صرف اپنے نام لکھوایا ہے. ابھی حاصل کرنے کے لیے بہت امتحان طے کرنے ہیں."

زیاد بہت خوش تھا. جس کا اظہار اُس کے لہجے سے ہو رہا تھا.

فردوس بیگم یشفہ کی رخصتی کے وقت کوشش کے باوجود بھی اپنے آنسو نہیں روک پائیں تھیں. اُن کی لاڈلی گڑیا آج پرائی ہو رہی تھی اور اُن سے بہت سخت ناراض بھی تھی کیونکہ جس طرح اُنہوں نے یشفہ کو وہ باتیں بول کر راضی کیا تھا. اُس کا ناراض ہونا بنتا ہی تھا. لیکن وہ صرف اُس کو خوش دیکھنا چاہتی تھیں اور جانتی تھیں کہ زیاد اُسے بہت خوش رکھے گا.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

آج زیاد اور یشفہ کے نکاح پر پہلی بار عرزش نے فل میک اپ کیا تھا اور وہ نئی نویلی دلہنوں کی طرح مکمل سولہ سنگھار کیے نوشیر وان کے جذبات کو مزید بھڑکا گئی تھی.

پورے فنکشن میں نوشیر وان کی نظریں عرزش سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں.

سرخ رنگ کے پیروں تک آتے لانگ شیفون کے فراک میں جس کے اُوپر سرخ رنگ کی ہی کڑھائی کی گئی تھی. سرخ دوپٹہ سر پر سجائے اُس کا گوراشفاف مکھڑا دمک رہا تھا. اُس نے آگے سے مانگ نکال کر بالوں کا جوڑا بنا رکھا تھا.

ڈائمنڈ کا سیٹ پہنے سرخ لپسٹک لگائے وہ نوشیر وان کے لیے خوبصورتی کا معنی ہی بدل گئی تھی.

فنکشن سے واپسی پر نوشیر وان ڈرائیور کو ہٹا کر خود ڈرائیو کر رہا تھا. ڈرائیونگ کے دوران بھی اُس کی نظریں سڑک سے زیادہ بھٹک کر عرزش کی جانب اُٹھ رہی تھیں.

"نوشیر آپ آگے دیکھ کر گاڑی چلائیں. میں بہت تھک گئی ہوں اتنا ہیوی ڈریس میں نے کبھی نہیں پہنا اور مجھے نیند بھی بہت سخت آ رہی ہے."

عرزش نوشیر وان کی نظروں سے پزل ہوتی بولی.

"اچھااور تمہیں کس خوشی میں لگ رہاہے کہ ابھی گھر جاکر میں تمہیں سونے دوں گا؟"

نوشیر وان کی بات اور نظروں سے عرزش خود میں سمٹی تھی اور مزید کچھ بھی اُلٹاسیدھابولنے کے بجائے خاموش ہوکر بیٹھ گئی تھی.

پورچ میں گاڑی رکتے ہی گارڈ نے جلدی سے آکر نوشیر وان کی سائیڈ کادروازہ کھول دیاتھا. نوشیر وان نے گاڑی سے باہر نکلتے ہی اُن سب کووہاں سے غائب ہونے کااشارہ کیااور عرزش کی جانب بڑھاتھا۔ اُس کے پاؤں نیچے رکھنے سے پہلے ہی وہ اُسے اپنی بانہوں میں بھرچکاتھا. عرزش بناکوئی احتجاج کئے اُس کی گردن میں بازوڈالے محبت پاش نظروں سے اُس کی جانب دیکھ رہی تھی. جو چند دنوں میں ہی اُس کے جینے کی وجہ بن چکاتھا.

"کیاہواکہیں پیار تونہیں ہوگیامجھ جیسے اکڑواور مغرور انسان سے ؟"

نوشیر وان عرزش کی نظریں خود پر نوٹ کرتے شرارتی انداز میں بولا.

"جی نہیں میرا ٹیسٹ ابھی اتناخراب بھی نہیں ہوا."

عرزش کے ناک چڑاکر کہنے پر نوشیر وان نے مسکراتے ہوئے اپنے روم میں قدم رکھاتھا.

روم کی سجاوٹ اور مدھم سی روشنی میں بنائے گئے رومانٹک ماحول کودیکھ کر عرزش دم بخودرہ گئی تھی. کمرے کو مختلف پھولوں کی مدد سے بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ سجایاگیاتھا.

نوشیر وان نے عرزش کواُٹھاکر بیڈ کے اُوپر گلاب کی پتیوں سے بنے ہرٹ کے بیچ میں بٹھایاتھا.

نوشیر وان نے عرزش کے مقابل بیٹھتے ہوئے اُس کی پیشانی چوم لی تھی.

"بہت بہت شکریہ میری جان. میری روکھی پھیکی زندگی کواتناحسین اور خوبصورت بنانے کے لیے. میری بے سکونی اور اندر کی نفرت ختم کرکے مجھ سکون اور محبت بخشنے کے لیے."

نوشیر وان محبت برساتی والہانہ نظروں سے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی مخملیں ڈبیاں سے پائل نکال کر عرزش کے پیروں کی جانب جھکاتھا.

اُس نے عرزش کے پائنچوں کواُوپر کرتے ہوئے بہت ہی نازک، خوبصورت سی پائل باری باری اُس کے دونوں پیروں میں پہنادی تھیں.

نوشیر وان کی نظر عرزش کے نرم وملائم سفید گلابی پیروں سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی. اُن پر ہاتھ پھیرتے نوشیر وان نے اُن کی نرماہٹوں کوپوری شدت سے محسوس کیاتھا.

"عرزش تم چاہتی ہوناکہ میں اپنی فیملی سے ملوں، اُنہیں معاف کردوں توصرف تمہاری خاطر تمہاری بات کامان رکھتے میں یہ سب کرنے کوتیار ہوں. ہم کل ہی لاہور کے لیے نکلیں گے."

نوشیر وان کی بات پر عرزش بہت خوش ہوئی تھی.

"واٹ! سچی. تھینک یو سو مچ. آپ بہت اچھے ہیں. "عرزش گھٹنوں کے بل آگے ہوتے اُس کی گردن میں دونوں بازو حمائل کرتی والہانہ پن سے بولی.

"مگر اتنا اچھا بھی نہیں ہوں."

نوشیر وان کا اشارہ اُس کا خود سے اتنے قریب آجانے کا تھا. عرزش کو جوش میں سمجھ ہی نہیں آیا تھا مگر جیسے ہی نوشیر وان کی نگاہوں کا مفہوم اُس کی سمجھ میں آیا تب تک بہت دیر ہو چکی تھی. عرزش اُس کی بانہوں کے آہنی شکنجے میں پھنس چکی تھی اور نوشیر وان اپنی والہانہ محبت کی بارش میں اُسے بھگونے لگا تھا.

عرزش نے خود کو نوشیر وان کے مضبوط حصار میں پاکر آسودگی سے اپنا سر اُس کے کشادہ سینے میں چھپا لیا تھا۔

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

جاری ہے۔۔

چپکے سے اتر مجھ میں

فرواخالد

آخری قسط

زباد چند ایک فرینڈز کو فارغ کرتا ہوا اپنے بیڈ روم کی جانب بڑھا جہاں اُس کی محبت اُس کی لڑتی جھگڑتی جنگلی بلی موجود تھی. جس پر اب صرف اور صرف اُسی کا حق تھا.

ہر طرح کے حالات کے لیے خود کو تیار کر کے زباد نے اپنے روم میں قدم رکھا تھا. سرشار قدموں سے بیڈ کی جانب بڑھتے اُس کی نظر جیسے ہی یشفہ پر پڑی زباد کے ہونٹوں پر خوبصورت سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی.

بیڈ کے بلکل درمیان تکیے کے سہارے بیٹھی، بیڈ کی بیک سے سر ٹکائے اُس کی پیاری سی دلہن سو چکی تھی. زباد پھولوں کی لڑیاں سائیڈ پر کرتا یشفہ کے بے حد قریب آبیٹھا اور محبت سے لبریز نظروں سے اُس کی جانب دیکھنے لگا تھا.

یشفہ اِس وقت مہرون کلر کی میکسی میں ملبوس اپنے حسین سراپے کے جلوے بکھیرے رہی تھی. ہیوی جیولری اور فل میک اپ میں وہ حُسن کا شاہکار لگ رہی تھی.

زباد کو سوتے ہوئے بھی اُس کے چہرے پر تھکن کے آثار نظر آرہے تھے. شاید طبیعت کی خرابی اور اُوپر سے اتنی مشقت کی وجہ سے وہ تھک گئی تھی. زباد اُس کی جانب جھکتے ہوئے ایک ایک کر کے اُس کی جیولری اُتارنے لگا. وہ بہت ہی نرمی اور محتاط انداز میں یہ سب کر رہا تھا تاکہ یشفہ کی نیند خراب نہ ہو.

وہ ایک دوبار ہلکا سے کسمسائی اور پھر سو گئی تھی.

جیولری اُتارنے کے بعد زباد نے اُس کو اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے پنوں کی مدد سے لگا اُس کا دوپٹہ بھی اُتار دیا اور واپس یشفہ کو بیڈ پر لٹا دیا تھا.

یہ سب کرتے ہوئے زباد کتنی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پائے ہوئے تھا، یہ وہی جانتا تھا کیونکہ یہ حُسن کی مورتی نہ صرف اُس کی بیوی تھی بلکہ محبت بھی تھی.

یشفہ کی میکسی بہت زیادہ ہیوی تھی مگر اُس کو چینج کروا کر زباد صبح یشفہ کے ہاتھوں قتل نہیں ہونا چاہتا تھا. اِس لیے اُس پر اچھے سے کمبل ڈال کر زباد چینج کرنے کی غرض سے واش روم کی جانب بڑھ گیا تھا.

صبح آٹھ بجے کے قریب یشفہ کی آنکھ کھلی تو اُسے محسوس ہوا کہ وہ کسی کی بانہوں کے حصار میں ہے. جیسے ہی حواس بیدار ہوئے. اپنے سر کے نیچے اور پیٹ پر کسی کا وزنی بازو محسوس کر کے یشفہ نے ڈر کے مارے چیخ مار دی تھی. اسکی چیخ سے زباد فوراً نیند سے بیدار ہوا تھا.

"کیا ہوا یشفہ، تم ٹھیک ہو؟"

زباد نے اُس کے چہرے کو چھوتے ہوئے محبت سے پوچھا.

یشفہ زباد کو اپنے قریب دیکھ کر صورتحال کو سمجھتی ہوئی اپنی حرکت پر خجل سی ہوتی نظریں پھیر گئی تھی.

"مجھے شاور لینا ہے."

یشفہ زباد کا بازو اپنے اُوپر سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولی.

"مگر مجھے سونا ہے ابھی."

زباد یشفہ کو اپنے قریب کر کے خود میں بھینچتے ہوئے اُسی کے انداز میں بولا.

"تو تم سو جاؤ۔ میں نے کب منع کیا ہے مگر مجھے جانے دو."

یشفہ مسلسل احتجاج کرتی زباد سے دور ہونے کی کوشش کرتی بولی.

"تمہارے ساتھ ہی تو سونا ہے مجھے. اکیلے سونے کا کیا مزا. آجاؤ تھوڑی دیر سوتے ہیں۔"

زباد یشفہ کے کھلے بالوں میں اپنا چہرا چھپاتے ہوئے بولا.

"واٹ ربش، کیا بے ہودگی ہے یہ؟"

زباد کے بے باک الفاظ پر یشفہ کے کان سرخ پڑ گئے تھے.

جبکہ اپنی مرضی کے مطابق ملنے والے ری ایکشن پر زباد بہت خوش ہوا تھا. وہ جان بوجھ کر ایسی باتیں اور حرکتیں کر کے یشفہ کو تنگ کر رہا تھا تاکہ وہ اُس کے ساتھ لڑے اور نارمل ہونے کی کوشش کرے.

"کیا ہوا ایسا کیا کہہ دیا میں نے؟ سونے اور نہانے میں کیا بے ہودگی ہے؟"

زباد بہت ہی معصومیت چہرے پر سجائے بولا.

"مسٹر زباد شیرازی نہانے میں نہیں مگر دو لوگوں۔۔"

یشفہ غصے میں آ کر بات تو بول گئی تھی. مگر آدھے پر آ کر جیسے ہی اُسے اپنے الفاظ کی سمجھ آئی اُس نے فوراً زبان دانتوں تلے دبا دی تھی.

اُس کو شرمندہ ہوتے دیکھ کر زباد کا قہقہہ کمرے میں گونجا تھا.

"یار اس میں اتنی شرمندگی والی کیا بات ہے. میاں بیوی کے درمیان سب چلتا ہے. جیسے کہ...."

زباد کے بولنے سے پہلے ہی یشفہ نے اُس کے منہ پر رکھ کر اُسے مزید کچھ بھی بولنے سے روکا تھا.

"بس!!تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ بے شرم اور بے ہودہ ہو."

یشفہ زباد کے بازو ہٹانے کی کوشش کرتی ہوئی غصے سے بولی.

"مطلب تم میرے بارے میں یہ سوچتی تھی."

زباد نے اس کی ٹھوڑی پر ہونٹ رکھتے ہوئے یشفہ کو اپنی قید سے آزاد کر دیا تھا.

یشفہ کے پاس زباد کے اِن شوخ سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا.اِس لیے وہ جلدی سے میکسی سنبھالتی واش روم کی جانب بڑھ گئی تھی.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

اگلے ہی دن نوشیر وان اور عرزش لاہور کے لیے نکل آئے تھے.گھر میں جیسے ہی نوشیر وان کی آمد کی اطلاع ملی سب لوگ خوشی سے جھوم اُٹھے تھے. نصرت بیگم کی تو خوشی کی انتہا نہ رہی تھی.اُن کا لاڈلا پوتا پورے دس سال بعد اُن کے پاس لوٹ رہا تھا.ہر طرف خوشیوں کا ساسماں تھا.ساری ینگ پارٹی بھی نوشیر وان اور اُس کی بیوی سے ملنے کے لیے بے تاب تھی.

نصرت بیگم نے نوشیر وان کی پھوپھو اور فاخرہ کو نوشیر وان کی موجودگی میں گھر کے مین حصے کی جانب آنے سے منع کر دیا تھا.اور اُن کو اِس دوران اپنے پورشن میں ہی رہنا تھا.وہ نہیں چاہتی تھیں اُن دونوں کو دیکھ کر نوشیر وان کا موڈ خراب ہو.وہ پوتے کے ساتھ ساتھ اپنی بہو سے ملنے کے لیے بے تاب تھیں. جس نے اُن کی بات کا مان رکھا تھا.اور ایک دن کے اندر اندر ہی اُن کے ضدی پوتے کو راضی کر لیا تھا.

نوشیر وان کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی سب لوگ مین گیٹ کے پاس اور کچھ پورچ میں آکھڑے ہوئے تھے.اُن سب کے خوشی سے جگمگاتے چہرے دیکھ جہاں عرزش خوش ہوئی تھی وہیں نوشیر وان کو اپنے اتنے سال اِن رشتوں سے دور رہنے پر افسوس بھی ہوا تھا.

سب سے پہلے نوشیر وان نصرت بیگم سے ملا تھا.جو اُس کے سینے سے لگ کر اپنے کیے کی معافی مانگتی روتی ہوئیں باقی سب کی آنکھوں میں بھی آنسو لے آئی تھیں.

"دادی پلیز مجھے مزید شرمندہ مت کریں اب میں آگیا ہوں نا.اب بلکل بھی الگ نہیں ہوں گا آپ سے."

نوشیر وان سے ملنے کے بعد اُنہوں نے عرزش کے لیے محبت سے اپنی باہیں پھیلا دی تھیں.

"میرے پوتے کی پسند اُس کی طرح بالکل لاجواب ہے. بالکل چاند کا ٹکڑا ڈھونڈا ہے تم نے."

نصرت بیگم کی تعریف اور سب کے سامنے بنا کسی لحاظ کے نوشیر وان کی شوخ نظریں خود پر جمی محسوس کرتے عرزش سُرخ ہوئی تھی.

جہاں گھر والے سب اُن دونوں کے آجانے سے بہت خوش تھے وہیں وہ دونوں بھی اتنے پیارے محبت بھرے رشتے مل جانے پر آسودہ تھے.

کھانا کھانے کے بعد نصرت بیگم نے نوشیر وان اور عرزش کی شادی کے ریسیپشن کا شوشہ چھوڑا تھا اور رسم کے مطابق آج کے دن عرزش کا نوشیر وان سے پردہ کروایا جانا تھا.

"دادی جان یہ بہت غلط بات ہے. ایسے کیسے آپ لوگ میری بیوی کو چھین سکتے مجھ سے. مجھے ایسا ریسیپشن بالکل بھی منظور نہیں ہے."

نوشیر وان کے صاف انکار کرنے پر جہاں سب کے سامنے عرزش کو شرمندگی سی محسوس ہو رہی تھی. وہیں باقی سب کے بھی منہ اُتر گئے تھے.

"یااللہ اِس ضدی شخص کو سنبھالنا کتنا مشکل ہے."

نوشیر وان مزے سے انکار کرتا صوفے پر براجمان تھا اور عرزش کی مسلسل ملنے والی گھوریوں کو نظر انداز کئے ہوئے تھا.

لیکن سب کے اُترے چہرے دیکھ عرزش نے اُن کے حق میں فیصلہ دیا تھا. جس پر اُسے گھورنے کی باری اب نوشیر وان کی تھی مگر اُس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے عرزش جلدی سے باقی کزنز کے ساتھ وہاں سے اُٹھ گئی تھی.

"دیکھتا ہوں کیسے بچتی ہو تم آج مجھ سے."

نوشیر وان کے میسیج کے ساتھ غصے والے ایموجیز دیکھ عرزش مسکرائی تھی اور رپلائے میں اُسے مزید چڑانے کے لیے ہارٹ اور کسز والے ایموجیز سینڈ کر دیے تھے.

□□□□□□□□□□□□□

زیاد کی آج عرزش والے کیس کی ہیئرنگ تھی. اِس لیے وہ ناشتہ کر کے نکل آیا تھا.

آج کورٹ میں آکر پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ اُسے واپس جانے کی جلدی تھی. جلدی جلدی سارے کام نبٹاتے شام آٹھ بجے کے قریب زیاد گھر پہنچا تھا.

ڈرائنگ روم میں ہی اُسے یشفہ اپنے داداداد ی کے ساتھ بیٹھی ملی تھی. پرپل کلر کے خوبصورت سے کامدار ڈریس میں ہلکی پھلکی جیولری اور میک اپ میں زیاد کو وہ سیدھی اپنے دل میں اُترتی محسوس ہورہی تھی.

زیاد بہت ہی احترام سے ہاشم صاحب اور فردوس بیگم سے ملتا یشفہ کے ساتھ صوفے پر آبیٹھا تھا.

"زیاد ہماری بیٹی ہم سے تھوڑی ناراض تھی تو بس اسی سلسلے میں ہماری تھوڑی صلح صفائی جاری تھی."

ہاشم صاحب نے مسکراتے زیاد کو بھی اپنی ڈسکشن میں شامل کیا تھا.

"تو پھر کیا نتیجہ نکلا داداجان ہو گئی صلح؟"

زیاد کی نظریں تو یشفہ سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں. جنہیں محسوس کرتے یشفہ غصے سے پہلو بدل کر رہ گئی تھی. وہ داداداد ی کے سامنے کچھ بول بھی نہیں پارہی تھی.

"ہاں کچھ آثار تو لگ رہے ہیں. بیٹا آپ لوگوں نے نکلنا ہے نا آج سنگاپور کے لیے. کس ٹائم کی فلائٹ ہے آپ لوگوں کی؟"

اچانک خیال آتے فردوس بیگم نے زیاد سے پوچھا تھا. جبکہ کہیں جانے کا سن کر یشفہ نے سوالیہ انداز میں زیاد کی جانب دیکھا تھا.

"رات بارہ بجے کی فلائٹ ہے ہماری."

زیاد کی بات سن کر یشفہ نے غصے سے اُسے گھورا تھا کہ اُسے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا.

"اوکے بیٹا پھر آپ لوگ تیاری کرو. ہم لوگ چلتے ہیں. دونوں ایک دوسرے کا بہت سارا خیال رکھنا."

یشفہ کو اپنی جگہ حیران پریشان چھوڑ وہ لوگ دونوں سے ملتے وہاں سے نکل گئے تھے.

زیاد یشفہ کی نظروں کو صاف نظرانداز کرتا اندر روم کی جانب بڑھ گیا تھا.

"زیاد شیرازی یہ پھر کونسا نیا ڈرامہ ہے؟ مجھے کیوں نہیں بتایا تم نے کہ ہم کہیں جارہے ہیں. مجھے کہیں نہیں جانا تمہارے ساتھ. تم جتنا مجھ پر ترس کھا کر میرے گھر والوں کی مدد کر چکے ہو وہ میرے لئے بہت زیادہ ہے. میں پہلے ہی جتنی باتیں لوگوں کی سن چکی ہوں بہت ہیں. ویسے بھی جب تم جیسا شریف انسان مجھ جیسی بدنام لڑکی کے ساتھ باہر نکلے گا تو تمہارے کردار پر بھی اُنگلی اُٹھائی جائے گی. اِس لیے اپنا نام اور عزت خراب مت کرو. مجھ جیسی لڑکی کو اپنے ساتھ لے جا کر. میں تمہارے قابل نہیں ہوں. اِس لیے مجھے یہاں میرے حال پر چھوڑ دو."

یشفہ روم میں داخل ہوتے زیاد پر چلائی تھی. زیاد خاموش کھڑا اُس اپنے اندر کی بھڑاس نکالتے دیکھ رہا تھا.

جب وہ تھک کر خاموش ہوئی تو زیاد نے آگے بڑھتے اُس کے دونوں بازو تھامتے ہوئے اُس کا رُخ اپنی جانب موڑا تھا.

"مسز یشفہ زیاد کب سے لوگوں کے کہنے پر چلنے لگیں. تم وہی ہونا جسے کبھی لوگوں کی فضول باتوں سے فرق نہیں پڑا. پھر تم کیسے ایسے لوگوں کے کہنے پر خود کو بد کردار کہہ سکتی ہو. تم اچھے سے جانتی ہو تم کتنی باکردار ہو. میں گواہی دے سکتا ہوں. تمہاری پاکیزگی تمہاری پاکدامنی کا اور تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم میرے قابل نہیں ہو. اِس دنیا میں اگر کوئی زیاد شیرازی کے قابل ہے تو وہ صرف اور صرف یشفہ زیاد ہے. مجھ پر یقین رکھو بہت جلد یہی لوگ جنہوں نے تم پر کیچڑ اچھالا، یہی تمہارے باکردار ہونے کی باتیں کریں گے."

زیاد نے روتی ہوئی یشفہ کے گرد اپنی بانہوں کا حصار بناتے اس کے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکاتے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا.

"کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

یشفہ نے سر اُٹھا کر سوالیہ نظروں سے زیاد کی جانب دیکھا تھا.

جس پر زیاد نے اُس کی بھیگی آنکھیں چومتے ہوئے اُسے یقین دلایا تھا. زیاد کو اِس وقت وہ ناراض سی معصوم بچی لگی تھی. جو شاید اِس وقت خود سے بھی ناراض تھی.

"پر یار پلیز ہنی مون پر میرے ساتھ چلنے سے انکار تو مت کرو. اب میں اپنے ہنی مون پر اکیلا جاتا اچھا تھوڑی نا لگتا ہوں."

زیاد نے جس طرح مسکین سی شکل بناتے کہا تھا یشفہ اُسے دیکھتی روتے روتے ہنس پڑی تھی.

زیاد مبہوت سا یہ دھوپ چھاؤں کا منظر دیکھ رہا تھا.

"مجھے کہیں نہیں جانا تمہارے ساتھ. جس طرح تم نے میرے دادا دادی کو اپنی ٹیم میں شامل کر کے یہ شادی کی ہے. بھگتو اب اِسے اور اگر بہت شوق ہو رہا ہے ہنی مون پر جانے کا تو لے جاؤ اپنی اُس بندریا شزا کو."

یشفہ زیاد کے بازوؤں کا حصار توڑتی دور ہوئی تھی. جبکہ شزا کے ذکر پر زیاد کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے پھر فوراً خود کو نارمل کرتے وہ خود سے دور جاتی یشفہ کو دوبارہ اپنے حصار میں لے چکا تھا.

"میں نے کہا تھا تم سے اگر شادی کروں گا تو صرف تم سے اور میں نے وہی کیا."

زیاد نے یشفہ سے کہا تھا.

"زیاد پلیز...وہ پیکنگ نہیں کرنی. دیر ہو رہی ہے ہمیں."

اِس سے پہلے کے زیاد کی گستاخیاں بڑھتیں یشفہ کی کمزور سی آواز اُس کے کانوں میں پڑی تھی۔ زیاد کے ہونٹوں پر محظوظ کن مسکراہٹ پھیل گئی تھی.

جو اُسے خود سے دور نہیں کر رہی تھی. مگر پاس بھی نہیں آنے دے رہی تھی. زیاد نرمی اسے چھوڑتے پیچھے ہٹ گیا تھا.

زیاد یشفہ کو آہستہ آہستہ اپنی پہلی والی کنڈیشن میں واپس آتا دیکھ کر بہت خوش تھا. وہ یشفہ کو اِس ماحول سے کچھ ٹائم کے لیے نکالنا چاہتا تھا تاکہ وہ اُس کے ساتھ اپنی زندگی کا فریش سٹارٹ لے سکے.

"ساری پیکنگ ہو چکی ہے ہماری. تم بس اپنے مائنڈ کو اِس ہنی مون کے لیے مینٹلی پری پیئر کر لو. کیونکہ وہاں کسی قسم کی کوئی چھوٹ نہیں ملنے والی."

یشفہ کو ڈریسنگ روم کی جانب بڑھتا دیکھ زیاد نے پیچھے سے شوخ لہجے میں آواز لگائی تھی.

جسے اَن سنی کرتی یشفہ دھڑکتے دل کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گئی تھی.

□□□□□□□□□□□□

"ماشاءاللہ زبردست بھابھی آپ کتنی پیاری لگ رہی ہیں."

نوشیر وان کی چچازاد مبہوت سی عرزش کو مہندی کی دلہن بنا دیکھ رہی تھی. جو پیلے اور اورنج رنگ کے لہنگے میں پھولوں کے زیورات سے سجی دونوں ہاتھوں اور پیروں پر مہندی سجائے نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی.

اُس کے لمبے بالوں کو ڈھیلی سی چٹیا کی شکل میں موتیے کے پھولوں سے سجا رکھا تھا.

"اچھی بات ہے آج نوشیر وان بھائی آپ کو دیکھ نہیں سکتے ورنہ آپ کے حُسن کے وار سے بچ نہیں پاتے آج."

اُن کی باتوں پر مسکراتے عرزش نوشیر وان کا غصے بھرا چہرا تصور میں لاتی مسکرائی تھی.

نصرت بیگم کا سختی سے آرڈر تھا کہ نوشیر وان اور عرزش کا آمنا سامنا نہیں ہونا چاہیے. نوشیر وان کسی صورت عرزش کو نہ دیکھے کہ اِس طرح رُوپ نہیں آتا.

اِس لیے وہ سب عرزش کی باڈی گارڈ بنی اُس کے ساتھ ساتھ تھیں. عرزش کو بھی نوشیر وان کو تڑپا کر بہت مزا آ رہا تھا.

وہ سب ابھی بھی عرزش کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں. جب ملازم نے آکر بتایا تھا کہ نصرت بیگم اُن سب کو بلا رہی ہیں. جس پر وہ سب جلدی جلدی نکل گئی تھیں.

عرزش بڑے ہی ریلیکس انداز میں بیٹھی تھی. جب اچانک کسی نے اُس کی ناک کے پاس رومال رکھتے اُس بے ہوش کر دیا تھا اور اُسے کالے رنگ کی چادر میں لپیٹے ہوئے باہر نکل گیا تھا.

عرزش کی جیسے ہی آنکھ کھلی کمرے کے بجائے کسی اور جگہ پر خود کو پاکر وہ گھبرا کر اردگرد دیکھنے لگی تھی. پھر اچانک اُس کے دماغ میں آیا کہ کسی نے اُسے بے ہوش کر دیا تھا اور شاید اُٹھا کر یہاں لے آیا ہے مگر کون اتنی جرأت کر سکتا تھا. عرزش خوفزدہ سی اردگرد دیکھنے لگی تھی. جہاں وہ بیٹھی تھی. وہاں ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا. چاند کی مدھم سی روشنی میں وہ اتنا ہی سمجھ پا رہی تھی کہ شاید یہ کوئی جنگل نما جگہ ہے. اِس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتی. اچانک سے لائٹس آن ہوئی تھیں اور ہر طرف برقی قمقموں کی روشنی پھیل گئی تھی. کچھ دیر پہلے کی ویران سی جگہ اب ایک بہت ہی خوبصورت منظر پیش کرنے لگی تھی.

"مسز نوشیروان خانزادہ تمہیں اتنا خوفزدہ ہونے کی تو بالکل بھی ضرورت نہیں ہے. کیونکہ نوشیروان خانزادہ کے علاوہ کسی کی جرأت نہیں کہ اپنی مہندی کی دلہن کو کڈنیپ کر سکے."

نوشیروان بات کرتے ایک طرف سے نکل کر اُس کے سامنے آیا تھا. اُس کے الفاظ اور آنکھوں میں شرارت نمایاں تھی.

"نوشیروان یہ کیا حرکت ہے. آپ جانتے ہیں گھر میں سب کتنے پریشان ہو رہے ہوں گے."

عرزش اُس کی نظروں میں وارفتگی محسوس کرتے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے بولی. جانتی تھی جتنا اُس نے نوشیروان کو چڑایا ہے اُس کی خیر نہیں تھی اب.

"وہاں سب سیٹ ہے. اُن کی فکر مت کرو تم. بلکہ فکر تو تمہیں ابھی اپنی کرنی چاہیے میری جان. وہ جو مس یو اور اتنے لونگ ایموجیز آرہے تھے. مجھے اُن کا جواب بھی تو دینا تھا نا."

نوشیروان نے عرزش کے قریب آتے پاس پڑی لکڑیوں میں آگ لگاتے بولا.

"آپ نے اُن کو سیریس لے لیا میں تو مذاق کر رہی تھی."

عرزش اردگرد کا جائزہ لیتے بولی.

یہ ایک بہت ہی پیاری لوکیشن پر بنا کوئی ہوٹل تھا. جس کے ایک طرف خوبصورت سی جھیل تھی.

عرزش جہاں بیٹھی تھی وہ کوئی نرم گرم سے گدوں سے بنا تخت تھا. جو بات گھبراہٹ میں پہلے اُس نے نوٹ نہیں کی تھی. عرزش کے دائیں جانب لوازمات سے سجا ٹیبل تھا. جہاں بہت ساری ڈشز موجود تھیں. اِس جگہ پر اِس وقت اُن دونوں کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا.

نوشیروان عرزش کے بہت قریب جا بیٹھا تھا اور اُس کے اِس حسین رُوپ کو اپنے دل میں اُتارنے لگا تھا.

"اگر میں آج تمہارا یہ سہانا رُوپ نہ دیکھتا تو میرا کتنا بڑا نقصان ہو جاتا." وہ اسے دیکھتے شرارت سے بولا۔

"یہ سب بہت خوبصورت ہے. ویسے میں جانتی تھی کہ آپ مجھ تک کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی جائیں گے."

عرزش نے نوشیر وان کی جسارتوں پر بند باندھتے اُسے دوسری طرف متوجہ کرنا چاہا تھا. نوشیر وان اُس کی معصوم سی کوشش پر مسکرائے بنا نہ رہ سکا تھا.

"خوبصورت ہے مگر تم سے بہت کم. تمہارے لیے ایک گڈ نیوز ہے میرے پاس."

نوشیر وان نے عرزش سے اُٹھتی مہندی اور موتیے کی خوشبو کو اپنی سانسوں میں اُتارا تھا.

"کیسی گڈ نیوز؟"

عرزش پرجوش ہوئی تھی.

"آج شام میں زیاد سے بات ہوئی میری. آج کیس کی ہیئرنگ تھی. تمہارے تایا اور اُن کے بیٹے کو سزا ہو گئی ہے."

نوشیر وان کی بات سنتے عرزش کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہہ نکلے تھے. جنہیں بے مول ہونے سے پہلے کی نوشیر وان نے اپنی پوروں پر چن لیا تھا.

عرزش بہت خوش تھی اُس نے آخرکار اپنے بابا اور بھائی کے قاتلوں کو اُن کے انجام تک پہنچا دیا تھا. جو ممکن ہوا تھا صرف نوشیر وان کی وجہ سے.

"تمہارے کہنے پر میں نے پھوپھو کو معاف کر دیا ہے مگر اُن کی بیٹی کو معاف کرنے کا ظرف میرے اندر بالکل بھی نہیں ہے."

نوشیر وان کی اگلی بات سن کر عرزش کو اُس پر بہت پیار آیا تھا. جس کا اظہار کرتے عرزش نے اُس کے گلے میں بانہیں ڈال کر اُوپر ہوتے باری باری اُس کے دونوں گال چوم لئے تھے.

اِس شخص کے لیے اُس کی محبت اور عقیدت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی.

نوشیر وان کو عرزش کا پیار کا اتنا خوبصورت انداز اندر تک سرشار کر گیا تھا.

نوشیر وان نے ایک ایک کر کے جیسے ہی ٹیبل پر موجود ایک ایک ڈش کو اَن کور کیا تھا. عرزش سہی معنوں میں ششدر رہ گئی تھی. وہاں اُس کی پسند کی ہر ڈش موجود تھی.

مگر اُن سب میں سے گول گپوں پر نظر پڑتے ہی عرزش نے سب سے پہلے اُن کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا.

جبکہ نوشیر وان مسکراتی نظروں سے اُسے بچوں کی طرح گول گپے کھاتے دیکھ رہا تھا اور اُسے دیکھ کر کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ وہ یہاں ایک رومانٹک ڈیٹ پر آئے ہیں.

"آپ بھی کھائیں نا."

عرزش نے ایک گول گپہ نوشیر وان کی جانب بڑھایا تھا. جسے کھانے سے اُس نے صاف انکار کر دیا تھا. اُسے ایسی چٹ پٹی چیزیں پسند نہیں تھیں.

"پلیز ایک میری خاطر. یہ زیادہ سپائسی نہیں ہے۔"

عرزش نے منہ بناتے اُسے ریکویسٹ کی تھی مگر آنکھوں میں شرارت نمایاں تھی. اِس میں اُس نے بہت زیادہ چٹنی ڈال دی تھی.

نوشیر وان نے جیسے ہی اُسے اندر نگلا اُسے اپنے کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا.

عرزش نوشیر وان کا سرخ پڑتا چہرا دیکھ کر کھلکھلا کر ہنسنے لگی تھی.

"کیسا تھا میرا اسپیشل بنایا گیا گول گپا."

عرزش ہنسی کے دوران بولی.

"اِدھر آؤ بتاتا ہوں تمہیں کتنا ٹیسٹی تھا."

نوشیر وان پیچھے کو کھسکتی عرزش کو اپنی جانب کھینچا۔

"ہاں تو پھر کیسا لگا اپنے سپیشل گول گپے کا ٹیسٹ."

اب عرزش کی شکل دیکھ کر ہنسنے کی باری نوشیر وان کی تھی.

"آپ بہت بڑے چیٹر ہیں مجھے بات ہی نہیں کرنی آپ سے."

پانی کے پورے دو گلاس اندر انڈیلنے کے بعد کہیں جاکر عرزش کو مرچوں کی جلن کم ہوتی محسوس ہوئی تھی.

جب ایک بار پھر عرزش کو شرارت سوجی تھی. اُسے آج نوشیر وان کو تنگ کرنے میں مزا آرہا تھا لیکن ہر بار پھنس وہ خود ہی رہی تھی.

عرزش آرام سے کھسکتی نوشیر وان کی پہنچ سے دور ہوئی تھی.

"نوشیر وان مجھے بھی آپ سے ایک بات کرنی تھی."

عرزش اُلٹے قدموں پیچھے کی جانب بڑھتی مسکراتے ہوئے بولی.

"اوکے پر بات کرنے کے لیے دور نہیں بلکہ قریب آنے کی ضرورت ہے."

نوشیر وان کی بات سنتے عرزش نے نفی میں سر ہلایا تھا. اگر یہ بات وہ اُس کے قریب بیٹھ کر کرتی تو اُس کی خیر نہیں تھی.

"نوشیر آئی لو یو سو مچ. آئی کانٹ لیو ود آؤٹ یو."

عرزش اُونچی آواز میں اپنی محبت کے اظہار کے ساتھ فلائنگ کس دیتی بولی تھی۔

"یار دور سے سنائی نہیں دے رہا۔ ذرا قریب آکر بولو."

نوشیر وان دھیمے قدموں سے اُس کی جانب بڑھ رہا تھا. عرزش نوشیر وان کو خطرناک تیوروں سے اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر ہنستی ہوئی وہاں سے بھاگی مگر نوشیر وان نے جلد ہی اُسے جالیا تھا۔

وہ عرزش کو ہنستے مسکراتے خوش اور مطمئن دیکھ کر خود سے عہد کر چکا تھا کہ اب وہ اُس کی زندگی میں دکھ کی پرچھائی تک نہیں آنے دے گا.

آخر کار بہت سی آزمائشوں کے بعد ان دونوں کی زندگی سے دکھوں کے بادل چھٹ چکے تھے. اب ان کے لیے ہر طرف خوشیوں کا روشن سویرا تھا.

¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤¤

زیاد اور یشفہ اگلے دن آٹھ بجے کے قریب سنگاپور پہنچ چکے تھے. یشفہ کا موڈ زیاد سے ابھی بھی خراب ہی تھا. وہ زیاد سے بات نہیں کر رہی تھی مگر زیاد بنا اُس کے موڈ کا نوٹس لیے اُس سے ہر بات میں اپنی منوا رہا تھا.

ہوٹل پہنچ کر یشفہ کچھ ٹائم آرام کرنا چاہتی تھی مگر زیاد نے یہ کہہ کر اُس کی ایک نہیں چلنے دی تھی کہ وہ پورا راستہ جہاز میں سوتی ہی آئی ہے. جس پر یشفہ دانت پیس کر رہ گئی تھی. زیاد اُسے ایسے خود میں بزی رکھتا تھا کہ یشفہ کسی اور چیز کے بارے میں کچھ سوچ ہی نہیں پاتی تھی.

یشفہ نے زیاد کے ساتھ بہت سی جگہوں پر گھومتے بہت زیادہ انجوائے کیا تھا. اُسے اب زیاد کے ساتھ ٹائم گزارنا کرنا بہت اچھا لگ رہا تھا. اُس کا خراب موڈ خود بخود ہی ٹھیک ہو چکا تھا.

اِس وقت بھی وہ دونوں ایک خوبصورت سے ریسٹورنٹ کی آؤٹ ڈور لوکیشن پر بیٹھے تھے. زیاد کوئی ضروری کال آجانے کی وجہ سے ابھی اُٹھ کر سائیڈ پر چلا گیا تھا.

یشفہ وہیں ٹیبل پر کہنی رکھے ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹکائے بے خودی سے زیاد کی جانب دیکھنے لگی تھی.

جو براؤن رنگ کی جینز پر بلیک رنگ کی شرٹ پہنے اپنے دراز قد کے ساتھ یشفہ کو پہلے سے کہیں زیادہ ہینڈسم لگ رہا تھا. بالوں کو ہمیشہ کی طرح جیل سے سیٹ کر رکھا تھا. جن میں سے چند ایک اُس کی کشادہ پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے.

یشفہ تو اُس پر بہت پہلے ہی دل ہار چکی تھی مگر یشفہ کے بُرے حالات میں جس طرح اُس پر پورا یقین اور بھروسہ دکھاتے زیاد نے اُسے اور اُس کی فیملی کو سنبھالا تھا. ساری سچویشن ہینڈل کی تھی یشفہ دل سے اُس کی شکر گزار تھی۔ اس نے اپنے دل کو مزید اُس کی جانب جھکتے محسوس کیا تھا.

اِنہی باتوں کا اقرار کرنا اُس کو اب دنیا کا سب سے مشکل کام لگ رہا تھا. جس کی وجہ سے زیاد سے پیار سے بات کرنے کے بجائے وہ مزید لڑ رہی تھی.

وہ نجانے کتنے ہی لمحے ایسے ہی زیاد کو دیکھتی رہتی جب اچانک زیاد کے پلٹنے پر پاس سے گزرتی ایک بہت ہی خوبصورت سی سٹائلش لڑکی جان بوجھ کر زیاد سے آکر ٹکرائی تھی.

یہ سب دیکھ کر یشفہ کو تپ چڑھ گئی تھی.

کیونکہ اب وہ لڑکی زیاد کو سوری بولنے کے بعد مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی اور زیاد بھی پوری طرح سے اخلاقیات نبھا رہا تھا. یہی بات یشفہ کو مزید بھڑکا رہی تھی لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ زیاد دور سے ہی اُس کا غصے سے سُرخ ہوتا چہرا نوٹ کر چکا تھا اور اب جان بوجھ کر اُس لڑکی سے باتوں میں مصروف تھا.

بس یہیں تک تھی یشفہ کی برداشت. وہ غصے سے اپنی جگہ سے اُٹھتی زیاد کی جانب بڑھی تھی.

"ایکسکیوزمی !ہی از مائی ہزبینڈ."

اُن دونوں کے درمیان آکر یشفہ زیاد کے بازو میں ہاتھ ڈالتی اُس لڑکی کو اچھے سے باور کرواتی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی.

جہاں وہ لڑکی یشفہ کی اتنی بدلحاظی پر شاکڈ ہوئی تھی. وہیں یشفہ کو اپنے معاملے میں اتنا پوزیسو ہوتا دیکھ کر اُس کا دل خوشی سے جھوم اُٹھا تھا.

زیاد کے اس سے کھانے کا بہت بار پوچھنے کے باوجود بھی یشفہ نے اُس سے ناراضگی ظاہر کرتے واپس ہوٹل جانے کی ضد کی تھی. زیاد کو وہ گلابی رنگ کی لانگ شرٹ کے نیچے سفید رنگ کی جینز پہنے، سفید ہی سکارف گلے میں لپیٹے پھولے گالوں کے ساتھ بہت پیاری لگ رہی تھی. آج یشفہ نے اُس کے فیورٹ اپنے براؤن بال کھلے چھوڑ رکھے تھے. جن میں زیاد کو بار بار اپنا دل اٹکتا محسوس ہو رہا تھا.

ریسٹورنٹ سے لے کر ہوٹل کے روم تک آتے یشفہ نے زیاد سے کوئی بات نہیں کی تھی. جبکہ زیاد اُسے کئی بار مخاطب کر چکا تھا.

"یار تمہیں اتنا غصہ آ کس بات پر رہا ہے. اُس کے مجھ سے ٹکرانے اور بات کرنے پر یا اُس کے اتنے خوبصورت ہونے پر."

زیاد کی شرارتی انداز میں کہی بات یشفہ کو مزید تپا گئی تھی.

"اگر اتنی ہی خوبصورت تھی تو اُسی کے ساتھ رہ لیتے، میرے ساتھ آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

یشفہ غصے سے بیڈ پر بیٹھتی بولی.

"لگتا ہے یہاں آس پاس کچھ جل رہا ہے. تمہیں بھی بو آ رہی ہے جلنے کی."

زیاد آنکھوں میں شرارت بھرے بیڈ پر یشفہ کے بالکل ساتھ جڑ کر بیٹھ گیا تھا.

اس کی آنکھوں کی شرارت بھانپتے ہوئے یشفہ نے زیاد کو کالر سے پکڑتے اپنی جانب کھینچا تھا.

"زیاد شیرازی مذاق میں بھی کبھی کسی لڑکی کے قریب جانے کی کوشش مت کرنا. میں یہ بات کسی صورت برداشت نہیں کروں گی. تم صرف میرے ہو اور تم پر صرف اور صرف میرا حق ہے."

یشفہ آنکھوں میں آنسو بھرے اُس سے اپنے دل کی بات کہتی پیچھے ہوئی تھی. زیاد حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے اُس کی جانب دیکھ رہا تھا. اُسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ لڑکی اُس کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار بھی کر سکتی ہے اور وہ بھی اتنے خوبصورت انداز میں.

لیکن یشفہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر زیاد تڑپ کر اُس کے قریب ہوا تھا.

"کسی اور کے قریب ہونا بھی کون چاہتا ہے. میں تو دنیا کی اِس سب سے حسین لڑکی کے قریب رہنا چاہتا ہوں. جو ہٹلر بنی مجھے کوئی موقع ہی نہیں دے رہی."

زیاد یشفہ کا بازو کھینچ کر اپنے قریب کرتے ہوئے بولا. اب کی بار یشفہ نے کوئی احتجاج نہیں کیا تھا. وہ خاموشی سے زیاد کی شرٹ اپنی مٹھی میں دبوچے اُس کے کندھے پر سر رکھے ہوئے تھی.

"کیا میں تمہارا مجھ سے اچانک اتنا زیادہ گریز برتنے کی وجہ جان سکتا ہوں. تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے موجود جذبات میں بہت پہلے ہی دیکھ چکا تھا مگر چاہنے کے باوجود تمہارے گریز کی وجہ نہیں جان سکا. کیا تم مجھ سے شیئر کرنا چاہو گی."

زیاد نے جھک کر یشفہ پوچھا. وہ پچھلی بات کبھی نہ پوچھتا اگر ابھی بھی یشفہ کے انداز میں وہی گریز محسوس نہ کرتا تو.

زیاد کے پوچھنے پر یشفہ نے بنا کوئی بات چھپائے شزا کی ساری باتیں اُسے بتا دی تھیں. جسے سن کر زیاد کو اپنا شک بالکل ٹھیک ہوتا محسوس ہوا تھا.

زیاد نے یشفہ کے آگے شزا کے حوالے سے اپنے تمام خیالات بیان کر دیے تھے کہ وہ اُس کے لیے ایک اسسٹنٹ سے زیادہ کچھ نہیں تھی. شروع میں شزا کے خوش اخلاق انداز پر زیاد بھی اُس سے ہنس کر بات کر لیتا تھا مگر جیسے ہی زیاد کو اُس کے انداز میں ذرا سا بدلاؤ محسوس ہوا تو اُسے اپنے یشفہ کے بارے میں موجود جذبات سے آگاہ کرتے ہوئے اس کے قدم بڑھنے سے پہلے ہی روک گیا تھا لیکن وہ یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ اندر ہی اندر شزا یشفہ کے خلاف کیا کھچڑی پکا چکی تھی.

زیاد کے شزا کے بارے میں بات کلئیر کر دینے سے یشفہ کے دل میں موجود آخری پھانس بھی نکل گئی تھی.

"تمہیں کچھ دکھانا ہے."

وہ ایسے ہی زیاد کے کندھے پر سر رکھے نیم دراز تھی جب زیاد نے اپنی پاکٹ سے موبائل آن کرتے اُس کی جانب بڑھایا تھا.

جہاں شزا کی میڈیا سے کی گئی پریس کانفرنس کی ویڈیو تھی. جس میں اس نے اپنے تمام گناہوں کو قبول کیا تھا کہ کیسے اس نے ملک خیام کے ساتھ مل کر یشفہ جیسی پاکدامن لڑکی کی عزت خراب کرنے کی کوشش کی تھی.

یشفہ جیسے جیسے موبائل پر چلتی ویڈیو دیکھتی گئی. اُس کی آنکھوں میں پہلے حیرت، بے یقینی، اذیت، نفرت اور پھر آسودگی کے تاثرات چھا گئے تھے.

یشفہ نے ویڈیو ختم ہونے کے بعد تشکر آمیز نظروں سے زیاد کی جانب دیکھا تھا. جس نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا.

زیاد یشفہ کے چہرے پر سکون دیکھ خود بھی اندر تک پر سکون ہو گیا تھا.

ملک خیام کی گرفتاری کے بعد اُس سے پوچھ گچھ کے دوران اُس نے شزا کا نام لیا تھا. زیاد کو پہلے تو یقین ہی نہیں آیا تھا مگر پھر جیسے ہی سارے ثبوت دیکھے. وہ غصے سے پاگل ہو اُٹھا تھا. ایک لڑکی ہونے کے ناطے زیاد شزا کو اور تو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا مگر اُس کی سب سے بڑی سزا یہی تھی کہ جیسے اُس نے پورے ملک کے سامنے یشفہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی. ویسے ہی اب وہ سب کے سامنے اپنے منہ سے اپنی غلطی کا اقرار کرے.

"تھینک یو سو مچ زیاد. تم نے جو میرے لیے کیا ہے. اُس کا بدلہ میں چاہ کر بھی نہیں چکا سکتی. تم اتنے بُرے بھی نہیں ہو. جتنا میں تمہیں سمجھتی تھی."

یشفہ زیاد کا دل سے شکریہ ادا کرتی آخر میں شرارت سے بولی تھی.

"بدلہ تو تم آرام سے چکا سکتی ہو. وہ بھی ابھی اور اسی وقت."

زیاد معنی خیزی سے بولا.

یشفہ پہلے تو اُس کی بات سمجھی ہی نہیں تھی مگر اُس کی نظروں کا مفہوم سمجھتی حیا سے سُرخ ہوتے نفی میں سر ہلاتے وہ دور ہٹی تھی.

وہ یشفہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اُس کی بولتی بند کر چکا تھا اور کمرے کی کھڑکی سے جھانکتا چاند اُن دونوں کے خوبصورت ملن پر مسکراتا آگے بڑھ گیا تھا.

□□□□□□□□□□□

ختم شد